سلسلۂ نصابِ تعلیمِ جامعۂ عثمانیہ

تاریخ یونان

مؤلفہ

اڈولف ہولم

(انگریزی ترجمہ کی دوسری جلد کے ساتویں باب سے آخری باب تک)

مترجمہ

محمد ہارون خاں شروانی صاحب ایم-اے (آکسن) بیرسٹر ایٹ لا

پروفیسر تاریخ کلیۂ جامعۂ عثمانیہ

سنہ ۱۳۴۳ھ م سنہ ۱۳۳۳ف م سنہ ۱۹۲۴ء

دارالطبع جامعۂ عثمانیہ سرکارِ عالی حیدرآباد دکن

تنقیدِ ناظرِ مذہبی

ناظرین کتاب اس میں بت پرستی کے بعض مضامین پڑہیں گے۔

بت پرستی کے جو کچھ خیالات اس کتاب میں ظاہر کئے گئے ہیں

وہ قدیم یونانیوں کے خیالات ہیں۔

صفی الدین

ناظر مذہبی کتب درسیہ جامعۂ عثمانیہ

تمّت

تمت

غلطنامہ تاریخ یونان قدیم جلد ۲ بابت الخ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱	۳	یونانی	یونان کی
۲	۱۲	کرودیئے	کر دیئے
″	۱۴	کرُتیس	کرُتوسس
۳	۱۱	کرنے کا علم بھی تھا	کرنا جانتے بھی نہ تھے
″	۱۹	اجوناج	اعتجاج
″	۲۰	بگی تمسطاکلیس	لگنی تمسطاکلیس
۴	۶	جاے،	جائے
۵	آخری	سنہ ۶ ر ۷۷ ۴	ف۔ ۷۷ ۴
۶	۴	دوریکس	دوریکُس
۷	۵	اسپیس	جسیں
″	۱۵	کیپا داس	کیپُا داس
۸	۱۲	کیسا	گیا
″	۱۳	شائر	شائد
″	آخری	ہیں اٹلی	ہیں ایسے اعلیٰ
۹	۳	سکے	سنے
۱۰	۱۳	پی وبالی ای	پے ویالی ای
″	″	لیموں	کیموں
″	۱۸	خاست	جانب ٭
″	۲۱	تھپوپومپس	تھیوپومپوس
۱۲	۶	اسنے	اسوقت اسے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۲	۱۲	سایئبرس	سیبارس
″	۱۹	ارسطوبوئے	ارسطوبوے
۱۴	۱۳ وغیرہ	لمپاکوسس	لمپساکوس
″	۲۲	زد	رو
″	۲۶	+	٭
۱۵	۱۵	ہوگئی	ہوگی
″	۲۱	(Arist)	ارسطوفانیس کے
″	″		ناٹک ”تھسواران“
۱۶	۱۱	ایفیالتس	ایفیالتیس
۱۸	۱۹	باضابطہ	سرکاری
۱۹	۱۲	اسنادیں	اسناد
۲۰	۱۹ و ۵	اسنادوں	اسناد
″	۱۳	دھیاتی	دھیانی
۲۱	۷	تھنی	تھی
″	۱۴	الکبیادیس کے	الکبیادیس ”
۲۳	۷	سیچ	صحیح
۲۶	آخری	ہے ۔	ہے (الف) تو
۲۷	۱	(الف)	٭
۳۲	۳	ادیتاداسے	ادیمیاداسے
″	۹	دیکھی	دیلفی

فصلوں کے ضمن میں بیان کرینگے جو اس زمانے کے سیاسی تاریخ کے تین حصّوں کے مطابق ہیں جسطرح کیمون اور اسکے بعد فارقلیس کی شخصیت نے اس دور کی سیاسیات کو خاص طور پر ممتاز کیا اور جیسے صدی کے آخری ایام میں افراد اور فرق کے اختلافات بتدریج بیّن ہوتے گئے' ایسے ہی عقلی نقطۂ نظر سے پہلا دور ایس خیلس کا ہے' دوسرا سوفوکلیس کا اور تیسرا یوریپدیس' ارسطوفانیس اور سقراط کا - ہم اس عالی شان علمی ترقی کا بیان سیاسی واقعات کے اعادے کے بعد قلمبند کرینگے ؎

ایتھنز ان وطن پرست ریاستوں میں سے تھا جنکو لڑائی میں یونان کے اور خطّوں سے زیادہ نقصان پہنچا تھا - یہہ شہر تاراج ہوگیا تھا' اسکے مندر جل گئے تھے' ہر عمارت از سر نو تعمیر کی محتاج تھی + اب ایک اور مشکل بالکل آفت ناگہانی بنکر نمودار ہوئی - ایتھنزی چاہتے تھے کہ شہر کی حفاظت کیلئے نئی اور عالی شان فصیل بنائیں - اسپارٹی یہہ طے کرچکے تھے کہ پیلوپونیز سے باہر کسی شہر پناہ کی ضرورت نہیں - ورنہ جیسے ایرانی تھیبز کے شہر میں جسکے گرد شہر پناہ تھی گھس بیٹھے تھے اسی طرح فصیل والا شہر دشمن کا مامن بن جائیگا + اسلئے انہوں نے یہہ رائے دی کہ قرین مصلحت یہہ ہوگا کہ "نئے استحکامات موقوف کئے جائیں بلکہ پرانے استحکامات بھی منہدم کردیئے جائیں اور کم از کم ایتھنز تو ضرور ہی بے شہر پناہ کے رہے" [1] یہ دراصل محض ایک بہانہ تھا - اصل واقعہ

[1] دیواروں کے واسطے دیکھو گروٹس "تاریخ یونان" ۲' ۶' ۸۲ - فون ولاموونز میولینڈورف یہہ کوشش کرتا ہے کہ ایتھنز کے خلاف اسپارٹی رویے کو پسندیدہ قرار دے - مگر اسکی رائے غلط ہے - جیسا میولینڈورف کا خیال ہے "قلعے کی خود سرانہ تعمیر" اس قرارداد کی خلاف ورزی نہ تھی جو سرحد کے متعلق فریقین میں تھی - ایتھنز کو خود مختارانہ حقوق حاصل تھے اور وہ جیسی قلعہ بندی چاہتا کرسکتا تھا - اسپارٹا کا اس معاملے میں ایتھنز کے سد راہ ہونا اتنی ہی سنگین معاہدہ شکنی ہوتی جتنا ایتھنز کا طرز عمل اپنے حلیفوں کے ساتھ زمانۂ مابعد میں ہوا - مگر تمسطاکلیس کی چالبازی صرف اس صورت میں جائز تھی جب اسپارٹیوں کا ارادہ جبر کرنے کا ہوتا - طوسی دیدس کی رائے اسکے خلاف ہے' اور مابعد کے مورخین بھی کوئی قابل وثوق سند نہیں پیش کرتے - دیودورس ۱۱' ۳۹ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسپارٹی سفرا نے دھمکی ضرور دی' مگر یہ بیان قابل یقین نہیں - فقرۂ بالا اس قیاس پر مبنی ہے کہ اسپارٹیوں نے دیواریں اٹھتی ہوئی دیکھیں' مگر یہ بیان چالیسویں باب سے مختلف ہے - اسمیں یہ تحریر ہے کہ تمسطاکلیس اسپارٹا میں تھا تو اسنے دیواروں کی تعمیر سے انکار کیا - اگر اسپارٹیوں نے تعمیر اپنی آنکھ سے دیکھی ہوتی تو وہ کیسے انکار کرسکتا تھا - اسی وجہ سے یہ فقرہ بے معنی ہوجاتا ہے - میری قطعی رائے ہے کہ

یہ تھا کہ اسپارٹا چاہتا تھا کہ اس کے حلیف اس سے زیادہ قوی نہ ہو جائیں اور ہمیشہ اسکے ہی دست نگر رہیں ۔ ایتھنزی فطرۃً اس خواہش کو پورا کرنے کے خلاف تھے ۔ اسپارٹا کا اس قسم کا مطالبہ ایک آزاد ریاست کے سامنے پیش کرنا سمجھ میں نہیں آتا مگر اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسپارٹا ایتھنز کو اپنی لیگ کا ایک رکن قرار دیتا تھا + ایتھنز کیلئے صرف ایک سوال تھا اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲) اسپارٹیوں کا ارادہ جبر کا نہ تھا اسلئے کہ وہ اپنے اس ارادے پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے تھے کیا انکی یہ خواہش تھی کہ وہ ایتھنز میں اس غرض کیلئے ایک لشکر رکھیں؟ اس سوال کا جواب دینے کیلئے ہمکو اس عہد کے معاملات کی ایک ذہنی تصویر سامنے لانی چاہئے ۔ ایک طرف حلیف ہیں جنکا فتح میں مساوی حصہ ہے، دوسری طرف ایتھنزی جنہیں اپنی فتح پر پورا بھروسہ ہے ۔ ان واقعات کو پیش نظر رکھنے کے بعد ہمیں اس نتیجہ پر پہنچنا پڑیگا کہ اسپارٹیوں کو ایتھنز کے مطیع کرنے کا خیال بھی نہ ہو سکتا تھا ۔ اسمیں شبہہ نہیں کہ اسپارٹا کو قلعہ بندیاں ناپسند تھیں، اور اسکی عین خواہش تھی کہ ایتھنز کی قلعہ بندی نہ ہو ۔ خود اسپارٹا کی شہرپناہ نہ تھی، اور اسپارٹیوں کو کسی دوسرے قلعوں پر فاتحانہ حملہ کرنے کا علم بھی نہ تھا ۔ مگر ایتھنز بالکل متضاد اصول پر کاربند تھا ۔ اسلئے اسکی ضرورت پیش آئی کہ اسے دھمکی دیجائے ۔ ایتھنز کا یہ کہدینا کہ وہ اپنی دیواروں کو تعمیر کرانا چاہتا ہے غالباً اسپارٹا کا منہ بند کر دینے کیلئے کافی ہوتا ۔ اگر اسپر بھی تھمسٹاکلیس نے چال چلی تو غالباً اسکی وجہ یہ تھی کہ دورنگی اسکی خصلت میں داخل تھی ۔ دورنگی کے علاوہ تھمسٹاکلیس کے اس کام میں ایک اور غرض بھی پنہاں تھی ۔ اسپر شبہہ کیا جاتا تھا کہ اسنے اسپارٹا کی بہبودی کیلئے ۴۷۹ ق م کی بحری لڑائی کو مشتعل کیا تھا اب وہ یہ چاہتا تھا کہ کسی زبردست کارنامے کے ذریعے سے ایتھنزیوں میں پھر ہر دلعزیز ہو جائے ۔ اور اسنے سوچا کہ اگر اسپارٹی اختلاف کے باوجود دیواروں کی تعمیر جلد سے جلد عمل میں آجائیگی تو یہ ایک اہم ذریعہ ہر دلعزیزی حاصل کرنے کا ہوگا + تھمسٹاکلیس کے متعلق کوئی منصفانہ رائے قائم کرنے کیلئے ایک اور بات کا ذکر ضروری ہے ۔ اسمیں شبہہ نہیں کہ وہ چاہتا تھا کہ دیواریں جلد سے جلد بن جائیں ۔ اسپارٹا کے احتجاج سے اسے اس ارادے کی تکمیل کا موقعہ مل گیا ۔ اگر کوئی خاص تحریک انکو اشتعال نہ دیتی تو غالباً دیواروں کی تعمیر میں ضرور دیر لگتی تھمسٹاکلیس نے اسپارٹی احتجاج کو ایک مہیب شکل میں دکھا کر اس تحریک کو پیدا کر دیا اور دیواریں چشم زدن میں تیار ہو گئیں + تھمسٹاکلیس ان لوگوں میں تھا جنکا دماغ تخیلات اور ارادوں سے بھرا ہوتا ہے اور جو خود بھی اپنے اصلی اور ثانوی مقاصد میں مشکل سے تمیز کر سکتے ہیں +

وہ یہ کہ انکار کی کیا صورت ہوگی ۔ تمس طاکلیس نے رائے دی کہ یہ جواب دیا جائے کہ ایک وفد اسپارٹا بھیجا جائیگا ۔ تمس طاکلیس نے اسپارٹا جانے کیلئے اپنے کو پیش کیا اور یہ التجا کی کہ وہ تنہا اسپارٹا جائے اور اسکی غیبت میں ہی دیواروں کی تعمیر شروع کردیجائے ، اور اگر ضرورت ہو تو کام پر عورتیں اور بچے بھی لگا دئیے جائیں تاکہ جلد سے جلد ایتھنز مدافعت کرنے کے قابل ہوجائے اسپارٹا پہنچنے پر اسنے دیوار کی تعمیر سے صاف انکار کردیا اور کہا کہ اسپارٹیوں کو شک ہو تو وہ اپنے سفرا دیکھنے کیلئے ایتھنز روانہ کردیں تاکہ اس قول کی صداقت پوری طور سے ظاہر ہوجائے اسپر اسپارٹیوں نے ایک وفد ایتھنز بھیجا جسکو ایتھنزیوں نے فوراً گرفتار کر کے قید کرلیا اور اسپارٹا خبر بھیجدی کہ تمس طاکلیس اور اسکے ساتھیوں آبرونخس اور ارسطیدیش کی حفاظت کیلئے یہ لوگ بطور یرغمال رکھ لئے گئے ہیں ۔ جب تمس طاکلیس کو یہ معلوم ہوگیا کہ دیوار کافی بلند ہوچکی ہے تو اسنے اسپارٹیوں سے حقیقت حال بیان کردی ۔ اسپارٹیوں سے اور تو کچھ نہ ہوسکا بجائے اظہار ناراضی کرنے کے اب یہ کہنے لگے کہ انکا مقصد تو ایتھنز کو محض ایک نصیحت کرنا تھا ؛

یہ مشتبہ امر ہے کہ یہ چال جو تمس طاکلیس نے ایسی خوبی سے چلی تھی اور جسمیں ایماندار ارسطیدیش کی بھی شرکت تھی آیا حقیقت میں ضروری بھی تھی ۔ ایک طرف تو اس سے تمس طاکلیس کا اثر اسپارٹا میں بہت کم ہوگیا اور دوسرا اس سے بھی تاریک پہلو یہ ہے کہ دونوں ریاستوں کے تعلقات میں گونہ کشیدگی پیدا ہوگئی ۔ تمس طاکلیس کی دیواروں کا دور پرانی دیواروں سے زیادہ تھا ۔ ایکروپولس کے جنوب و مشرق میں جو پہاڑ ہے + اسے عبور کرکے (یعنی رصدخانہ اور عجائب خانہ کے قریب ہوکر) شمال و مغرب کیطرف دپیلون دروازے کا جسکے آثار اسوقت تک موجود ہیں احاطہ کرتی تھی اور ایلیشس قلعے کو ایک کافی وسیع دور میں چاروں طرف سے گھیر لیتی تھی ۔ طوسی دیدیش کہتا ہے کہ بعض جگہ دیوار میں قبروں کے تعویذ اور دیگر قدیم کتبے تک لگا دئیے گئے ہیں ۔ اور اس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ دیوار کی تکمیل بے حد سرعت کیساتھ عمل میں آئی ہوگی ۔ اس کے بیان کی تصدیق آج بھی دپیلون دروازے کے مشاہدے سے ہوسکتی ہے باوجود ان تمام انتظامات کے ایکروپولس کے استحکامات کیلئے کچھ نہیں کیا گیا ۔ مگر پرئی اُس میں جو کام شروع کیا گیا تھا وہ برابر جاری رہا ۔ تمس طاکلیس نے ایتھنزیوں کو اسکی اشد ضرورت بتادی تھی

اور کام بھی شروع کرا دیا تھا، اور اسکی زندگی میں ہی پِرِئی اُس کے استحکامات کی تکمیل ہو گئی۔ یہہ سچ ہے کہ پِرِئی اُس کی دیوار اتنی بلندی تک نہ پہنچ سکی جتنا تخمینہ کیا گیا تھا + مگر عرض میں وہ تین ساڑھے تین گز سے کم نہ تھی اور یہ بلندی بھی مدافعت کیلیے کافی تھی؛

اِسپارٹیوں کا پہلے یہ خیال تھا کہ ایران کے خلاف جنگ جاری رکھی جاوے۔ انہوں نے پَوسانیاس کو ایک مہم پر بھیجا جسکے تفصیلی حالات ہم تک نہایت غیر مکمل حالت میں پہنچے ہیں۔ مگر ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسنے بہت کچھ کر دکھایا۔ پیلوپونیزی اور ایتھنزی بیڑوں اور چند دیگر جہازوں کی مدد سے اسنے جزیرۂ قبرص کا بیشتر حصہ فتح کر لیا جو اس مہم کا نہایت اہم واقعہ تھا۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ قبرص، بحیرۂ روم کے ایک دور افتادہ حصے میں واقع ہے اور شام اور سلیشیہ کے ساحلوں کیلیے ایک اعلی درجے کی جولان گاہ بن سکتا ہے، تو پَوسانیاس کے کارناموں کی اہمیت اور بھی عیاں ہو جاتی ہے فتح قبرص کے بعد اسنے شمال کا رخ کیا اور بائی زنطہ پر، جو یونانیوں کے نزدیک قبرص سے بھی زیادہ اہم تھا قبضہ کر لیا۔ مگر اب پَوسانیاس اکا طریق عمل بالکل بدل گیا۔ بائی زنطہ میں اسنے اتنی مطلق العنانی برتی کہ حلیف نہ صرف اس سے بلکہ، اسپارٹا سے بھی بدظن ہو گئے اور ایتھنز سے درخواست کی کہ وہ ہی ایران کے خلاف سربراہی کرے تو بہتر ہو۔[2] ان حلیفوں میں پیلوپونیزی تو تھے ہی نہیں۔ وہ ہوتے تو اسپارٹا کے خلاف خواہ کتنا ہی احتجاج کرتے، ایتھنز کے ماتحت رہنا کبھی گوارا نہ کرتے۔ بہر حال پَوسانیاس نے اندر ہی اندر ایران سے پیام و سلام شروع کر دیئے اسنے شاہی خاندان کے چند افراد کو بائی زنطہ میں قید تھے، رہا کر دیا۔ اور زرکسیز سے گونگیلس ساکن اریتریا کے ذریعے سے گفت و شنود شروع کر دی اور یہہ کہلوایا کہ وہ تمام یونان کو شہنشاہ کا مطیع کرنے میں مدد دیگا اگر اسکے صلے میں شہنشاہ کی لڑکی کیساتھ اسکی شادی کر دیجائے۔ زرکسیز نے مناسب جواب دیا اور ڈاسکیلیئون کے ارتابازو کو بات چیت پر مامور کیا پَوسانیاس ایرانی کپڑے تک پہننے لگا اور تھریس کے سفر میں مصری اور ایرانی محافظین برابر اسکے جلو میں رہتے۔ جب اسپارٹا میں اسکے خلاف شکایات پہنچیں تو

ے ۲ یہ واقعہ ہیوسولٹ (۲، ۴۴۳) کے نزدیک سنہ ۴۷۷/۶ ق م کا ہے۔

ایفوروں نے اسے واپس آنے کے لئے حکم دیا۔ پوسانیاس نے فوراً تعمیل کی۔ اسپارٹا پہنچنے پر اسپر غداری کا الزام لگایا گیا مگر محض بے بنیاد ثابت ہوا۔ ان تمام واقعات کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پھر دوبارہ دانیال کو بطور اسپارٹی نمائندے کے نہیں روانہ کیا گیا اور اسکی بجائے ایک شخص دورسکس بھیجا گیا۔ اب مشکل یہ پڑی کہ حلیفوں نے دورسکس کا کہنا ماننے سے صاف انکار کر دیا اور بالآخر اسپارٹا کو مجبوراً ایشیائی معاملات سے دست بردار ہونا پڑا۔ اسپارٹیوں اور دیگر پیلوپونیزیوں کا ایشیا جانا بند ہوگیا۔ مگر پوسانیاس سے نہ رہا گیا اور وہ از خود ہرمیونے سے بائی زنطہ گیا اور وہاں کا خود سر حاکم بن گیا۔ مگر ایتھنزی اسکو برداشت نہ کر سکے۔ اب تو پوسانیاس کی حیثیت اسپارٹی قائم مقام کی بھی نہ رہی تھی اور ایتھنزی اپنے آپ کو بائی زنطہ وغیرہ کا مالک سمجھنے لگے تھے۔ لہٰذا کوئی سات سال کے بعد انہوں نے آخرکار پوسانیاس کو بائی زنطہ جیسی مرکزی جگہ سے نکال باہر کیا[۳]۔ وہ وہاں سے کولونا واقع ملک تروئے چلا گیا اور وہاں پھر ایرانیوں سے نامہ و پیام شروع کیا۔ اسپر ایفوروں نے اس سے یہ کہلوا بھیجا کہ اگر وہ فوراً واپس نہ آیا تو اس سے دشمن کا برتاؤ کیا جائیگا۔ پوسانیاس نے اس حکم کی فوراً اس خیال سے تعمیل کی کہ وہ اپنے مخالفین کو رشوت دیکر قابو میں رکھ سکیگا۔ پہلے تو یہ قید خانے میں ڈال دیا گیا مگر عدالت نے اسے تمام الزامات سے بری کر دیا جو اسکے خلاف عائد کئے گئے تھے۔ اور رہا ہونے کے بعد وہ بحیثیت ایک آزاد شہری کے زندگی بسر کرنے لگا۔ اب اسپارٹی اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ ہیلوتوں کو بغاوت کی اشتعالک دے رہا ہے۔ ممکن ہے کہ

---

[۳] جسٹن (۹ ، ۱) کے نزدیک پوسانیاس بائی زنطہ میں سات سال رہا۔ اسی برس بعد ایک اور اسپارٹی کلیارخس، پوسانیاس کے قدم بقدم چلا مگر اسے خود اسپارٹیوں نے معزول کر دیا اور وہ کیخسرو کے پاس بھاگ گیا۔ گونگیلس کو اسپارٹیوں نے گامبریم، پائے گامبریم، گرینیم اور میرنا بطور موروثی جائداد کے دیدئیے۔ اسطرح وہ دیمارانس کے گھرانے کا ہمسایہ ہوگیا جسکا قبضہ پرگامم ہائی سرنا اور تیوتھرانیہ پر تھا کچھ عرصہ کے بعد وہ تمسطاکلیس کا بھی ہمسایہ ہوگیا۔ غیر آئینی حکومتیں جو تیس سال قبل ساحلی شہروں میں قائم تھیں اب اندرون ملک میں ہٹ گئیں اور ایران اور یونان کے درمیان گویا حاجبی ریاستوں کا کام دینے لگیں۔ ممکن تھا کہ پوسانیاس کہ کولونائے پر قابض ہو جاتا اور اسطرح ان حکومتوں میں اضافہ کر دیتا۔ اگرچہ اس کی حرص کی پرواز اس سے بھی زیادہ بلند تھی مگر اسکی دور اندیشی اس معیار سے ہمیشہ نیچے رہی ہے۔

یہ سچ ہو مگر ایسی یقینی شہادت نہیں ملی کہ اسپارٹی اسکے خلاف کوئی کارروائی کرسکیں - یہ خبر دراصل آرگلس کے ایک باشندے نے پھیلائی تھی جسے کچھ عرصے پیشتر پوسانیاس نے ارتابازو کو ایک پیام لیکر بھیجا تھا - اس شخص نے ارتابازو کو پیام نہیں پہنچایا اسلئے کہ اسے یہ خبر ملی کہ جن لوگوں نے اس سے پہلے پیامبری کی تھی وہ واپس نہیں آئے تھے - اس بات کا اس کو یقین ہوگیا اور بجائے ارتابازو کو پیام پہنچانے کے پیام نامہ خود کھول لیا - اسمیں یہ لکھا تھا کہ پیامبر کو فوراً مار ڈالا جائے + یہ خط اسنے ایفوروں کو دیدیا - ایفور مقدمہ چلانا پسند نہیں کرتے تھے - انکا اصل مقصود یہ تھا کہ خود پوسانیاس سے اقبال جرم کرالیں - اسکے لئے انھوں نے یہ جال پھیلایا کہ آرگلس سے کہا کہ وہ محض ایک مدعی کی حیثیت اختیار کرے اور ٹینارم پہاڑ کے دامن میں پناہ گزیں ہوکر پوسانیاس کو اپنے پاس طلب کرے + جب پوسانیاس کے پہنچنے کا وقت ہوا تو ایفور برابر والے کمرے میں چھپ گئے اور باتوں ہی باتوں میں خود بادشاہ کے منہ سے اسکے جرم کا اقبال سن لیا + یہ ظاہر ہے کہ وہ اسکے خلاف جو کارروائی چاہتے کرسکتے تھے - ایفوروں کی خواہش تھی کہ وہ اسے اسپارٹا ہی میں گرفتار کریں مگر پوسانیاس کو پتہ لگ گیا اور اسنے فوراً ایتھینے خالکیو ئیکس کے دامن میں پناہ لی جہاں وہ بالکل محفوظ ہوگیا - مگر ایفوروں نے یہ ترکیب نکالی کہ مندر کے دروازے چن دئے چھت علیحدہ کردی اور (شاید موسم گرما ۴۶۶ ق م میں) اسے بھوکا مار ڈالا[1] اسکی لاش کیاداس کے غار کے جوار میں جسمیں مجرم پھینکے جاتے تھے دفن کی گئی - موت سے ذرا پہلے یہ مندر سے نکال لیا گیا تھا - مگر بہر نوع اسکے ساتھ سختی کی گئی تھی اور اسپارٹیوں کو مجبوراً اسکے دو بت (کفارے کے طور پر) ایتھینے خالکیو ئیکس کے مندر میں رکھنے پڑے -

جو واقعات قدیم روایات سے ہم تک پہنچے ہیں انسے پوسانیاس کے جرم میں کوئی شبہہ باقی نہیں رہتا - اسکے تمام طریق عمل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسنے بہت سے ایسے ارادے کئے جنہیں وہ تکمیل کو نہیں پہنچا سکا - کامیابی کے وقت وہ متکبر ہوجاتا اور جب اسپر کوئی شبہہ کیا جاتا تو اسکی رہی سہی عقل بھی زائل ہوجاتی - اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ارتابازو سے وہ سازشی

[1] پوسانیاس کی موت کی تاریخ کیلئے دیکھو بیہو ہولٹ ۲ ، ۳۸۳ و ۴۰۰ ۔ اسی مصنف نے پوسانیاس کی زندگی کی آخری حالات پر تنقید کی ہے (صفحات ۳۸۰ سے ۳۸۳ تک) +

مراسلات کیا کرتا تھا تو یہ اسکی انتہائی حماقت تھی کہ ایلچیوں کی قسمت کا فیصلہ ایک ہی خط میں کر دیا کرے + ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ایک عمدہ سپہ سالار تھا یا نہیں - پلاٹیہ میں لڑائی کی باگ اسکے ہاتھ میں نہ تھی - اس نے صرف مدافعانہ تدبیریں اختیار کیں اور اسی میں نام پیدا کیا + اسکی موت اسپارٹا اور یونان کے لئے ایک شمہ بھر نقصان کی بھی باعث نہیں ہوی ہوگی

مگر پئوسانیاس کے زوال سے ایک بہت بڑے آدمی کو نیچا دیکھنا پڑا - اسپارٹی یہ چاہتے تھے کہ اس ناگوار واقعے سے انکو کچھ نہ کچھ سیاسی مفاد حاصل ہو جائے - اگر انکی عزت میں کچھ بٹہ لگا تھا وہ یہ چاہتے تھے کہ وہ کسی اور کو بھی اپنے ساتھ قعر میں گھسیٹ لے جائیں - انہوں نے ایتھنز سفرا روانہ کئے اور تمسطاکلیس پر یہ الزام لگایا کہ وہ بھی پئوسانیاس کی سازشی کارروائیوں میں شریک حال تھا +

جنگ ایران کے بعد تمسطاکلیس ایتھنز اور تمام یونان میں ایک بہت بڑا آدمی بنگیا تھا - مگر اس جنگ کے بعد اسنے سوا ایتھنز اور پیرئی اس کے استحکامات کی تکمیل کی اور کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا - اور سچ تو یہ ہے کہ اسے کچھ کرنے بھی نہیں دیا گیا + کچھ عرصے کے بعد شائد سنہ ق م میں اسکے خلاف اخراج کا فتویٰ صادر ہوا - اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک طویل مدت تک اسکے روشن دماغ میں طرح طرح کی اہم تدابیر آئی ہونگی جنکی تعمیل پر وہ قادر نہ تھا - مگر نہ تو ہمیں ان تدابیر کا علم ہے اور نہ اسکے ان سیاسی مخالفوں کے طرز عمل کا جو انکی تکمیل میں مزاحم ہوئے + ایتھنز کے فرقی سیاسیات کے متعلق زمانہ مابعد کے مورخین کے خیالات اکثر ناواجب ہیں - اور موجودہ زمانے میں جو انکی تاویلیں کی جاتی ہیں وہ خلاف قیاس ہیں - روایات مابعد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کیمون اور ارسطیدس، تمسطاکلیس کے

---

۵ پئوسانیاس کی زندگی اس حوصلہ مند شخص کی مثال ہے جسے نہ تو اپنی ابتدائی تعلیم ملی ہو جو اپنے عہدے کی اس کرسی پر جو اسکی اکتسابی نہ تھی آرام سے بیٹھ سکے اور نہ اسکو کافی عقل یا استقلال اس نقص کی تلافی کے لئے دیا گیا ہو - اسپارٹی تربیت سے لوگوں میں عیش پسند جسیوں میں زندگی بسر کرنے کی صلاحیت نہیں پیدا ہوئی تھی - اور جب پئوسانیاس جیسے شخص کا ایسے واسطہ پڑا تو اسکا دماغ پھر گیا - یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوتی اگر پئوسانیاس کے سوا اور بہت سے یونانیوں پر بھی سادھی یونانی تہذیب کے ساتھ مشرقی تعیش کے تعلق کا اثر پڑ جاتا + ہمکو یونانیوں کی قدر کرنی چاہیئے کہ ان میں اعلیٰ حیثیت کے لوگ بہت کم تھے جنکی قسمتوں نے ایسی گردش کا پلٹا کھایا ہو +

رقیب تھے[6] اسکے سیاسی میلان کو اس تقویت سے تعبیر کیا گیا ہے جو تقویت اس سے پہنچی اور جسکا مخالف ارسطیدش فرض کر لیا گیا ہے۔ مگر اس خیال کے ثبوت میں کوئی شہادت پیش نہیں کیجاتی۔ اسکے برخلاف یہ واقعہ ہے کہ ارسطیدش کے ایتھنزی عمومیت کے مرقع کی آخری رنگ آمیزی کی۔ اسلئے اس قول کے ثبوت میں صرف ایک ہی عام مقبول رائے پیش کی جاسکتی ہے کہ جو مدبر اپنے ملک کی بحری قوت میں ترقی دیتا ہے وہ اس شخص سے زیادہ عمومیت کی حمایت کرتا ہے جو شخص فوجی قوت کو زیادہ اہم خیال کرتا ہے۔ یہ وہی تخالف ہے جو ہوپلیت اور ملاحوں میں ہے اور یہی زمانہ قدیم میں ارسطیدش اور تمسطاکلیس کی مخالف آرزوؤں کو شخص کرنے میں استعمال کیا گیا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ بحری قوت میں ترقی اور عمومیت دو مختلف النوع باتیں ہیں جنکو ایک دوسرے سے کوئی سروکار نہیں۔ انگلستان کے بحری اقتدار نے اس ملک کی عمومیت کو فروغ دینے میں ذرا بھی مدد نہیں کی اور اسکے برعکس عمومیت پسند شمالی امریکہ کے پاس کوئی بڑا بیڑہ نہیں ہے۔ عام طور پر ملاحوں کو سیاست سے کچھ زیادہ لگاؤ نہیں ہوتا۔ بدیں وجوہ پہلے تو ہمکو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ بحری معاملات کی طرف ایتھنزیوں کی توجہ مبذول کرنے میں تمسطاکلیس کا ایک مقصد ملاحوں کو پہلے سے زیادہ سیاسی اختیار دینا تھا۔ صرف اس ثبوت کے بعد ہی ہم بیڑے کی طرف اسکی توجہ کو عمومیت کی پرداخت سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ مگر ہمیں اس طرز عمل کا پتہ بھی نہیں ملتا[7]۔

قدیم مورخوں نے جو وجوہ تمسطاکلیس کے اخراج کے بتائے ہیں ان کی محض ایک عام حیثیت ہے، انہوں نے اس پر محض متکبر اور حریص ہونے کے الزام پر

---

[6] پلوٹارک ("کیمون"۔ ۱۰) کا بیان ہے کہ کیمون اور ارسطیدش نے تمسطاکلیس کی مخالفت عمومیت پسندی کی وجہ سے کی تھی۔ ڈنکر (۸، ۹۸ وغیرہ) نے اسے تفصیل کیساتھ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ مفروضہ مثبت دعویٰ ہوتا اگر مصنفین مابعد کا یہ خیال ٹھیک ہوتا کہ ارسطیدش اعیانیت پسند تھا۔ مگر زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اسی خیالی حیثیت سے اعیانیت پسند تھا جو پلوٹارک نے "فارقلیس" وہ میں فرض کی ہے۔ یہ سچ ہے کہ کیمون اور ارسطیدش، تمسطاکلیس کے مخالف تھے مگر اسلئے نہیں کہ وہ عمومیت پسند تھا۔

[7] ڈنکر (۸، ۴۸-۷، ۱۸۷) یہ کہتا ہے کہ تمسطاکلیس نے "عام جبریہ بھرتی" کو رواج دیا۔ واقعات اس بیان کی تائید نہیں کرتے اسلئے کہ اس سے بہت دنوں پیشتر سے ہی ایتھنز میں عام طور سے فوجی بھرتی جاری تھی۔

اکتفا کیا ہے [۸] واقعہ یہ ہے کہ اس کے اخراج کی اصل وجہ کیلئے ہم کو اسکی روش کی طرف غور کرنا چاہئے جو ایسی تھی جپر اسکے دشمن صرف مفصلہ بالا عام طریقے سے الزام رکھ سکتے تھے نہ کہ کسی خاص سیاسی سطح نظر کی بنا پر جو دوسرے سیاسی رہنماؤں کے اصولوں سے مختلف ہو۔

مِسْطاکلیِس کی آرزو یہ تھی کہ وہ حکمرانی کرے اور وہ حکومت کرنا خوب جانتا تھا۔ اس کے اپنے خود چند مستحکم اصول تھے جنکو وہ ایتھنز کی سیاست کا بہترین منبع سمجھتا تھا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ ایتھنز کا سب سے اچھا خارجی طرز عمل کیا ہے مگر مشکل یہ تھی کہ شہر میں کوئی ایسا فریق نہ تھا جپر وہ مستقل طور پر اعتماد کر سکے۔ واقعات اور اسکے عادات دونوں ایسی فریق بندی کے مانع تھے + خاندان پِی سِس ترانش کے زوال اور ایساغورث کی موت کے بعد جب اعیان کے استبدادی فریق کی اہمیت نہیں رہی تو اسوقت ایتھنز میں صرف دو فریق رہ گئے جو دو بڑے خاندانوں کے زیر اثر تھے۔ چھٹی صدی ق۔ م کے وسط میں تین خاندان باقی گھرانوں سے ممتاز تھے یعنی دیاکری ای بسر گردگی پِیسِس ترانش پی دیائی ای بسر گروہی مِلتیادِیس و لیکرگس اور پرالی جسکا سردار میگاکلیس تھا۔ ۵۰۸ ق م کے بعد صرف دو فریق رہ گئے تھے"ایک تو پے دیائی ای بسر کردگی کیمون ابن ملتیادیس ثانی اور دوسرا پرالی جسکے رہنما میگاکلی کلئیس تھینس کا دوست ارسطیدِش اور کلئیس تھینس کا نسبتی بھتیجا زانتھی پُس تھے۔ باقی دو فریق عموسیت کی طرف کچھ آگے بڑھ چکے تھے۔ جیسے مِلتیادِیس کا گروہ چھٹی صدی زیادہ شرفا پرست تھا ایسے ہی کیمون کا فریق بھی اشرافیت کا دلدادہ تھا۔ اور الکموِنی خاندان جنکے قائم مقام اب ارسطیدش اور زانتھی پُس تھے اب وسط سے بائیں جانب※ بڑھ رہے تھے [۹] جب مِسْطاکلیِس اپنے

[۸] ڈنکر (۸، ۹۶) نے ان الزامات کا ملخص دیا ہے۔ ہیُوسولٹ بھی تسلیم کرتا ہے کہ ہم طُوسی دیدش کے اصلاحات کی حقیقی ماہیت سے پوری طور پر آگاہ نہیں۔ اصل واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان اصلاحات کا وجود محض بھیوپومپس کے دماغ میں تھا اور بس۔

※ وسط سے بائیں جانب کے معنی یہ ہیں کہ وہ پہلے سے زیادہ انتہا پسندی کے طرف مائل تھے۔ مترجم

[۹] اسی قسم کے حالات انگلستان میں بھی پائے جاتے ہیں۔ بعض مرتبہ وگ اور ٹوری گروہوں کے سیاسی نصب العین میں بہت ہی کم فرق رہا ہے مگر اسکے باوجود خاص خاص خاندان دونوں کے پیشرو رہے ہیں۔ وگوں میں تو ٹمپل

ذاتی اصول کی پابندی اندرونی معاملات میں کرنا چاہتا تھا تو اسکے لئے اب کیا باقی تھا؟ کیا اسکے لئے یہ بہتر تھا کہ وہ اس عمومی میلان کو اختیار کرے جسکا پی سس ٹراٹس اسقدر دلدادہ تھا؟ مگر اسمیں کئی رکاوٹیں تھیں۔ اول تو پی سس ٹراٹس کے اصول کو الکمونیوں نے گویا اپنے علم پر چسپاں کر دیا تھا دوسرے پی سس ٹراٹس کا فریق غیر مرتب حالت میں تھا۔ اور تیسرے جہاں تک ہم کو معلوم ہے تمسطاکلیس کا دوستانہ یا عزیزدارانہ تعلق کسی مقتدر خاندان کے ساتھ نہ تھا۔ بدیں وجوہ نہ تو کوئی فریق اسکا ساتھ دینے کے لئے تیار تھا اور نہ کوئی فرقی اصول مرتب کرنے کی اسمیں اہلیت تھی + یہ سچ ہے کہ وہ لیکومی خاندان کا ایک فرد تھا[10] وہ ایک نو دولتا تھا اور اسکے ساتھ ہی خود رائے بھی تھا + جو شخص حکومت کا بھی آرزومند ہو اور اسکے عزیزوں کا کوئی گروہ بھی اس کی پشت پناہی کیلئے نہ ہو تو اسکا خدا ہی حافظ ہے۔ خاصکر ایسی صورت میں کہ وہ محض اصول پرست ہو اور ذرائع کے انتخاب میں بھی بے پرواہ ہو تمسطاکلیس کی بعینہ یہی حالت تھی۔ اسکی نفیلت کی وجہ سے بہت سے ایسے لوگ اسکے دشمن بن گئے تھے جو اپنے خاندانی تعلقات کی بنا پر مختلف فریقوں کی رہنمائی کرتے تھے اور اسکے غیر محتاط ہونے کی وجہ سے ایسے لوگ بھی اس سے بدظن ہو گئے تھے جو ان سرگروہوں سے عقل و علم نہ رکھتے تھے۔ اسکے برعکس ارسطیڈیش میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جنسے انسان کسی گروہ کو زینت دے سکتا ہے۔ اسمیں اتنی ایمانداری اور دیانتداری تھی جتنی ایک مدبر میں ممکن ہے۔ وہ الکمونیوں کا جانبدار تھا۔ جہاں تک ممکن تھا وہ اپنی ذات سے دراندازی نہیں کرتا تھا اور اسکی اشراف پسندی کی شہرت محض اس بنا پر تھی کہ وہ عوام میں مقبول نہ تھا +

(بقیہ حاشیہ صفحہ 10) ولیم رسل (بیڈفرڈ) اور کیوینڈش (ڈیونشائر) ہی رہنما رہے ہیں اور آخرالذکر کا تو اب بھی وہی پایہ ہے + انگلستان میں بھی کسی خود مختار نو دولتے کو لوگوں نے کبھی پسند نہیں کیا۔ اسکی مثال کے لئے برومم کی وزارت کے اختتام کی یاد بالکل کافی ہے۔ انگلستان اور ایتھنز دونوں میں آزادی پسند گروہ یہ چاہتا تھا کہ اعلیٰ طبقے کے لوگ اسکی رہنمائی کریں۔ تمسطاکلیس اسی لئے علیحدہ ہونے پر مجبور رہا کہ وہ آزادی پسند اشراف کے قدیم اقتدار کو ماننے کیلئے تیار نہ تھا +

[10] ہیوسولٹ (۱۔ ۸۰۔ ۵) یہ فرض کرتا ہے کہ میرون ساکن فلیا جسنے کیلونی واقعے کا الکمونیوں پر الزام لگایا تھا ایک لیکومی تھا۔ دیکھو پلوٹارک "تمسطاکلیس" ۳۔ بہرحال یہ ضرور ہے کہ محض خاندانی تعلقات کی بنا پر کسی بڑے گروہ کو تمسطاکلیس اپنا نہیں کہہ سکتا تھا +

ایتھنز کی قوت کے مسائل سے تمسطاکلیس کو ایک خاص دلچسپی تھی اور خارجی معاملات میں تو اس سے زیادہ کوئی واقف کار ہی نہ تھا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ وہ ہمیشہ سے حیلہ بازی میں مشاق تھا۔ اس کی سکینس کی دو سفارتوں سے (جنمیں سے پہلی سفارت کے متعلق تو کوئی شبہ نہیں) اور جس طریقے سے اسنے فصیل ایتھنز کی تعمیر کر کے نزاع اسپارٹا کا خاتمہ کر دیا یہ امر صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اسکے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جب ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان کچھ نزاع نہ تھی اسنے اسپارٹی بیڑے کو برباد کرنے کی تدبیر سوچی تھی [۱]۔ اغلب یہ ہے کہ اندرونی معاملات اور اپنے ہم وطنوں کے ساتھ تعلقات میں اسنے دیانتداری کا برتاؤ نہیں کیا اور اسی وجہ سے عوام الناس ایسے شخص سے فی الجملہ آزردہ ہو گئے ہونگے جسکے اثر کا انحصار محض اسکی ذاتی قابلیت پر تھا۔ اسپر بندۂ درم ہونے کا الزام لگایا گیا اور اسمیں شبہ نہیں کہ وہ بڑے بڑے امرا کی طرح زندگی بسر کرتا تھا۔ ۴۸۰ ق م ہی میں اسکے انوکھے تعلقات ایران کے ساتھ ایسے نہ تھے جو کسی جمہوریہ میں ہونے چاہئیں یا جنسے ایتھنزیوں کے دل میں اسکی وقعت بڑھ سکتی۔ اسکا اپنی لڑکیوں کو سائیبرس اور اطالیہ کے نام سے موسوم کرنا فی نفسہ ایک ہلکی سی بات تھی مگر ممکن ہے کہ اس سے بھی اختلاف بڑھ گیا ہو [۲]۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ یہ ممتاز شخص جو بہت سے تعصبات سے بالاتر تھا نہایت آسانی کے ساتھ بدنام ہو گیا اور اسکے تنزل میں خاصکر اسوجہ سے کوئی اور

---

[۱] تمسطاکلیس کا ارادہ یونانی بیڑے کی بربادی کا تھا اور اس موقع پر ارسطیدش کی ایمانداری نمایاں ہے۔ پلوٹارک۔ "ارسطیدش"۔ ۲۲۔ "تمسطاکلیس"۔ ۲۰۔ مقابلہ کرو تفصیلی بحث D U ۔ ۸، ۶۵۔ ۶۷۔ تمسطاکلیس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اسنے خلیج پیگاسے میں اسپارٹی بحری بیڑا اوجلا دینے کا ۴۷۶ ق م میں ارادہ کیا تھا جب وہ لیوتی خیدیس کی ماتحتی میں تھسلی سے لڑ رہا تھا۔ نیز دیکھو گروٹیس ۳، ۸۲۷۔ تمسطاکلیس جسنے اتھمیس ارسطوبولے کیلئے ایک مندر تعمیر کیا (پلوٹارک۔ "تمسطاکلیس" ۲۲۔) اور تولیون جسکا خیال تھا کہ اسکی کامیابی اُوتوماتیا کی وجہ سے ہوئی دو متضاد شخصیتیں ہیں۔

[۲] تمسطاکلیس کے تعلقات بیرونی ممالک سے نہایت وسیع تھے اور ان ممالک میں ایران، اسپارٹا، آرگوس، کورکائرا، اٹلی اور شاید سسلی بھی شامل تھے۔ اسیوجہ سے تمسطاکلیس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اسنے چھٹی صدی ق م کے ایتھنزی طرز عمل کو جاری رکھا اور دراصل وہی فارقلیس اور الکیبیادیس کا پیشرو ہے۔ طوسی دیدش (۱، ۱۳۸) نے اسکے اوصاف کا خاکہ کھینچا ہے۔ طوسی دیدش کو

رکاوٹ نہ رہی کہ ایک طرف تو **ایتھنز** میں اسکا کوئی اور ہم خیال نہ تھا اور دوسرے **اسپارٹا** والے اس سے متنفر تھے۔ ۴۸۰ ق م کے بعد وہ پھر سپہ سالار مقرر نہیں کیا گیا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ یہ محض اسوجہ سے نہ تھا کہ اُمن کے زمانے میں دوسرے بھی اس عزت اور وقار کی تمنا کرنے والے موجود تھے، بلکہ غالباً اسکی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو یہ یقین نہ تھا کہ **مسٹاکلیس** ایران کے ساتھ ایسے تعلقات رکھیگا جنمیں محض **ایتھنز** کی ہی بہتری مدنظر ہوگی۔ اسلئے جب دونوں فریق اس سے ناراض ہوگئے تو ایسی صورت میں اسکا جلا وطن کیا جانا کچھ زیادہ تعجب کی بات نہیں۔ مگر نہ تو اسکا ثبوت ہے اور نہ یہ قرین قیاس ہے کہ اسنے **پئوسانیاس** کی طرح غداری کی ہو۔ **ایتھنز** سے اخراج کے بعد **پئوسانیاس** اکثر **آرگوس** میں رہا جو اسپارٹا کی عداوت کا گویا مرکز تھا اور وہاں سے اسنے **پیلوپونیز** کی بعض دیگر ریاستوں کا سفر کیا۔ اسکے بعد اسپارٹیوں نے اپنے ایلچی **ایتھنز** روانہ کئے اور **مسٹاکلیس** پر یہ الزام لگایا کہ چونکہ یہ **پئوسانیاس** کے ساتھ غداری میں شریک تھا اسلئے اسکو سزا دینی چاہئے۔ **الکمئون** کے بیٹے **لیوبوتاس** کی تحریک کے بموجب[۱۳] **ایتھنزیوں** نے **مسٹاکلیس** کو واپس بلانے کیلئے **اسپارٹی** سفیروں کے ساتھ چند ایلچی روانہ کئے۔ **مسٹاکلیس** نے خیال کیا کہ اسوقت راستے سے ہٹ جانا ہی مناسب ہے اور جزیرۂ **کورکیرا** کو روانہ ہوگیا جو اسکا پہلے سے مرہون منت تھا۔ مگر **کورکیرا** کے باشندوں نے بھی اسے اسپارٹیوں سے بچانے کی جراُت نہیں کی، اسلئے وہاں سے وہ **اپئیرس** چلا گیا جہاں اسنے **مولوسیوں** کے بادشاہ **ادمیتس** کی پناہ مانگی۔ باوجودیکہ ایک مرتبہ **مسٹاکلیس** نے اسکے حصول مقصد میں دراندازی کی تھی لیکن اسے اس حاکم کی مہربانی پر پورا وثوق تھا۔ **ادمیتس** نے اسے دشمنوں کے حوالے نہیں کیا بلکہ شاہ **سکندر** کے پاس

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲) غالباً پئوسانیاس کی سازش کی جو اسنے اسپارٹی آئین کے خلاف کی تھی اطلاع ہوگئی ہوگی۔ پلوٹارک ("کیمون" ۱۰) کے مطابق کیمون اور ارسطیدیش مسٹاکلیس کے مخالف تھے اس سے یہ ظاہر ہے کہ اسکے خلاف استبدادی اور آزاد خیال دونوں تھے۔ ہمارے پاس اس قول میں شبہ کرنے کی نہ کوئی اندرونی وجہ ہے نہ خارجی۔

(۱۳) یہ کراتیرس کی رائے ہے جو میبولہ، ۱۱ میں منقول ہے۔

پیدنا روانہ کردیا جہاں سے وہ جہاز میں بیٹھکر ایشیا چلا گیا۔ جزیرۂ ناکسوس پہنچکر سے بعض خطرات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ یہاں اسے معلوم ہوا کہ ایک ایتھنزی بیڑہ جزیرے کا محاصرہ کئے ہوئے پڑا ہی طوفان کی وجہ سے اسکا جہاز مجبوراً وہاں لنگر انداز ہوا۔ اب تمستوکلیس کو یہہ خیال پیدا ہوگیا کہ اگر طوفان میں اسکا جہاز بیڑے کے قریب پہنچ گیا تو اسکو بیڑے والے پہچان لینگے اسلئے اسنے جہاز کے کپتان پر اپنے تئیں ظاہر کردیا اسنے کسی ترکیب سے جہاز کو بیڑے سے دور ہی رکھا۔ تمستوکلیس جب اس خطرے سے بچ گیا تو وہ اطمینان سے ایفی سُس گیا اور اردشیر کی تخت نشینی کے چند روز بعد ہی سوس پہنچا ۱۴ اسنے شہنشاہ کو وہ خدمات یاد دلائیں جو اسنے زرکسز کیلئے کی تھیں اور یہہ درخواست کی کہ اسے ایک سال کے بعد شرف باریابی عطا کیا جائے تاکہ اس عرصے میں وہ فارسی زبان میں پوری مہارت حاصل کرلے۔ اردشیر نے یہ منظور کرلیا۔ بالآخر وہ بادشاہ کا منظور نظر ہوگیا اور شہنشاہ کو یونان کے ایرانی صوبہ بنانے کی بڑی بڑی امیدیں دلانے لگا۔ ایران میں ممتاز غیر ملکی غداروں کی ہمیشہ نہایت خاطر و تواضع کی جاتی تھی اور بلاشبہ تمستوکلیس میں یہ صفت موجود بھی تھی۔ تین شہروں کی آمدنی اسکے جیب خرچ کیلئے مقرر کیگئی۔ یعنی شراب کیلئے لمپساکوس۔ گوشت اور سامان رسد کیلئے می اُس اور روٹی اور سامان سکونت کیلئے دریائے میاندر والا مگنیشیہ + اسکا صرف روٹی کا خرچ سالانہ چالیس تالنت تھا * مگنیشیہ کے سکہ پر اسکا نام ہونے سے

۱۴ طوسی دیدش (۱، ۱۳۷) کے مطابق اسنے اردشیر سے خط و کتابت بھی کی تھی۔ بنوسولٹ (۲ ، ۳۹۰) کی رائے ہے کہ مورخین مابعد بجائے اردشیر کے زرکسز کا نام محض اعتبار بڑھانے کیلئے لیتے ہیں۔ اسکا خیال ہے کہ اگر تمستوکلیس، ایفی سُس ۴۶۶ ق م میں آگیا۔ اور اس نے اردشیر کے ہی زمانے میں سوس کے ساتھ تعلقات قائم کئے ہونگے۔ اسلئے کہ اردشیر ۴۶۵ ق م میں تخت پر بیٹھ چکا تھا۔ بہر حال یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔ گریوگر کے خیال کو کہ زرکسز نے ۴۶۴ ق م میں وفات پائی اب تمام مورخوں نے رد کردیا ہے۔ نیز دیکھو گرتیس ۶۲ — ۵۲۸، ۲۶ ؁

* ایک تالنت = قریب ۲۴۴ پونڈ = ۳۶۶۰ روپیہ۔
+ ۴۰ تالنت = ۱۴۶٬۴۰۰ روپیہ۔ مترجم]

یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ دراصل اس شہر پر مطلق العنان حاکم تھا [15]۔

خود **طوسی دیدش** کے زمانے میں ہی اسکی موت کے مختلف وجوہ بیان کئے جاتے تھے۔ بعض تو یہ کہتے تھے کہ وہ کسی مرض میں مبتلا ہوکر اپنی موت سے مرا۔ مگر بعض کا یہ قول تھا کہ چونکہ وہ اس وعدے کو جو اسنے شہنشاہ کے ساتھ کیا تھا کہ وہ یونان کو ایرانی سلطنت میں شامل کرا دیگا پورا نکر سکا اسلئے اسنے ایک بیل کا خون پی کر خودکشی کرلی۔ اسکی موت کے سال کا ہم کو علم نہیں۔ فرض کیا جاتا ہے کہ وہ ۴۵۹ قام میں مرا ہوگا۔ **مگنیشیہ** کے بازار میں اسکا ایک بت نصب کیا گیا اور اسکے عزیزوں نے اسکی ہڈیاں اسکے جنم بھوم **اٹیکا** میں لاکر دفن کردیں۔

تمسطاکلیس یونان کے عظیم الشان لوگوں میں سے تھا۔ اسنے یونان کیلئے بہت کچھ کیا اور جہاں تک ہم کو علم ہے نقصان نہیں پہنچایا۔ اسکی شخصیت کچھ دلفریب نہ تھی مگر یہہ بات عموماً بڑے مدبروں میں پائی جاتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اسمیں بہت سے نقص بھی تھے جنکا اسے آخر کار خمیازہ بھگتنا پڑا۔ **تمسطاکلیس** جیسے شخص کیلئے **مگنیشیہ** کے حاکم کا تعیش کچھ خوشی کا باعث نہ ہوسکتا تھا اور اگر یہ سچ ہے کہ اسنے ہمیشہ اسی خیال میں اپنی زندگی بسر کی کہ اس سے یونان کو ایک ایرانی صوبہ بنانے کا مطالبہ کیا جائیگا تو ایسے عیش سے اسے کوئی تسکین قلبی میسر نہیں آسکتی تھی اور دراصل اسکی حالت **سینٹ ہیلینا** کے قیدی سے بھی بدتر ہوگئی [16]۔

[15] بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساحلی شہر لمپاکس اور می اُس اسوقت آزاد نہ تھے۔ بیُوسولٹ اور کیوہلر دونوں کی رائے یہ ہے کہ وہ آزاد تھے اور انکی تفویض کا اصل مقصد صرف تمسطاکلیس کو ایرانی جانبدار بنانے کیلئے طمع دینا تھا۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ دراصل لمپاکس پر قابض نہ تھا تو پھر تیسری صدی ق م تک وہاں اسکی یاد زندہ کیسے قائم رہی۔ بیُوسولٹ ۲' ۳۹۵ میں لولنگ ۶' ۱۰۴۲ کا تتبع کیا گیا ہے۔

[16] تمسطاکلیس کی موت کیلئے دیکھو طوسی دیدش ۱' ۱۳۸۔ بیل کا خون پینے اور اسکی وجہ سے مرجانے کا قصہ سب سے پہلے Arist ۸۴' ۸۳' ۸۴ میں بیان کیا گیا ہے۔ بیُوسولٹ ۲' ۳۹۵-۳۹۶ میں اہم واقعات کا ملخص دیا ہوا ہے۔ وہ یہہ فرض کرلیتا ہے کہ تمسطاکلیس کی موت قریب قریب ۴۵۹ ق م میں واقع ہوئی ہوگی جب کہ مصر کی بغاوت کے بعد اردشیر نے یونان کے مقابلے میں ایرانیوں کو مسلح کرنا شروع کیا۔ اگر ہم ایرانی لڑائیوں کا جنگ ٹروائے سے مقابلہ کریں تو تمسطاکلیس یونانیوں کا

مملکت ایتھنز اسی دوران میں دونوں بڑے بڑے گروہوں کے قائم مقاموں یعنی **کیمون** اور **ارسطیدش** کی نگرانی میں برابر ترقی کرتی رہی اور یہ دونوں امور عامہ کا انتظام یک جہتی کے ساتھ کرتے رہے۔ پہلے تو **ارسطیدش** نے جو **کیمون** سے عمر میں بڑا تھا اندرونی اور خارجی معاملات میں رہنمائی کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ اسنے آخر اپنے ہی نام سے عمومی تنظیم کی تکمیل کرائی اور ایک قانون منظور کرایا جسکی رو سے ہر شخص یہاں تک کہ معیار مالیت کے چوتھے طبقے کے افراد بھی **آرخن** مقرر ہو سکتے تھے [۱] چند مورخوں کا خیال ہے کہ اس موقع پر آرخنی کیلئے قرعے کے ذریعے سے انتخاب کا طریقہ رائج کیا گیا۔ اور **ڈنکر** بھی اسی خیال کی تائید میں اسکی توجیہ یہ کرتا ہے کہ اس قرعہ اندازی کا سبب یہ تھا کہ اشراف کو عمومیت کی توسیع کا کچھ معاوضہ مل جائے۔ **مارا تھون** کے لڑائی کے سنہ میں ہی **ہیروڈوٹس** نے لکھا ہے کہ **پولیم آرخ** کا انتخاب قرعے کے ذریعے سے ہوا تھا۔ اور یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر اس طریقے کا رواج **ارسطیدش** یا **ایفیالتیس** کے زمانے میں ہوا تو **ہیروڈوٹس** کو اسکی کیوں خبر نہ تھی۔ خود طریق انتخاب بذریعہ قرعہ نہ تو عمومی ہے اور نہ اعیانی۔ اسکا مقصد صرف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵) اوڈی سیئس سمجھا جائیگا۔ ہیروڈوٹس اور طوسی دیدش کا جو خیال تمسطاکلیس کے متعلق ہے اس سے تمسطاکلیس اور ارسطیدش کی سیاسی حیثیت کے متعلق میری صحت رائے کا ایک اور قرائنی ثبوت ملجاتا ہے۔ فرقہ شرفا پرست کا طوسی دیدش کبھی انکو برا نہیں کہتا۔ ہیروڈوٹس جسکی بابت ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ عمومی حکومت ایتھنز کا موئد تھا ہمیشہ اسکے حب زر کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ارسطیدش عمومیت پسند تھا اور اسکی مزید تصدیق ارسطاطالیس کی کتاب "ایتھنزی دستور" باب ۲۳ سے ہوتی ہے۔

[۱] پلوٹارک "ارسطیدش" ۲۲ - بیوسولٹ ۲، ۳۳ - ۳۳۸ + بیولہمان نے اپنی کتاب "تاریخ یونان" میں (جو میولر کی کتاب "علوم قدیمہ" ۳، ۴۰، ۴۴ میں شامل ہے) اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ فنک (بابت تمسطاکلیس" مطبوعہ ۱۸۴۹ء) کا خیال ہے کہ حق رائے دہی کی وسعت کی بنیاد تمسطاکلیس ہی نے رکھی تھی۔ بیولہمان بالکل سچ کہتا ہے کہ یہ درست نہیں ہو سکتا۔ مگر ارسطیدش کے طرز عمل سے تبدیل آراء کا ضرور اظہار ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میرے نظریے سے جو اسناد کے حقیقی تفحص کا نتیجہ ہے اس واقعے کی آسان ترین تشریح ظاہر ہوتی ہے۔

یہ ہے کہ افسروں کے انتخاب میں غیر جانبداری پر امیدواروں کے تمام امکانی اوصاف قربان کیئے جائیں اسی وجہ سے قرعہ ان عہدوں کیلئے زیادہ موزوں ہے جنہیں کسی خاص قابلیت کی ضرورت نہو۔ جب آرخنی کی ذاتی اہمیت مفقود ہوگئی تو پھر قرعے کے ذریعے سے انتخاب میں کچھ حرج نہیں رہا۔ اسکی ابتدا کلئیس تھنیس سے ہوئی جسنے استراتی گوؤں اور پریتانیس کو حقیقی عمّال کی حیثیت دیدی تھی۔ اسکے ساتھ ہی قرعی انتخاب کو یونانی نظر سے ایک اور خصوصیت حاصل تھی جسے نظر انداز نہ کرنا چاہیئے۔ چونکہ انکے نزدیک دیوتا تمام معاملات قرعے ہی کے ذریعے سے طے کرتے تھے اسلیئے اس طریقے کو برتنے سے منتخب شدہ اشخاص میں برگزیدگی الٰہی کا بھی اظہار ہوتا تھا۔[۱۸]

جب کیمون یہ بتلا دیتا تھا کہ ایتھنز اور اسکے کسی خاص حلیف میں کس قسم کا برتاؤ ہونا چاہیئے تو ارسطیدیش ہی ایتھنز اور اس حلیف کے معاملات طے کرنے میں خاص حصّہ لیتا۔[۱۹] ایتھنز ہی لیگ در اصل اس زبردست مخالف ایران یونانی لیگ کا سلسلہ اور شاخ تھی اور جو خود پیلوپونیزی مخالفہ سے نکلی تھی جسکا سرگروہ اسپارٹا تھا۔ ایتھنز نے ۴۷۹ ق م

[۱۸] مصنّفین ماقبل (بوسخ۔ شیومان "یونان قدیم" ۱، ۳۱ ۳۵۶ وغیرہ) کی رائے میں قرعے کے ذریعے سے افسروں کا انتخاب دراصل کلئیس تھنیس کا اختراع تھا۔ ڈنکر اور میور لسٹر یوننگ کا خیال ہے کہ ارسطیدیش (اور ۱) میولر اور بوبیل اور بیوسولٹ ("تاریخ یونان" ۲، ۱، ۴) کے نزدیک ایفیالتیس ہی اسکا موجد تھا۔ گلبرٹ صرف کلئیس تھنیس کو مستثنےٰ کرتا ہے۔ ہیروڈوٹس (۶، ۱۰۹) یہ طریق انتخاب کلئیس تھنیس کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اسکے خلاف صرف ایک سوال پیش کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ کہ انکی کیا وجہ ہے کہ باوجود قرعی انتخاب کے اتنک عین وقت پر تمسطاکلیس جیسے بڑے بڑے لوگ آرخن منقرر ہو سکتے تھے۔ اس کا یہ جواب ہے کہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ قرعے کیسے ترتیب دیئے جاتے تھے۔ جس شخص کے نام کی گولی کلسے میں نہیں ڈالی جاتی تھی اسکا انتخاب ہونا محال تھا اور اگر صرف ایک ہی گولی ڈالی جاتی تھی تو ظاہر ہے کہ ایک ہی نکلتی تھی۔ اس طریقے کو مضحکہ انگیز سمجھنا بالکل بیکار ہے۔ قرعی انتخاب کا انتظام بالکل ویسے ہی کیا جاتا تھا جیسا ازمنۂ وسطےٰ میں شہر فلورنس میں۔

[۱۹] پلوٹارک "کیمون" ۱۱ اہمیت سے خالی نہیں۔ کیمون راستہ بتاتا تھا۔ اس دور میں ہر ایک حلیف سے علیحدہ علیحدہ برتاؤ کا طریقہ عام طور پر رائج تھا۔

میں ہی اس سرگروہی کو تسلیم کرلیا تھا اور سنہ ۴۸۰ قم اور ۴۷۹ قم میں اسنے قطعی طور پر مان لیا تھا
مگر جو ہی لڑائی یورپی یونان سے ایشیا اور ہیلیس پونٹ کو منتقل ہوئی اسپارٹا سے سرگروہگی
کی اہلیت جاتی رہی۔ اور اسکے علاوہ اسپارٹی اور پیلوپونیزی ان حصوں میں لڑائی سے
تھمک گئے۔ جب اسپارٹا ایشیائی یونانیوں کو ایران سے نہ بچاسکا تو انھوں نے ایتھنز
سے پناہ مانگی۔ ایتھنز نے انکی سرگروہی کو تسلیم کرلیا اور اسکو اپنے ہی اختیار میں رکھا۔ اس
تحریک کے اولین مدارج کا علم مثل اسی قسم کے اور بہت سے معاملات کے ابتدائی حالات کے
ہمکو بہت کم ہے[۲۰] صرف یہ تیقن کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ جب ایتھنز نے ایرانیوں کے خلاف
رہنمائی اختیار کی تو اسکے نئے حلیفوں یعنی ایشیائی اور جزائری یونانیوں میں نہ کسی قسم کی
ترتیب تھی نہ تنظیم۔ اور چونکہ اکثر کا یہ خیال تھا کہ ان میں جنگی قابلیت بالکل مفقود ہوگئی ہے
اسلیئے وہ روپیہ دینا اور وقت پر جہاز اور سپاہی ایتھنز کے حوالے کردینا اور باقی تمام ضروریات
کو ایتھنز پر ہی چھوڑ دینا مناسب سمجھتے تھے۔ اسی لیئے اسکی ضرورت پیش آئی کہ ہر حلیف کے
چندے کی مقدار مقرر کردیجائے۔ اور یہ کام ارسطیدیش نے اپنے ذمے لیا۔ اسکا طریق
عام طور پر پسند کیا گیا اور ارسطیدیش کا مقرر کردہ فوروس یا خراج اس کی موت کے
بہت دن بعد تک بھی بہترین تخمینہ قرار دیا گیا[۲۱] خزانہ دیلوسی اپولو کے سپرد
کردیا گیا جو ایونی محافظ دیوتا تھا اور اس کا انتظام ایتھنز کے نمایندوں کے ہاتھ میں

[۲۰] اس معاملے اور ہینسیاٹی لیگ کے قیام میں بہت کچھ یکسانی پائی جاتی ہے ؎

[۲۱] ارسطیدیش کی موت کیلیئے دیکھو پلوٹارک "ارسطیدیش" ۲۶۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی موت کے مقام اور واقعات متعلقہ کی بابت تین روایتیں مشہور تھیں۔ ان میں سے اغلب وہ ہے جس کا ہیوسولٹ نے ۲، ۳۶۹ اور ۳۹۷، میں ذکر کیا ہے کہ وہ پونٹوس کے باضابطہ سفر میں ۴۶۸ قم یا اس کے بعد مرا۔ تعجب ہے کہ اتنے بڑے شخص کی موت کے متعلق اسقدر متضاد روایات ہوں۔ ہیوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات کا تخمینہ:۔ ۴۷۸-۴۷۷ قم ایران کے خلاف ایتھنز کی سرگردگی (ہیوسولٹ ۲، ۳۴۴) ۴۶۸ قم۔ پوسانیاس کی موت (۲، ۳۸۲)۔ غالباً ۴۷۱ قم۔ تمسطاکلیس کا اخراج (۲، ۳۶۹)۔ غالباً ۴۶۸ قم تمسطاکلیس کی فراری (۲، ۳۸۹) ۴۶۲ یا ۴۶۱ قم تمسطاکلیس کی موت (۲، ۳۹۶) ۴۶۸ قم کے بعد ارسطیدیش کی موت (۲، ۳۹۷) ؎

رکھہ دیا گیا۔ اسطرح حلیفوں نے ایتھنز کو از خود اپنا سردار تسلیم کرلیا۔ اور اسکے بعد ایتھنز نے ہر ایک رعایت کو جو اسکو ایک مرتبہ دی گئی اپنا حق سمجھا۔ اور کسی حلیف کی مشارکت سے علیحدگی کی کوشش کو بغاوت قرار دیا۔ بدقسمتی سے بلحاظ یونانیوں کے اوصاف کے یہ طریق عمل انکے لیئے کسیطرح پر بھی غیر ضروری نہ نکلا ؛

اسناد

متعلق باب ہفتم

ہم اسوقت اس زمانے کی تاریخ کے ابتدائی سنین کا بیان کر رہے ہیں جسکو مورخوں نے "خمسینی" کہا ہے۔ مگر یہ مدت در اصل چہل سالہ مدت ہے جو ۴۷۹ قم میں شروع ہوئی اور ۴۳۹ قم تک رہی۔ اسی سال میں ساموسی لڑائی ختم ہوتی ہے اور پیلوپونیزی لڑائی کے پیش خیمے سامنے آتے ہیں اور اسناد اور تواریخ دونوں کیلیئے ایک نیا تاریخی دور شروع ہوتا ہے۔ تاریخ تمدن کے سوا جسکے لیئے بہت سے عظیم الشان نامکمل آثار اسوقت تک موجود ہیں اس چہل سالہ مدت کیلیئے ہم تک نہایت کم اسناد پہنچی ہیں۔ کتبوں کے سوائے جنمیں سے بعض نہایت اہم ہیں مگر جو ہم تک غیر مکمل حالت میں پہنچے ہیں ہمارا علم محض قدیم تواریخ تک محدود ہے۔ یہ تواریخ دو حصوں میں تقسیم کیجا سکتی ہیں ایک تو کم و بیش سنوی وقائع اور دوسرے سوانح عمریاں طوسی دیدیس اور دیودورس پہلی طرز کے اسناد ہیں اور پلوٹارک کی لکھی ہوئی تمسطاکلیس ارسطیدیس کیمون اور فارقلیس کے سوانح عمریاں دوسری شق میں آتی ہیں۔ نکیاس اور الکی بیادیس کی سوانح عمریاں در اصل پیلوپونیزی زمانے سے تعلق رکھتی ہیں منجملہ ان تمام اسنادوں کے طوسی دیدیس ہی واقعات کا قریبًا معصر ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے اسکی بنا ذاتی واقفیت پر مبنی ہوسکتی ہے۔ اسکی تصانیف کے مطالعے سے اسبات کا دل پر گہرا اثر ہوتا ہے کہ اسنے اکثر سچ کی تہ کو پہنچنے کی کوشش کی اور ایک حد تک وہ پہنچ بھی گیا۔ آجکل کے بعض مورخوں نے اسکے خلاف چند الزامات لگائے ہیں جنکے لیئے اکیسویں باب کے حاشیے دیکھنے چاہئیں جب مصنفین مابعد کو کسی امر میں طوسی دیدیس سے اختلاف ہو تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان کو

طوسی دیدش سے بہتر معلومات بہم پہنچ سکتی تھیں؟ آیا انکی معلومات کا طوسی دیدش کے ذرائع سے بہتر قابل وثوق ماخذ تھا؟ یہ کافی نہیں کہ محض ان مصنّفین کے نام بتادیئے جائیں جن سے انھوں نے اقتباس کیا ہو اسلیئے کہ ممکن ہے کہ جو مصنف کتاب کا اصل ماخذ ہو اسی سے اقتباسات کم کئے گئے ہوں۔ اسلیئے ان اقتباسات کو نظر انداز کر کے ہمیں یہ دریافت کرنا چاہیئے کہ کن کن اسنادوں کو استعمال کیا گیا اور کون سی اسناد کو وہ استعمال کر سکتے تھے اور کس طرح انھوں نے ان اسنادوں سے استفادہ کیا۔

اس پچھلی بات کے متعلق جسکی اہمیت بہت زیادہ ہے، عرصہ دراز تک اہل علم کا یہ خیال رہا کہ دیودورس اور پلوٹارک نے اپنے اسناد کی نقل کرنے میں کورانہ روش اختیار کی ہے اور یہ نقول لفظ بہ لفظ پلوٹارک اور دیودورس کے تصانیف میں مل سکتی ہیں۔ لیکن یہ رائے اب تقریباً ناقابل قبول رہ گئی ہے اور کم سے کم پلوٹارک کے متعلق تو اب کوئی اس خیال کا مؤید نہیں رہا۔ ہر ایک قدیم مورخ کا طریقہ بھی ویسا ہی جدا تھا جیسا کہ اب ہمارا بعض تو صرف اپنے اسناد کے ساتھ ہی چلتے تھے اور بعض نفس مضمون پر روشنی ڈالتے تھے۔ پلوٹارک دہیاتی اور نقاش تھا، اور دیودورس سے زیادہ آزادی کے ساتھ تاریخی مواد پر ہاتھ ڈالتا تھا۔ اسی وجہ سے یہ معلوم کرنا کہ کہاں ایک نئی سند کا استعمال ختم اور دوسری سند کا شروع ہوتا ہے پلوٹارک میں بہ نسبت دیودورس کے زیادہ مشکل ہے۔ اگر ہم یہ دریافت کرنا چاہیں کہ پلوٹارک یا دیودورس نے تاریخی مواد کا بہترین استعمال کیا اور اسکے مفہوم کو صحت کے ساتھ ادا کیا یا نہیں تو ہمکو فوراً یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ انکی صحت اس پایہ کی نہیں ہے جسپر پورا اعتبار کیا جاسکے۔ دیودورس نے اسلیئے غلطیاں کی ہیں کہ وہ اس ذخیرہ اسناد کو نہ سمجھ سکا جو اسکے سامنے تھا۔ اور جیسا ہم تفصیلاً بعد میں بیان کرینگے پلوٹارک کو بہ نسبت فرداً فرداً ہر ایک واقعے کی صداقت کے نفس زندگی کی خاص اہمیت سے زیادہ بحث تھی۔ بدیں وجوہ پلوٹارک اور دیودورس دونوں کی تصانیف کے استعمال میں بہت سی مشکلات ہمارے سامنے آئینگی۔ انکے سلسلہ بیان کی قدر اس وجہ اور بھی کم ہو جاتی ہے کہ سوائے طوسی دیدش کے باقی تمام قدیم اسناد جنکا انھوں نے اعتبار کیا ہوگا بلاشبہ قطعی بیکار ہیں۔

سوال یہ ہے کہ وہ کونسے مصنف ہیں جنسے ان دونوں نے حقیقتہً مدد لی ہوگی۔ موجودہ تحقیقات جسکی بہترین مثال کیلیئے دکھیول ہولتسا بفیل "تجسس متعلق تاریخ یونان

از ۴۸۹ سنہ ق م تا ۴۱۳ سنہ ق م"۔ لائپزگ ۱۸۸۹ء) سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ ان کے
اصل ماخذ ایفورس اور تھیوپومپس تھے۔ اور جن دوسرے مورخوں سے انھوں نے
مدد لی وہ نہ تو ان دونوں سے زیادہ قدیم ہیں اور نہ ان سے زیادہ قابل وثوق۔ ایفورس
اور تھیوپومپس دونوں چوتھی صدی ق م میں تھے اور اسلیئے انیس اور "خمسینی" کے
واقعات میں ایک صدی سے زیادہ کا تفاوت تھا۔ ۴۸۰ سنہ ق م سے ۴۴۰ سنہ ق م تک
کے جو واقعات انھوں نے لکھے ہیں انکے ماخذ محض ادبیات ہی ہوسکتے ہیں۔ اب سوال
یہ پیدا ہوتا ہے کہ سوا طوسی دیدیش کے اور کوئی ایسی تحریر ان کے پاس موجود بھی تھی
یا نہیں۔ اور کیا ایفورس اور تھیوپومپس کو قابلیت یا خواہش ان چالیس سال کے
صحیح واقعات دریافت کرنے کی تھی بھی یا نہیں۔ موخرالذکر کی بابت تھیوپومپس نے اپنی
"تاریخ فیلفوسی" کے دسویں مقالے میں اس مدت کا ذکر کرنے میں صرف اس غرض سے
مضمون نگاری کی ہے کہ اتھنز کی عمومیت کے نقائص دکھائے اور اسکی بیخ کنی کرسکے۔
ایفورس کا مقصد ضرور اس عہد "خمسینی" کی تاریخ لکھنا ہے۔ گو پہلے تو فریکے وغیرہ نے ایک
عرصۂ دراز تک اسے قابل اعتبار مصنف قرار دیا ("تحقیقات ماخذہائے پلوٹارک متعلق
نکیاس والکبیادیس" لائپزگ ۱۸۶۹ء) لیکن آخرترین تحقیقات سے وہ قطعی ناقابل
اعتبار ثابت ہوچکا ہے۔ ہولسولٹ نے اپنی "تاریخ یونان" کی دوسری جلد میں قطعی طور پر
ثابت کردیا ہے کہ یہ مصنف کسی صورت سے سچا نہیں مانا جاسکتا۔ بلکہ بعض مرتبہ تو اس کا
جھوٹ فریب کی حد تک پہنچ جاتا ہے (ہولسولٹ ۲، ۱۰۵ - ۱۰۶، ۱۵۲، ۱۵۴، ۱۵۸، ۱۷۸، ۲۲۲،
۲۴۴ وغیرہ) ایفورس اور تھیوپومپس دونوں اہل بلاغت تھے اور مشہور بلیغ اسیقراطیس
کے شاگرد تھے۔ انھوں نے تاریخ اظہار واقعات کیلیئے نہیں بلکہ اپنی فصاحت دکھانے اور
محض ادبی تعلیم کی خاطر لکھی تھی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ انکا مقصد واقعات کو سچا بتانا تھا
تو بھی وہ سوا طوسی دیدیش کے کہاں سے واقعات اخذ کرسکتے تھے؟ اول تو انکے زمانے
میں سرکاری نوشتے مثلاً تجاویز عموم، حسابات وغیرہ ضرور موجود ہونگے اسلیئے کہ انمیں بعض
ہم تک بھی پہنچے ہیں، مگر ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ انکا معتدبہ استعمال کیا گیا ہو۔
سب سے پہلا شخص جسنے ان ماخذہائے تاریخ کی طرف اس سیاسی تحقیقات کی خاطر جسکا بانی
موجد ارسطاطالیس تھا، توجہ کی وہ انیتی گونس گوناتاس کا بھائی کراتیرس تھا۔ اسنے ایک کتاب

تجاویز ایتھنز" مرتب کی جسکا پلوٹارک میں بھی ذکر ہے۔ اسکے ساتھ چند اور مصنف گزرے ہیں جو عہد "تمسیتی" میں تھے اور جنکی تحریرات سے الفوریس اور تھیوپومپس نے اتنی ہی مدد لی ہوگی جیسے انہوں نے طوسی دیدیش سے مدد لی۔ اور جیسا خود پلوٹارک نے کیا ہے۔ مگر ہر امکانی حیثیت سے انکی تحریرات کچھ کم مایہ تھیں۔ وہ تحریرات خصوصی ایون نے اپنی کتاب اپی دیمیائی میں دئیے ہیں اور ستیسمبروتش ساکن تھاسوس کی وہ کتابیں ہیں جو اسنے تمسٹاکلیس، طوسی دیدیش اکبر اور فارقلیس پر تصنیف کی ہیں۔ یہ تصانیف دراصل محض تذکروں کے تحت میں آسکتی ہیں۔ بعد پلوٹارک نے انکے متعلق سوانح عمری فارقلیس میں جو رائے ظاہر کی ہے وہ بالکل درست ہے (فارقلیس ۱۳) ایون نے تو اہم واقعات کے متعلق بہت کم لکھا ہے۔ اور باوجود شمڈٹ کی کوشش کے (ڈورفارقلیس جلد ۲) ستیسمبروتش تاریخ یونان میں اس اہمیت کو نہیں پہنچا جو شمڈٹ اسکو دینی چاہتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ جیسا شمڈٹ کا خیال ہے اگر ستیسمبروتش ہی "تمسیتی" کیلئے پلوٹارک کا اصل ماخذ تھا اور اگر اسپر اعتبار کیا جاسکے تو ایسی صورت میں ۵۰ ق م سے ۴۰ ق م کے واقعات کے متعلق ہمارا علم قابل اطمینان ہو جائیگا مگر شمڈٹ یہ ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہوا ہے کہ پلوٹارک نے اس مورخ سے کچھ زیادہ مدد لی تھی، اور نہ وہ ستیسمبروتش کو اس الزام سے بری کرسکا ہے کہ اسنے محض بازاری گپ کو ضبط تحریر میں لانے پر اکتفا کیا تھا۔ نتیجہ یہ ہے کہ جن واقعات کا سرچشمہ ستیسمبروتش قرار دیا جاتا ہے وہ صحیح طور پر کچھ مشکوک سمجھے جاتے ہیں۔ (بیوسولٹ ۲، ۱۹۴۴) حال ہی میں حقیقت واقعی تک پہنچنے کا ایک اور راستہ اختیار کیا گیا ہے۔ اگر بیوسولٹ اور بعض دیگر مورخین کی یہ رائے ہے کہ الفوریس نے اپنی تصنیف کا ایک معتدبہ حصہ کسی اٹیکائی سے نقل کیا ہے۔ یہ قرار داد فی نفسہ اہم ہوتی اسلیئے کہ مقامی تجسس بہت سی نئی معلومات کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ مگر یہ بنسبت تاریخ کے قدیمیات کیلیئے زیادہ قابل قدر ہے۔ دوسرے اٹیکائی وقائع نگار ۴۰۳ ق م کے بعد ہی اپنا کام شروع کردیتے ہیں اسلیئے وہ الفوریس سے کچھ زیادہ اہم نہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان پر آجکل زیادہ اعتبار بھی نہیں کیا جاتا۔ اور بیوسولٹ (۱، ۳۶۳) کے نزدیک انکی تحریرات خودستائی اور ناقابل وثوق تفصیل سے بھری ہوئی ہیں۔ سامویسی دوریس کے وقائع کے بھی (جو چوتھی صدی کے آخری حصے میں لکھے گئے تھے) ممکن ہے کہ مقامی اہمیت ہو۔ مگر ان تمام

مصنفین کے متعلق ہمارا صرف ایک سوال ہے۔ اور وہ یہ کہ کیا یہ قرین قیاس نہیں کہ انہوں نے اپنے ملک کے نام و نمود کیلیئے ہر قسم کے واقعات کو بڑھا چڑھا کر اپنی تحریرات انسے پُر کر دی ہوں، خواہ وہ واقعات سچے ہوں یا جھوٹے۔

تبصرہ بالا پر نظر کر کے ۵۰۰ ق م سے ۴۸۰ ق م تک کے تاریخ کے اسناد کی وقعت کا اندازہ مفصلہ ذیل ہے:

صرف طوسی دیدش ہی قطعی طور پر قابل اعتبار ہے۔ غالبًا اسکی رائے ہیلانیکوس کا تتمہ لکھنے کیلیئے سچ تھی اسلیئے کہ اسنے بہت کم واقعات کا اعادہ کیا تھا (طوسی دیدش ا، ۹۷)۔ مگر خود طوسی دیدش نے بھی ان واقعات کو جو ایتھنز کے عروج کا باعث ہوئے محض اجمالی طور پر بیان کیا ہے۔ نوشتوں سے نہ صرف اسکے بیانات کا تکملہ کیا جاسکتا ہے بلکہ اسکی تصحیح بھی ممکن ہے۔ اسکے ساتھ ہی یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ دیودورس، پلوٹارک یا دیگر مصنفین مابعد اسکے خلاف ہوں تو انھیں رد کر دینا ہی بہتر ہے۔ اور اگر آپس میں کوئی اختلاف نہ ہو تو پھر جیسا مصنف ہو اور جیسی اسکی تحریر کی حقیقی قیمت ہو اتنا ہی اسپر اعتبار کیا جائے۔ ان مصنفین مابعد کی تصانیف سے اس حصۂ تاریخ (مثلاً تاریخ تمدن) کو جسکا سنویات پر زیادہ انحصار نہیں، بہت مدد مل سکتی ہے۔ اور اسکی ایک مثال پلوٹارک کی سوانحعمری فارقلیس ہے۔

مگر سنویات کیلیئے ان مصنفین مابعد کی کوئی وقعت نہیں اور اسکے متعلق دیودورس اور پلوٹارک کو غلط اہمیت دی گئی ہے۔ اس وقت ہمارے زیر بحث دور "خمسینی" کے سنویات کا سوال ہے جسکے واقعات پر حال میں مفصلہ ذیل مصنفین نے تنقید کی ہے:-

(۱) ک، و، کریوگر: "تاریخی اور لسانیاتی مطالعات" جلد ۱ ۔ ۱۸۳۶ء

(۲) ا، اشیفر "واقعات بعد جنگ ایران من ابتدا دلیگ سہ سالہ" لائپزگ ۱۸۶۵ء

(۳) انگر: "ماخذ ہائے دیودورس" جلد ۲ ۱۸۸۱ء

(۴) و، پیرسن: "طوسی دیدش کا بیان "خمسینی" کے واقعات کے متعلق" ۱۸۶۹ء

(۵) فونکلو ار ڈسن کی تصانیف سے اقتباسات بعد میں آئینگے

(۶) ڈنکر "تاریخ قدیم" ۸ و ۹

(۷) بیوسولٹ: "تاریخ یونان" جلد ۲ جسمیں ہر ایک واقعے پر مدلل بحث کیگئی ہے

مختلف علماء کے اخذ کردہ دلائل میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی عام طور پر مصنفین کا یہ خیال ہے کہ فردی واقعات کے متعلق قطعی نتائج پر پہنچنا ممکن ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں اسکے برخلاف یہ ثابت کرسکونگا کہ ہماری اسناد اس قسم کی ہیں کہ ہمارے لیئے محفوظ طریقہ یہی ہے کہ ہم سنوی نتائج کو قطعی ماننے کیلیئے تیار نہ ہو جائیں۔

طوسی دیدس میں بہت کم تاریخیں دی ہوئی ہیں، اسکے خلاف دیودورس ہر واقعے کی ترتیب سنین واقعے کے موافق کرتا ہے۔ اسپر ہرکس وناکس یقین کرسکتا تھا (اور عرصۂ دراز تک یقین کیا بھی گیا) کہ دیودورس کے سنویات تاریخ کی بنیاد قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ مگر فولکوآرڈسن ("تجسسات متعلق ماخذہائے دیودورس" ۱۱-۱۶ کیل ۱۸۶۸ء) نے یہ قطعی طے کر دیا ہے کہ الفورس نے جسپر مشرقی یونان کی تاریخ کے لیئے دیودورس پورا اعتماد کرتا ہے بلا قید سنین اپنی تاریخ لکھی تھی اور میں نے اپنی "تاریخ سسلی" میں اس واقعے کیلیئے تازہ شہادت جمع کی ہے۔ دوسرے حال کے دیگر محققین نے جو نظریئے دیودورس کے ابتدائی سنین کے متعلق قائم کئے ہیں انسے اسکی افادیت بطور سنوی مورخ کے اور بھی کم ہو جاتی ہے۔ خود انگر کے بھی عجیب وغریب مفروضے سے بھی کچھ مدد نہیں ملتی مگر اسکا بیان حال ہی میں کیا جائیگا۔

میرا خیال ہے کہ صفحات آئندہ میں یہ ثابت کر دونگا کہ گو دیگر عہدوں کی سنوی تعین میں دیودورس صحت کی پابندی کرتا ہو (جنگ پیلوپونیز کے واقعات تو اسنے نہایت بگاڑ کر پیش کئے ہیں حالانکہ اسکی امداد کیلیئے بہترین مواد موجود تھا۔ دیکھو فولکوارڈسن ۱۱۱) مگر اسنے "خمسینی" اور خاصکر ۴۸۰ ق م سے ۴۵۹ ق م تک کے حصہ اولین کے واقعات کے متعلق ایک محض مصنوعی سنوی تسلسل قائم کرکے اپنی تاریخ کے پڑھنے والوں کو دھوکہ دیا ہے۔ وہ دراصل یہ چاہتا تھا کہ تاریخی زمانے میں اخباری طرز قائم رکھے اور ٹھیک اس جگہ پہنچ کر اسناد نے اسے کچھ مدد نہ دی۔ اسکی غلطی کا سب سے بیّن ثبوت جو اس سے باوجود اسکی بہتر علمیت کے سرزد ہوئی ہے ۱۱، ۶۰-۶۲ میں ہے جہاں اس نے کیمون کے تمام کارنامے ایک ہی سال میں دکھائے ہیں گو اسے یہ علم ضرور ہوگا کہ وہ سب واقعات ایک ہی سال میں ظہور پذیر نہیں ہوسکتے۔ دراصل دیودورس نے ۴۷۹ ق م سے ۴۵۹ ق م تک کی تاریخ کی ترتیب مضامین کے اعتبار سے کی ہے اور اس کا اخباری ڈھانچہ

محض دھوکہ ہی دھوکہ ہے ؛
دیودورس کے نزدیک تسلسل واقعات مفصلہ ذیل ہے [اسمیں میں نے (الف)
(ب) (ج) وغیرہ کو علیٰحدہ علیٰحدہ شقوں میں تقسیم کیا ہے اور مغربی یونان کے واقعات کو
نظر انداز کر دیا ہے جسکے لئے دیودورس اکثر تمائیس کا تتبع کرتا ہے] :-

(الف) ۱۱، ۳۷۔ سستوس کی تسخیر۔ ۴۷۹ سنہ ق م ؛
(ب) ۱۱، ۳۹، ۴۰۔ ایتھنز کی دیوار دلی تعمیر۔ ۴۷۸ سنہ ق م ؛
(ج) ۱۱، ۴۱۔۴۳۔ پرائی اس کے استحکامات۔ ۴۷۷ سنہ ق م ؛
(د) ۱۱، ۴۴۔۴۶۔ پئوسانیاس کا خاتمہ ۔ ۴۷۷ سنہ ق م ؛
(ہ) ۱۱، ۴۷۔ ارسطیدیش کی تدابیر۔ ۴۷۷ سنہ ق م ؛ (۱۱، ۴۸ لیوتی خدیس کی
موت کا بیان جو ۴۷۶ سنہ ق م میں واقع ہوئی ایک اور محض سنوی ماخذ سے لیا گیا ہے) ؛
(و) ۱۱، ۵۰۔ ایران کے خلاف سیادت سے اسپارٹا کی دست بر داری ۔ ۴۷۵ سنہ ق م ؛
(ز) ۱۱، ۵۴۔۵۹۔ تمسطاکلیس کا زوال ۴۷۱ سنہ ق م ؛
(ح) ۱۱، ۶۰۔۶۲۔ کیمون کی تدابیر۔ ۴۷۰ سنہ ق م ؛
(ط) ۱۱، ۶۳۔۶۴۔ اسپارٹا کے جنگ میسنیا کے باغیوں کے خلاف ۔ ۴۶۹ سنہ ق م ؛
(ی) ۱۱، ۶۵۔ می کے نائے کی شکست۔ ۴۶۸ سنہ ق م ؛
(ک) ۱۱، ۷۰۔ ایتھنز یوں اور انکے حلیفوں کے تنازعات ۔ ۴۶۴ سنہ ق م ؛
(ل) ۱۱، ۷۱، ۷۴، ۷۵، ۷۷۔ مصر کا بیان الفیالتیس تک ۴۶۳ سنہ ق م تا ۴۵۸ سنہ ق م ؛
(م) ۱۱، ۷۸۔ ایتھنز کے کارنامے، اپی دورس اور ائی گینا کے ساتھ جھگڑے ۴۵۹ سنہ ق م ؛
(ن) میگارا ایتھنز کا ساتھ دیتا ہے۔ می رونیدیس کی فتح ؛

یہ واقعات کی چودہ فہرستیں ہوئیں جنمیں ہر ایک بذاتہ مکمل ہے ؛ انمیں سے بارہ فہرستوں
کو دیودورس نے ایک ہی سال میں رکھا ہے ؛ ۱۱، ۶۴ میں دیودورس کہتا ہے کہ میسنیا کی
بغاوت (ط) دس برس متواتر رہی ۔ ۱۱، ۸۴ کے مطابق اسکا اختتام چودھویں سال ہوا۔
اور یہاں اسکو ایک ہی سال میں ختم کر دیا گیا ہے ؛ صرف مصر کے ہی واقعات (ل) ایسے ہیں
جنکو چار سال پر پھیلایا گیا ہے ؛ تسلسل واقعات در اصل مفصلۂ ذیل تھا:-
۱۔ (ب) اور (ج) ممکن ہے کہ ایک ہی سال میں ہوئے ہوں۔ مگر یہ خلاف قیاس ہے ؛

۲-(د) اور (ہ) میں کئی سال لگے۔

۳-(و) یعنی اسپارٹا کی دست برداری دراصل (د) اور (ہ) کے فوراً بعد آنا چاہیئے۔ مگر یہاں ایک سال کا وقفہ دیا گیا ہے۔

۴-(ز) (ح) اور (ک) یعنی تمستا کلیس کا زوال، کیمون کی تدابیر اور اینھنزیوں کے تنازعات میں ایک ایک سال سے زیادہ عرصہ ضرور لگا ہوگا۔

گویا بارہ فہرستوں میں سے یقیناً پانچ اور غالباً دو اور ایسی ہیں جنکو ایک ایک سال میں محدود کر دینے میں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ اس سے دیودورس بطور ایک محقق سنویات کے بالکل غیر مفید ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اسبات پر اصرار کیا گیا ہے کہ واقعات کی صرف ظاہری صورت ہی اسکے خلاف ہے۔ اسمیں تو شبہ ہی نہیں کہ وہ مختلف واقعات کو ایک ہی سال میں شامل کر دیتا ہے اور (ط) میں تو وہ خود اسکا مقر ہے۔ اگر یہ سب اسنے کسی خاص اصول کو مدنظر رکھکر کیا ہے اور اگر یہ اصول کسی طرح معلوم ہو جائے تو یہ ممکن ہے کہ اسکے تسلسل واقعات سے ہمیں مدد مل سکے۔ انگر اور بعض دیگر مورخین کا یہ خیال ہے کہ وہ دراصل ان تمام واقعات کو جو کسی خاص سال میں شروع ہوئے ہوں اسی سال کے متعلق کر دیتا ہے اور اسکی پروا نہیں کرتا کہ بعض واقعات اس سال کے بعد بھی جاری رہے ہوں۔ مگر اس اصول کا تطابق اتنا مشکل ہے کہ فولکوارڈسن اور ہیوسولٹ تو یہ کہتے ہیں کہ "ہر ایک مجموعہ واقعات کسی خاص واقعے کے سال کے تحت رکھا گیا ہے" (ہیوسولٹ ۲ ۱۴۱، ۳۱)۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہمیں یہ کسطرح معلوم ہو کہ اسکے نزدیک وہ خاص واقعہ کونسا ہے۔ مثلاً وہ کونسا واقعہ ہے جو ۷۷ قم میں پیش آیا اور جسکی وجہ سے پوسانیاس کا زوال اور ارسطیدس کی تدابیر اس سنہ میں رکھی گئیں۔ یوں تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آخیر واقعہ سے ہی دیودورس نے تاریخ کا تعین کیا ہو (باب ۴، ۳، ۶)۔ میری رائے یہ ہے کہ ان تمام نظیروں کے تطابق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب غلط اور بیکار ہیں، اور مجھے یقین ہے کہ دیودورس نے ۴۷۹ قم سے ۴۵۹ قم تک کے واقعات کی تحقیقات کی زحمت گوارا نہیں کی۔ بلکہ جہاں ایفورس چھوڑ گیا تھا وہاں سے واقعات کو شروع کر دیا اور سلسلہ بیان میں مختلف آرخنوں کے نام جہاں جی چاہا لکھ دیئے۔ یہ سلسلہ بیان باقاعدہ اور مرتب ہے اور مفصلہ ذیل ہے :-

سستوس کی تسخیر کے بعد جب جنگ ایران ختم ہو جاتی ہے :-

(الف) ایتھنز شہر کی دیواریں تعمیر کرتا ہے تاکہ وہ اپنی آزادی قائم رکھ سکے (ب)۔
اور ساتھ ہی پرائی اُس کے استحکامات درست کرتا ہے (ج)۔
ایتھنز کی قوت بڑھ رہی ہے اور اسپارٹا کو پیُوسانیاس کے رویئے کی وجہ سے زوال
ہو رہا ہے (د)۔
اسلئے ایتھنز ایک نئی لیگ کا اپنے آپ کو سرگروہ بناتا ہے (ہ)
اور اسپارٹا گویا بحری سیادت سے دست بردار ہو جاتا ہے (و)
مگر ایتھنز کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسلئے کہ تمسطاکلیس کا حشر بھی پیُوسانیاس
کے مثل ہوتا ہے (ز)
یہ سچ ہے کہ ارسطیدیش نے ایک بحری لیگ قائم کردی ہے مگر بجائے اسکے کیموں
کے سر ہی فتح کا سہرا رہتا ہے (ح)۔
اسی دوران میں اسپارٹا کو بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ایک بڑے
زلزلے کے بعد ہیلوٹ بغاوت کردیتے ہیں اور میسنیا میں اسپارٹیوں کی
مقاومت کرتے ہیں (ط)۔
آرگوس کو یہ موقع مل جاتا ہے کہ وہ اپنا اقتدار بڑھائے اور مائی کینائی کو برباد کردے (ی)
ایتھنز کی مشکلات دوسری قسم کی ہیں۔ انکا اصل سبب اسکی بڑی قوت اور اپنے
حلیفوں کے معاملات میں مداخلت اور بدنصیب مصری مہم ہے (ل)۔
پیلوپونیزی اسی موقع سے فائدہ اٹھاکر ایتھنز پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ (م-ن)
مفصلہ بالا ایک عمدہ اور باقاعدہ بیان ۴۷۹ء قم سے ۴۵۹ء ق م تک کے واقعات
کے ارتقا کا ہے۔ جزئیات کا اندراج صرف دو صورت سے ممکن تھا۔ یا تو اخبار کی طرز اختیار
کی جاتی۔ مگر ایسی صورت میں اسپارٹی اور ایتھنزی واقعات کو ایک دوسرے میں مخلوط کرنا پڑتا
اور کیموں اور پیُوسانیاس وغیرہ کے کارنامے اسی خلط آمیز طرز پر ترتیب دینے پڑتے۔
دوسرے یہ ممکن تھا کہ مصنف ان واقعات کو جو ایک ہی برس کے اندر گزرے ہوں ایک ساتھ
نہ لکھے بلکہ ان واقعات کو مجموعی طور پر بیان کرے جنکا ایک دوسرے سے کوئی اندرونی تعلق ہو۔
موخرالذکر طریقے پر ایفورس نے عمل کیا ہے۔ اگر وہ سنین کو بھی بیان کرنا چاہتا تو ایک ہی سنہ کا مختلف
تقسیموں کے تحت ذکر آتا۔ مگر ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ایفورس نے ایسا کیا ہو۔ ایڈیوڈورس

کو لیجئے۔ اس کا منشا یہ تھا کہ تاریخی زمانے کے واقعات کو اخبار کی شکل میں لکھے مگر اسکی تحریرات کا اکیلا ماخذ الیفورس تھا۔ مگر الیفورس نے اس طریقے سے اپنی تصنیف مرتب نہیں کی تھی اور الیفورس ہی کی اس نے نقل کی تھی۔ پھر ایسے وقائع کسطرح دستیاب ہوے؟ اس نے نہایت اطمینان سے مختلف سنین الیفورس کے مختلف سرخیوں کے سامنے رکھدیئے جنکو الیفورس نے تشابہ مطالب کے مطابق ترتیب دیا تھا۔ مفصلہ ذیل تمثیلات سے یہ ظاہر ہوجائیگا کہ اسکی سنویت نہ صرف ناممکن ہے بلکہ ترمیموں کے بعد بھی قطعی بیکار ہے + + اگر واقعہ (د) [یوسانیاس] ۴۷۷ ق م سے شروع ہو سکتا ہے جسکے خلاف ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں (قیبرس) تو پھر ایسی صورت میں ۴۷۷ ق م میں ہی واقعہ (ہ) (ارسطیدش) ممکن نہیں۔ اس لیئے کہ جو الفاظ ۱۱ ۶ ۴۶ میں استعمال کئے گئے ہیں اور جن میں یوسانیاس کی پبلک زندگی کے پہلے سال کا حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ اسی سال کے لئے کسی صورت سے استعمال نہیں ہو سکتے۔ بدیں وجوہ ارسطیدش کیواسطے دیوودورس کی سنویت کا استعمال قطعی ناممکن ہے۔ ساتھ ہی یہ عام طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ واقعہ (ح) [کیمون کے تدابیر] ۴۷۷ ق م میں شروع نہیں ہو سکتا بلکہ اسے ۴۷۶ ق م میں شروع ہونا چاہیئے۔ اور یہ قول تو بالکل فضول ہے کہ کیمون کی پبلک زندگی ۴۷۷ ق م میں ختم ہوگئی ہو گی اس لئے اس سنہ کے متعلق کیمون کا کوئی کارنامہ اس وقت تک معلوم نہیں ہوا۔ اس کے سوائے تھاسوس کی فتح کے بعد (جو ممکن ہے ۴۶۳ ق م میں ہوگئی ہو) واقعہ (ک) میں ایسے واقعات بیان کئے گئے ہیں جن میں سے چند (مثلاً ای گینا کی علحدگی) ۴۵۹-۵۸ ق م تک میں اور بعض (جیسے ایمنی پولس کا تصفیہ۔ ہیوسولٹ ۲، ۴ ۱۵۱) ۴۶۶-۶۵ ق م تک ہوئے ہونگے۔ اگر ہمیں دوسرے ماخذوں سے نہ معلوم ہوتا کہ (ک) کے بعض واقعات دیوودورس کے دیئے ہوئے سنین سے پہلے ہی ہوئے تھے تو اس قسم کے کسی شبہ کی گنجائش بھی نہ رہتی۔ دیوودورس میں تو اسکے متعلق اشارہ بھی نہیں۔ آخرالامر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دیوودورس اصلی نہیں بلکہ مصنوعی سنویت ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ تسلسل واقعات ترتیب مطالب پر مبنی ہے اور تسلسل سنین یا تو گمراہ کنندہ ہے ورنہ محض بیکار ہے۔

اب ہمیں یہ معلوم ہوگیا کہ دیوودورس اور الیفورس ملکر موٹے موٹے واقعات کے متعلق اچھی خاصی معلومات ہم تک پہنچاتے ہیں مگر جہانتک سنین کا تعلق ہے بالکل بیکار ہیں۔

ہم کو ان ماخذوں کا بھی علم ہے جہاں سے الفورس نے اپنے بیان کا ڈھانچہ لیا اور جسمیں اسنے ایک خاص تعداد سلسلہ وار واقعات کی بھر دی۔ اِس کا اصلی ماخذ طوسی دیدِش تھا اور خود طوسی دیدِش بھی سنین کی تخصیص نہیں کرتا۔ اگر ہم طوسی دیدِش کی فصلوں پر عربی حروف تہجّی ڈالیں تو مفصلہ ذیل سلسلوں کا ایک دوسرے سے تطابق ظاہر ہو جائیگا:-

(الف) = "الف"۔ طوسی دیدِش - ا، ۸۹ ؁

(ب) = "ب"۔ طوسی دیدِش - ا، ۹۰-۹۳ ؁

(ج) = "ج"۔ طوسی دیدِش - ا، ۹۳، ۳ ؁

(د) = "د"۔ ا، ۹۴-۹۵- واقعات مابعد کے ساتھ - ا، ۱۲۸-۱۳۴ ؁

(ہ) = "ھ"۔ ا، ۹۶ ؁

واقعہ (و) طوسی دیدِش میں علٰحدہ بیان نہیں کیا گیا بلکہ "د" میں شامل ہے۔ اِس کے ساتھ ہی اسکی ایک ذاتی رائے ا، ۹۷ میں درج ہے جسکے بجائے الفورس نے واقعہ (و) رکھدیا اور جسمیں اسپارٹی واقعات اور ہیتوئیمار یدلیس کا بیان ہے ؁

(ز) کو طوسی دیدِش بہت بعد میں بیان کرتا ہے یعنی ا، ۱۳۵-۱۳۸ میں ؁

(ح) کی ترتیب دیودورس نے ا، ۹۸ اور ا، ۱۰۰ کے ذریعے سے دی ہے۔ اور ان واقعات کی سنویت کا طوسی دیدِش نے زیادہ لحاظ کیا ہے ؁

(ط) = "ط"۔ ا، ۱۰۱-۱۰۳- مگر ۱۰۲ میں تسلسل ٹوٹ گیا ہے ؁

واقعہ (ی) صرف دیودورس میں ہے اور اسکا بیان صرف اسلئے کیا گیا ہے کہ ۱۰۲ میں طوسی دیدِش میں محض آرگوس کا ذکر کر دیا تھا ؁

(ک) = "ک"۔ ا، ۹۸، ۹۹، ۱۰۱ ؁ یہاں یہ عیاں ہے کہ دیودورس نے اِن واقعات کو انکے ابتدائی سالوں کے تحت نہیں رکھا۔ بلکہ انکے ترتیب کا طریقہ بالکل جداگانہ ہے ؁

(ل) = "ل"۔ ا، ۱۰۴، ۱۰۹، ۱۱۰ ؁

(م) = "م"۔ ا، ۱۰۵ ؁

(ن) = "ن"۔ ا، ۱۰۵-۱۰۶ ؁

پس ظاہر ہے کہ دیودورس کی خواہ کوئی بھی سند ہو مگر وہ عموماً طوسی دیدِش کے

تسلسل واقعات کا تتبع کرتی ہے مگر سنویت کو نظر انداز کر کے واقعات کو انکے نفس مطلب کی بنا پر ہی ملانا کافی سمجھتی ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ کیمون کا ذکر کیوں سب سے پہلے ایسے بے تعلق فقرے میں ہے جو سنوی اعتبار سے بالکل بے میل ہے۔ دیودورس کو پہلے پئوسانیاس، ارسطیدِس اور تمِسطاکلیس کا خاتمہ کرنا مقصود تھا۔ اور چونکہ تمِسطاکلیس تماشا گاہ سیاسیات پر ۴۷۱ ق م سے پہلے نہیں آسکتا تھا اس لیئے کہ اس سے قبل ہی پئوسانیاس کا خاتمہ ضروری تھا اور کیمون کو ۴۷۰ ق م تک انتظار کرنا پڑا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ۴۷۵ ق م سے ۴۷۱ ق م تک کے سال خالی رہ گئے۔ مگر دیودورس نے انہیں سسلی کی تاریخ کے واقعات بھر دیئے۔ غالباً اِس کے لئے تمائیس سے جو سنوی اعتبار سے زیادہ باوقعت مصنّف ہے واقعات لئے گئے ہیں۔ مگر ان سنین میں ایتھنز میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہوا ہوگا۔ ان تمام باتوں سے میرا وہ مفروضہ اور بھی زیادہ مستحکم ہو جاتا ہے کہ دیودورس نے واقعات الیفورس سے لئے جسنے انکی ترتیب محض تشابہ مطالب کے اعتبار سے دی تھی اور ہر ایک فصل کے شروع میں کم و بیش من مانی تاریخیں لکھ دیں۔

یہ سچ ہے کہ حال ہی میں اُنگر نے اپنی کتاب میں جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے دیودورس کی سنوی شہرت برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اُنگر فرض کر لیتا ہے کہ دیودورس نے ان سنین کے اوائل کو بالکل چھوڑ دیا ہے جو الیفورس میں مذکور تھے۔ اور اس طرح خود انگر کو بھی تسلیم کر لینا پڑتا ہے کہ دیودورس نے کئی کئی سال کی تاریخ ایک ہی سال میں جمع کر دی۔ مگر اس کی یہ قطعی رائے ہے کہ یہ مجموعۂ واقعات کے پہلے واقعے کا یہ سال ہے اسلیئے دیودورس کی سنویت کسی قدر کار آمد ہے۔ مگر انگر کا کیمون کی سی اہم شخصیت کے حالات میں بالکل تتبع نہیں کیا جاتا۔ اور شاید ہی کوئی مورّخ ہوگا جو اسکی اس رائے سے اتفاق کرتا ہو کہ آئی اون کی تسخیر ۴۷۰ ق م تک عمل میں نہیں آئی۔ خود اُنگر بھی بہت سی باتیں ماننے کیلئے طیار نہیں۔ مگر انکے متعلق اسکا ایک نہایت عجیب و غریب نظریہ ہے۔ اسنے دیکھا کہ دیودورس کسی خاص سال کے واقعات کو اس سال سے پہلے کے موسم خزاں سے شروع کرتا ہے۔ لہذا وہ اس نتیجے پر پہنچا الیفورس نے (جس کا دیودورس نے ضرور تتبع کیا) دراصل مقدونوی سنہ کو جو موسم خزاں سے شروع ہوتا تھا اپنے وقائع کی بنیاد قرار دیا۔ یہی خیال بُوسولٹ کا بھی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ دیودورس ان مشرقی واقعات کا بیان جو ۴۸۰-۷۹-۷۸ ق م میں پیش آئے ان حالات سے شروع کرتا ہے جو

۷۹-۸۰-۸۱، ۴۸۱ سنہ ق م ہوئے۔ مگر اسکا کوئی ثبوت نہیں کہ اسکی اصلی وجہ وہ تھی جو انگمر نے فرض کرلی ہے خود انگمر بھی تسلیم کرتا ہے کہ اس طریقے پر سال کو شروع کرنے کا متواتر عمل نہیں کیا گیا۔ اور جب ہم ان واقعات کی اصلیت پر غور کرتے ہیں جنھیں دیودورس نے اصل سال کے بعد بیان کیا ہے تو ہم ایک بالکل مختلف نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ یہ واقعات اس قسم کے ہیں جنکا تعلق دراصل بحیثیت نفس مضمون اگلے سال سے ہے اور اسی لئے الیفورس نے انھیں آئندہ سال کے واقعات کے ساتھ رکھا ہے۔ مثلاً زرکسنر کی ہم ۴۸۰ سنہ ق م میں ہی بیان کرنی تھی دیودورس کو کیا ضرورت تھی کہ مہم کی طیاریوں کو جنھیں وہ خوب جانتا تھا کہ ۴۸۱ سنہ ق م میں کی گئی ہونگی اصل واقعے سے علحدہ کردے؟ اسطرح بہت سے واقعات جو نفس مضمون کے اعتبار سے کسی خاص مجموعی واقعات سے متعلق تھے نہایت آزادی کے ساتھ اصل سنہ سے ہٹاکر آئندہ کسی سال میں رکھ دئے گئے۔ یہ بات تیقن کے درجے کو پہنچ گئی ہے کہ الیفورس نے واقعات کو ان کے نفس مطلب کے اعتبار سے بیان کیا، درآنحالیکہ انگمر کا خیال کہ انکی سنویت بھی درست ہے نہیں مانا جاسکتا۔ اگر اسے اس قسم کی صحت کا لحاظ ہوتا تو پھر اسکا طرز عمل کیا ہوتا؟ وہ غالباً زرکسنر کی پیش قدمی کے بیان میں یہ کہتا: "اب مقدونوی سال شروع ہوتا ہے، زرکسنر اپنی فوج کو جمع کرتا ہے۔ اسکے بعد موسم بہار شروع ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ" اور اگر واقعات متوازی ہوتے (جیسے پوسانیاس اور ارسطیدس کے حالات) تو وہ غالباً مقدونوی سنہ کی ابتدا کا حال کئی مرتبہ کرتا اسلئے کہ مقدونوی سنہ ہر سال کے واقعات کے اختتام سے ذرا پہلے شروع ہوا کرتا تھا۔ میں اس مفروضے کے ماننے کیلئے ہرگز تیار نہیں اور اس سے الیفورس کے لئے ایک ایسا طرز عمل اختراع کیا جاتا ہے جس سے وہ خود ہرگز واقف نہ تھا۔

اب ہم مختصراً دیودورس کی ۴۷۹ سنہ ق م سے ۴۳۹ سنہ ق م تک کی داستان بیان کرینگے (۱۱، ۷۹ سے ۱۲، ۲۸ تک):-

(س) ۱۱، ۷۹ = س۔ طوسی دیدش ۱، ۱۰۷۔ اس میں اس امداد کا ذکر ہے جو اسپارٹیوں نے ۴۵۸ سنہ ق م میں دورس کے باشندوں کو دی۔

(ع) ۱۱، ۸۰-۸۳ = ع۔ طوسی دیدش ۱۰۷-۱۰۸۔ جنگ تناگرا و جنگ اوینوفیتا ۴۵۷ سنہ ق م؛ (دیودورس کے بیان کیلئے دیکھو باب ۱۰۔ حاشیہ (۶))

(ف) ۱۱، ۸۳ = ص۔ طوسی دیدش ۱، ۱۱۱۔ ایتھنز فارسالس کے خلاف

۴۵۷ سنہ قم ؛

(ص) ۱۱/۷۸ - ف - تولمد اس کی مہلت اور واقعہ - گیتھیم ؛

(ق) ۱۱/۸۵ = ق - طوسی دیدِش ۱/ ۱۱۱ - فارقلیس - اوئینادائے ۴۵۵ سنہ قم ؛ (اس کا ۱۱/۸۸ میں دوبارہ مع اضافوں کے ذکر ہے) ؛

(ر) ۱۱/۸۶ = ذ - طوسی دیدِش ۱/ ۱۱۲ - سیونڈے - ۴۵۴ سنہ قم ؛ اسکے بعد سسلی کی تاریخ بیان کیگئی ہے ؛

(ش) - ۱۲/۳-۴ = ش - طوسی دیدِش ۱/ ۱۱۳ قبرص - کیمون ۴۴۹ اور ۴۵۰ سنہ قم ؛

(ت) ۱۲/۴ صلحنامہ کالیاس - طوسی دیدِش میں نہیں ہے - اسکی بجائے اس نے اِسپارٹا کی محافظت دیکھی اور ایتھنز کی امداد فوکس کا ذکر کیا ہے اور ان واقعات کا حال دیودورس میں موجود نہیں ہے ؛ (طوسی دیدِش ۱/ ۱۱۲)

(ث) ۱۲/۵ = خ - طوسی دیدِش ۱/ ۱۱۴ - مگارا کی بغاوت ؛

(خ) ۱۲/۶ = ث - طوسی دیدِش ۱/ ۱۱۳ - کورونیا ۴۴۷ سنہ قم ؛

(ذ) ۱۲/۷ = ذ - طوسی دیدِش ۱/ ۱۱۵ - سیوندائے -

اطالوی لڑائیوں کے بعد جنکا اسکے بعد ذکر ہے دیودورس ۱۲/ ۲۷-۲۸ میں اور طوسی دیدِش ۱/ ۱۱۵-۱۱۷ میں ساموس کی جنگ کا بیان کرتا ہے - اسطرح دیودورس میں ہمکو پھر طوسی دیدِش کے مطابق واقعات کا تسلسل ملتا ہے - مگر دیودورس نے اسمیں کچھ ردّوبدل کر دیا ہے جس سے واقعات پہلے سے بھی زیادہ تاریک ہو گئے ہیں بجائے "ص" "ق" کے (ف) اور (ص) ہے اور بجائے "خ" "ث" کے (ث) اور (خ) رکھدیا گیا ہے - اِس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایفورس کے پاس طوسی دیدِش کے سوائے کچھ اور سند ہوگی جسکا ہمیں علم نہیں - اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ صرف دیودورس کے غلط مبحث کا نتیجہ ہو - مگر اس زمانے کے واقعات کے متعلق ایفورس طوسی دیدِش کا اسقدر پیرو ہے کہ محض جگہہ پُر کرنے کی خاطر وہ ایسے فقرے کے بجائے جو طوسی دیدِش میں ہو مگر اسنے نقل نہ کیا ہو کوئی اور واقعہ بیان کرنے میں خلط ملط نہیں کرتا - اسکی مثال کیلئے دیکھو (۹) - اگر ہم اسباب پر غور کریں کہ دیودورس نے اپنا فرض ۱۱/ ۸۰-۸۴ میں کیا بُری طرح ادا کیا ہے اور اسکی ردّوبدل کسقدر بے سود ہے تو ہمیں مجبوراً اس نتیجے پر پہنچنا پڑیگا کہ تفصیل کے لئے دیودورس لغو محض ہے -

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جہاں کہیں دیو دورس نے طوسی دیدش سے زیادہ تفصیل کے ساتھ واقعات بیان کیے ہیں وہاں دراصل وہ طوسی دیدش کے مجمل بیان کی محض تفسیر کر رہا ہے تو ہمیں اس نظریے کا مزید ثبوت مل جاتا ہے۔ مثلاً ۱۱، ۳۹-۴۰ بظاہر طوسی دیدش کے بیان مندرجہ ۱، ۹۰-۹۲ کی پر از خرافات مبالغہ آمیز توسیع ہے اور ۱۱، ۴۱-۴۳ طوسی دیدش کے بیان متعلق پر ائی اُس و تعمیر شہر پناہ کے جسکا ۱، ۹۳ میں ذکر ہے خیالی اور میرے نزدیک محض لغو تخمیل ہے؛

۱۱، ۵۴-۵۵ میں ہمیں شطاکلیس کے دو باضابطہ مواخذہ کا پتہ لگتا ہے جو بظاہر بے بنیاد ہیں اور جنھیں اب کوئی قابل توجہ نہیں سمجھتا۔ ۱۱، ،، میں چند واقعات محض ایتھنز یوں کی طرفداری کیلئے گھڑلیے گئے ہیں۔ اُنگر بھی جسکا دل کبھی دیو دورس کے خلاف کوئی بات کہنا نہیں چاہتا اپنی کتاب کے دوسرے حصے کے صـ ۱۲۴ میں کسی اور اسناد کے وجود کو ثابت نہیں کر سکا۔ اور جو الزامات اسنے طوسی دیدش (۲، ۱۲۰) کے خلاف عائد کیے ہیں وہ بے بنیاد معلوم ہوتے ہیں۔ صرف آخری جزو (۱۲، ۲۸) میں ایفورس واقعات سے آگاہ معلوم ہوتا ہے اور کار آمد ہے؛

اب پلوٹارک کی قدر کا اندازہ کیجیے۔ سب سے پہلے ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ اسکے وقائع کے عام اوصاف کیا ہیں۔ پلوٹارک کا مقصد یہ ہے کہ اسکی لکھی ہوئی سوانح عمریوں کے ذریعے سے لوگوں کی اخلاقی حالت درست ہو جائے۔ اور اسکی یہ کوشش ہے کہ ہر ایک سوانحعمری ایک علیحدہ ادبی حیثیت رکھے۔ ہر سوانحعمری میں ایک خاص طریق زندگی کی تصویر کھینچی گئی ہے اور سوانحعمریوں کے متوازی ہونے سے یہ طریق صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ مشطاکلیس کا مقابلہ کاملس سے کیا گیا ہے اور اسے ملک کے آزادی دینے والوں کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ ارسطیدیش اور کیٹو دونوں ایماندار مدبر ہیں۔ نامور اور مالدار سپہ سالار کیمون کا موازنہ لوکوئس سے کیا گیا ہے۔ فارقلیس فیبیئس ماکسمس کی طرح باریک بیں اور دور اندیش ہے۔ نکیاس اور کراسس دونوں امیر ہیں مگر سیاست میں اکثر کمزور ثابت ہوتے ہیں اور دونو کا خاتمہ نہایت افسوسناک طرز پر ہوتا ہے۔ الکبیادیس بگڑا ہوا، خود رائے، خود نما شخص ہے جسکی تدبیر اور اوصاف میں یک رنگی پائی جاتی ہے اور جسکے مقابلے کیلئے کوریولانس چنا گیا ہے۔ اسی تخیل کی بنا پر پلوٹارک نے ان واقعات کا انتخاب کیا ہے۔ جنھیں وہ ضبط تحریر میں لانا چاہتا ہے اور انہی سے اسکا طرز بیان معلوم ہوتا ہے۔ صرف بعض بعض جگہہ مثلاً

فارقلیس کے حالات میں اسکے نظریوں کا بطلان ہوجاتا ہے ۔ تمسطاکلیس کے لئے اُباؤسٹر کی "تنقید ماخذ ہائے سوانحعمری تمسطاکلیس" (لاپیزگ ۔ ۱۸۸۴ء) دیکھنی چاہیئے ۔ کیمون اور فارقلیس کیلئے مفصلۂ ذیل کتابیں اچھی ہیں :-

(۱) ریول، "پلوٹارک کی سوانحعمری کیمون کے ماخذ" ماربرگ ۔ ۱۸۶۷ء ؛

(۲) "پلوٹارک کی سوانحعمری فارقلیس کے ماخذ" ؛

(۳) ساؤپے کا مضمون گیوٹنگن کے انجمن علمیہ کے رسالے میں ۔ ۱۸۶۷ء ؛

بہتر ہوگا کہ ہم ارسطیدش، کیمون اور فارقلیس کی سوانحعمریوں کی تنقید کریں ۔ تمسطاکلیس کے لئے باؤئر کی تصنیف کا حوالہ کافی ہے ؛

پلوٹارک ارسطیدش کی سوانحعمری اسکی غربت کے بیان سے شروع کرتا ہے (باب ۱) اسکے بعد وہ اسکا تمسطاکلیس سے مقابلہ کرتا ہے اور اسکے مقابلے میں وہ اس کی خوبیوں کو ویسا ہی نمایاں کرتا ہے جیساکہ یہ نمایش اسکے ہر واقعۂ زندگی میں پائی جاتی ہے (باب ۳۔ ۵) ۔ ماراتھون میں وہ پہلا شخص تھا جسنے سپہ سالاری کے معاملے میں سر خم کرنا پسند کیا ۔ (ہیروڈوٹس میں اس واقعے کا ذکر نہیں) ۔ جنگ سلامس میں بھی یہی ہوا (باب ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹) ۔ دسویں باب میں اس کلفت کا ذکر ہے جو ہمرنوش کی واپسی سے پہلے ایتھنزیوں کو ہوئی ۔ یہاں پھر ارسطیدش کا تعارف کیا گیا ہے اور جو درفائز جواب ایتھنز نے اسپارٹیوں کو دیا اسکی تحریک بلاشبہ خلاف واقعہ ارسطیدش ہی کی طرف منسوب کی گئی ہے (یہ بھی ہیروڈوٹس میں نہیں پایا جاتا) ۔ اس جواب کے دو حصے کیئے گئے ہیں، اور ہیروڈوٹس کی تحریر کے خلاف ارسطیدش بطور ایک ایلچی کے سامنے آتا ہے ۔ پلاٹیہ کی لڑائی کے بیان میں بھی ارسطیدش کی ہی عظمت مفصلۂ ذیل طرز پر نمایاں کی گئی ہے :-

باب ۱۱ ۔ ارسطیدش کے سامنے پیشینگویاں کی جاتی ہیں ؛

باب ۱۲ ۔ تیگیا اور ایتھنز کے درمیان تنازعات جنکا تصفیہ ارسطیدش نہایت خوبی سے کرتا ہے ؛

باب ۱۳ ۔ پلاٹیہ کی سازش کا ارسطیدش خاتمہ کر دیتا ہے ؛

باب ۱۴ ۔ جنگ میں ارسطیدش فتح پاتا ہے ؛

باب ۱۵ - سکندر نمودار ہو کر ارِسطیدِشؔ کو طلب کرتا ہے ؏

باب ۱۶ - فوج کے دستوں میں تبدیلیاں اور ارسطیدشؔ کی شرافت ؏

باب ۱۷ - ۱۹ - جنگ - ارِسطیدِشؔ دوبارہ اپنی شرافت کی مثال دیتا ہے ؏

باب ۲۰ - ۲۱ - بیوطیہ کی تاریخ اور ارِسطیدِشؔ کی شرافت کی مزید تصدیق - ارِسطیدِشؔ کی ایمانداری اخیر وقت تک قائم رہتی ہے ؏ (باب ۲۲) ؏

باب ۲۱ - ارِسطیدِشؔ کی موت ؏

چونکہ تمام سوانحعمری میں **ارسطیدشؔ** کی ہی عظمت کا راگ گایا گیا ہے اسلئے ان تفصیلات میں جنکا **ہیروڈوٹسؔ** میں وجود نہیں شبہ کرنے کی ضرور گنجائش ہے - ممکن ہے کہ امتدادِ زمانہ سے روایات ہی تاریخ کا جزو بن گئی ہوں اور **ادومی نیئسؔ** جو غالباً بیشتر حصے کے لئے **پلوٹارکؔ** کی سند تھا کسی صورت سے قابل وثوق نہیں ہے - باب ۱۱ میں جس کاہن کا ذکر ہے اس کے متعلق **ڈنکرؔ** (۷، ۳۴۰) کی رائے ہے کہ اسکا بعد میں اختراع عمل میں آیا - دراصل یہ اختراع **پلاٹیہ** کے متعلق کیا گیا تھا اور **ڈنکرؔ** کا خیال کہ اسکا تعلق **ڈیلفیؔ** سے تھا بالکل غلط ہے - اور **پلاٹیہ** نے ہی اپنی اراضی کا ایک جزو تحفتہً **ایتھنز** کو دیدیا تھا (مگر یہ استدلال بھی سکندر اعظم کے محض ایک جملے سے کیا گیا ہے (باب ۱۱) - **تسامی نیئس** کے کاہن اور **ماستیئس** کا قصہ دونوں غلط موقع پر بیان کیئے گئے ہیں - سازش **پلاٹیہ** کا ذکر (باب ۱۳) قطعی خلاف قیاس ہے - باب ۱۶ میں **پلوٹارکؔ** محض **ارِسطیدشؔ** کی عظمت دوبالا کرنے کیلئے بہت سی مشکلات پیدا کرتا ہے - باب ۱۹ میں **ہیروڈوٹسؔ** کے متعلق غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے اور اسمیں **میگارا** اور **فلیئسؔ** کا بھی تذکرہ موجود ہے - باب ۲۱ میں جس تجویز عوام کا بیان ہے اُس کو خود **ڈنکرؔ** نے رد کر دیا (۷، ۳۵۶) یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پچیسویں باب میں **ارِسطیدِشؔ** اپنی ایمانداری کی شہرت سے **ایتھنز** کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہے خواہ اسکا طریقہ خلاف قانون ہی کیوں نہ ہو - غالباً **ارِسطیدِشؔ** کو لیگ کا خزانہ **ایتھنز** منتقل کرنے سے کوئی سروکار نہ تھا (باب ۲۵) آخر الامر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو واقعات ایسے ہیں کہ پلوٹارک تو بیان کرتا ہے مگر **ہیروڈوٹس** انکا ذکر نہیں کرتا وہ یا تو بدیہی ہیں اور **ارِسطیدِشؔ** کی کوئی خاص قابلیت نہیں ظاہر ہوتی ورنہ ناممکن ہیں - اور جہاں کہیں **پلوٹارکؔ** کی سوانحعمری **"ارِسطیدِشؔ"** کی **ہیروڈوٹسؔ** سے مطابقت نہیں وہ قطعی بیکار ہے ؏

اب **کیمون** کی سوانحعمری لیجیے۔ پہلے تین بابوں کی طویل تمہید کے بعد جسمیں **پلوٹارک** نے اسکی جائے پیدائش کی مفصل تاریخ لکھی ہے، وہ **کیمون** کے عادات واوصاف کا بیان کرتا ہے۔ اسکے بعد وہ اسکی فوجی خدمت کا ذکر کرکے چھٹے باب میں **پوسانیاس** کی بابت ایک لطیفہ بیان کرتا ہے اور ساتویں باب میں **آیون** کی تسخیر کی تفصیل بتاتا ہے جو دراصل چھٹے باب کے واقعات سے پیشتر ہی ہوچکی تھی۔ آٹھویں باب میں **تھےسئس** کی ہڈیوں کا **ایتھنز** منتقل ہونے کا بیان ہے۔ نویں باب میں **سستوس** اور **بائی زنطہ** کے مال غنیمت کی تقسیم کی بابت ایک لطیفہ درج ہے جسمیں **کیمون** اپنی دقیقہ سنجی کا بیّن ثبوت دیتا ہے۔ دسویں باب میں **پلوٹارک کیمون** کی سیرچشمی اور ہردلعزیزی کا ذکر کرتا ہے اور گیارھواں باب دراصل اسکے حلیفوں پر حکومت کرنے کی طرز پر گویا ایک تبصرہ ہے۔ بارھویں باب میں وہ یکایک جنگ ایران کا بیان کرنے لگتا ہے اور **یوریمدون** کی جنگ کا بیان کرکے (باب ۱۲ - ۱۳) باب ۱۴ میں **ہلیسپونٹ** اور **تھاسوس** کے واقعات کا ذکر کرتا ہے اور باب ۱۵ میں بتاتا ہے کہ **ایتھنزیوں** نے **کیمون** کو بالائے طاق رکھکر **ابفیالتیس** اور **فارقلیس** کو بطور اپنے رہنماؤں کے چن لیا تھا۔ **کیمون** **لقونیہ** کا ہمدرد تھا اور اسنے دومرتبہ **اسپارٹیوں** کو **میسینیہ** کے خلاف مدددی (باب ۱۶ و ۱۷)۔ آخرکار اسکا اخراج عمل میں آتا ہے مگر پھر بلالیا جاتا ہے۔ (باب ۱۸) اور **ایتھنز** اور **اسپارٹا** میں سمجھوتہ کراکر ایران کے خلاف **ایتھنزیوں** کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسکی موت کے بعد یونانیوں کا ایران کے خلاف جوش بالکل ٹھنڈا ہوجاتا ہے (باب ۱۹) اور اگی **سیلیوئس** کے کارنامے اسکے سامنے ہیچ ہیں ؏

اس سوانحعمری میں دو بڑی سنوی غلطیاں ہیں۔ تیرھویں باب میں **پلوٹارک** نے نام نہاد صلح **کیمون** کو **یوریمدون** کی جنگ کے بعد رکھا ہے مگر اس صلح کے بعد بھی جنگ کی تواریخ برابر جاری رہتی ہیں۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ چونکہ **پلوٹارک** نے **تمسطاکلیس** کی سوانحعمری (باب ۳۱) میں ایک غلط واقعے کا اندراج کردیا تھا اسوجہ سے باب ۱۸ میں وہ اسکی موت کیلئے ۴۴۹ ق م تجویز کرنے پر مجبور ہوا۔ ان وجوہ کی بناپر اور بھی جو تاریخیں **پلوٹارک** نے **کیمون** کی سوانحعمری میں درج کی ہیں انھیں یونہی مان لینا نہ چاہئے۔ یہ غلط ہے کہ **سستوس** اور **بائی زنطہ** کی تسخیر ایک ساتھ عمل میں آئی (باب ۹) اور یہ کہ **یوریمدون** کی جنگ کے بعد ایرانیوں کے ۱۳ جہاز **ہلیسپونٹ** میں موجود تھے۔ **کیمون** کی

سوانحعمری در اصل اسکی عمر کے واقعات پر گویا ایک تبصرہ ہے اور سنوی اعتبار سے بالکل بیکار ہے۔ عام طور پر ریٔول کا یہ خیال تسلیم کیا جاتا ہے کہ کیمون کی سوانحعمری کیلئے پلوٹارک نے تھیوپومپس سے مدد لی ہوگی جن سے اپنی "تاریخ فیلقوسی" کے دسویں مقالے میں ایتھنز کی رہنمایاں عوام کے کارنامے بیان کئے ہیں اور اسی لئے اس کتاب کا نام "سرانبوہوں کے کارنامے" پڑگیا ہے۔ اسلئے اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ پلوٹارک نے تھیوپومپس کی مدلل طرز اختیار کی تھی تو ہمیں اس نتیجے پر پہنچنا پڑیگا کہ پلوٹارک کی تصنیف تسلسل واقعات کے لحاظ سے کوئی سند نہیں ہے۔ اور چونکہ تھیوپومپس عمومیت کا مخالف تھا اسلئے پلوٹارک کی رائے جو اسنے بڑے بڑے ایتھنز کی مدبروں مثلاً تمسطاکلیس ارسطیدیش کیمون اور فارقلیس کے اصول فریق بندی کے متعلق ظاہر کی ہے اسے ہم بلا کانی تحقیقات کے ماننے کیلئے طیار نہیں ہیں۔ تمسطاکلیس ارسطیدیش اور فارقلیس کے متعلق یہ اور بھی زیادہ وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے اسی لئے یہی اصول کتاب ہذا میں پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اسوقت تک تھیوپومپس کے غلط خیالات کو آنکھ بند کرکے منظور کرلیا جاتا تھا۔ اسکے برعکس کیمون کے وہ حالات جو ایون اور استیمبروش سے اخذ کئے گئے ہیں اور بعض دیگر خاص خاص قصے ضرور قابل لحاظ ہیں۔

پانچویں صدی ق م کے متعلق پلوٹارک کی سب سے اہم سوانحعمری "حیات فارقلیس" ہے۔ اسمیں تاریخی مواد مفصلۂ ذیل طریقے سے ترتیب دیا گیا ہے:-

باب ۱ و ۲ - تمہید؛
باب ۳ - فارقلیس کا حلیہ؛
باب ۴ - علوم و فنون کی تعلیم؛
باب ۵ - فلسفہ کی تعلیم اور اسکا اثر فارقلیس کے اوصاف اور اسکے طرز خطابت پر؛
باب ۶ - فارقلیس کی صفائی قلب؛
باب ۷ - میدان سیاسیات میں آمد؛
باب ۸ - فارقلیس کی سنجیدگی کیمون کی مخالفت کی وجہ سے وہ انتہائی عمومیت پسند بن جاتا ہے؛
باب ۹ - اریوپاگس کی مخالفت؛

باب ۱۰ - فارِقلیس اور کیمون میں من سمجھوتہ - کیمون کی موت کے بعد طوسی دیدش سے اختلاف اور فارقلیس کا ہر دلعزیز بننے کی تدابیر اختیار کرنا؛

باب ۱۱ - نوآبادیوں کا قیام؛

باب ۱۲ و ۱۳ - آرائش بلدہ ایتھنز؛

باب ۱۴ - طوسی دیدش کا اخراج - اب فارِقلیس ایتھنز پر تنہا حکومت کرنے لگتا ہے اور اپنا طرزِ عمل تبدیل کر کے شاہی وضع اختیار کر لیتا ہے؛

باب ۱۵ و ۱۶ - فارِقلیس نہایت عمدگی سے حکومت کرتا ہے اور اپنے ذاتی معاملات کے انتظام میں وہ دوسروں کیلئے گویا ایک نمونہ بن جاتا ہے؛

باب ۱۷ - فارِقلیس یونانیوں کو مذہب کے ذریعے سے متحد کرنے کی کوشش کرتا ہے؛

باب ۱۸ - تولمیدیس کی شکست بمقام کورونیا (۴۴۷ ق م) - فارِقلیس میدان جنگ میں نہایت ہوشیاری سے فوج کی رہنمائی کرتا ہے؛

باب ۱۹ - خرسونیز (تاریخ نامعلوم) اور پے گائے کی مہم (۴۴۷ ق م)؛

باب ۲۰ - یہ مہات وینز افیئین کے سفر (تاریخ نامعلوم) اور مصر اور سسلی کی بابت اس کی دور اندیشی قابل تعریف ہے؛

باب ۲۱ - دیلفی کے معاملے میں اسپارٹیوں سے اختلاف - (۴۴۸ ق م)؛

باب ۲۲ و ۲۳ - یوبیا کی بغاوت (۴۴۶ ق م) اور اسکے نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ فارِقلیس کا احتیاط کرنا حق بجانب تھا؛

باب ۲۴-۲۸ - تیس سال کے امن کے بعد ساموسی لڑائی اُٹھ جاتی ہے؛

باب ۲۹ و ۳۰ - جنگ پیلوپونیز کے وجوہ؛

باب ۳۱ - بظاہر اس جنگ کا تعلق اس الزام سے تھا جو فدیاس پر لگایا گیا تھا؛

باب ۳۲ - اسپاسیہ اور انا کسا غورث پر استغاثہ؛

باب ۳۳ - جنگ کا آغاز؛

باب ۳۴ - طاعون؛

باب ۳۵ - ایپی دورس کی مہم - فارِقلیس کا مواخذہ؛

باب ۳۶ - خاندانی صدمے اور رنجشیں؛

باب ۳۷۔ فارِقلیس دوبارہ لوگوں کی نظر میں بڑھ جاتا ہے ؛
باب ۳۸۔ فارِقلیس کی بیماری اور موت ؛
باب ۳۹۔ فارِقلیس کی طرزِ زندگی پر پلوٹارک کی رائے ؛

یہ سوانحعمری **پلوٹارک** نے مفصلۂ ذیل اصول پر ترتیب دی ہے :—

(۱) تمہید۔ باب ۱ و ۲ ؛
(۲) فارِقلیس کے اوصاف۔ باب ۳ و ۶ ؛
(۳) فارِقلیس ایک سیاست داں مدبّر کی حیثیت سے۔ باب ۷ سے باب ۱۷ تک ؛
(۴) فارِقلیس ایک سپہ سالار کی حیثیت سے۔ باب ۱۸ سے باب ۲۸ تک ؛
(۵) جنگ پیلوپونیز۔ باب ۲۹ سے باب ۳۸ تک ؛
(۶) پلوٹارک کی رائے۔ باب ۳۹ ؛

اس تالیف میں نفس مضامین کے بیان کا لحاظ سنویت سے زیادہ کیا گیا ہے اور علیحدہ علیحدہ سرخیوں کے تحت میں بھی محض سنین کو اتنی اہمیت نہیں دی گئی۔ مثلاً **طوسی دیدش** کے اخراج کا تذکرہ چودھویں باب میں ہے مگر باب ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ میں بہت سے ایسے واقعات بیان کئے گئے ہیں جو دراصل اس اخراج کے بعد پیش آئے ؛ حسب تصریح متذکرۂ بالا باب ۱۸ و ۱۹ و ۲۱ کی ترتیب بھی سنویت کے اعتبار سے نہیں دی گئی۔ واقعات کا اعادہ اس جگہ کیا گیا ہے جہاں **فارِقلیس** کے اوصاف بتانے کی ضرورت پڑی ہے۔ مگر ایک حیثیت سے مکمل "حیات" کی تقسیم تسلسل واقعات کے اعتبار سے بھی صحیح ہے اسلئے کہ **فارِقلیس** مدبّر پہلے ہی تھا۔ اسکے بعد سپہ سالار بنا ؛

یہ سوانحعمری نہایت اہم ہے۔ تفصیل کیلئے مفصلۂ ذیل حوالے کافی ہیں :—

باب ۱۱-۱۳۔ نوآبادیاں اور امور عامہ ؛
باب ۱۷۔ یونانیوں میں اتحاد پیدا کرنیکی کوشش ؛
باب ۱۹ و ۲۰۔ خرسونیز اور افنٹین کا سفر ؛

مگر یہاں تفصیلی اقتباسات دینے کی گنجائش نہیں اسلئے کہ کتاب عمدہ تاریخی مواد سے بھری ہوئی ہے اور اسکا طرزِ بیان بھی اعلیٰ درجے کا ہے اور قدیم کتب تاریخی میں **فارِقلیس** کی سوانحعمری کا پایہ نہایت بلند ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ **پلوٹارک** کو اتنا کارآمد مواد

کہاں سے مل گیا؟ ہم سے کہا جاتا ہے کہ پلوٹارک نے سٹیسمبروٹس (ہیوسولٹ ۲، ۴۴) فلوخورس (ہیوسولٹ ۲، ۵۵۸) اور تھیوپومپس سے مدد لی ہوگی (دیکھو ہیوسولٹ ۲، ۳۶ ۴۴، ۳۷) - یہ ناقابل قیاس ہے کہ شمڈٹ کے خیال کے مطابق اتنا تاریخی مواد سٹیسمبروٹس سے لیا گیا ہو - امور عامہ کے متعلق حوالے یا تو فلوخورس سے لئے گئے ہونگے ورنہ کراتیرس کے سترھویں باب سے (ہیوسولٹ ۲، ۵۵۸) - یہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ پلوٹارک نے بجائے صحیح واقعات کے تھیوپومپس سے غلط بیانیاں اخذ کی ہوں - ہمیں فارقلیس کے سیاسی خیالات کی تبدیلیوں کو باور کرنے کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی (باب ۹ - ۱۱) - بہرکیف فارقلیس کی سوانحعمری کے ماخذوں پر غور کرنے سے ہم ضرور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ پلوٹارک نے عمدہ اسناد کو استعمال کیا ہوگا - غرض یہ ہے کہ اسکی "حیات کیمون" تو کیمون پر محض ایک مضمون کی حیثیت رکھتی ہے، اسکی "حیات فارقلیس" حقیقی معنوں میں ایک سوانحعمری ہے؛

غالباً جن اسناد کو پلوٹارک کام میں لاسکا انکی نوعیت کا یہ نتیجہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکی "حیات ارسطیدیس" میں بہت ہی کم کارآمد مواد ہے، اسکی "سوانحعمری کیمون" غلط گوئیوں سے پر ہے اور اسکا "تذکرہ فارقلیس" معلومات سے لبریز ایک اعلیٰ پائے کی تصنیف ہے - اسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دور فارقلیس کیلئے ایک عمدہ ذخیرۂ اسناد موجود تھا - مگر یہ ضروری نہیں کہ یہ اسناد کتابیں ہی ہوں - جب ارسطیدیس کا ستارہ معراج کمال پر تھا تو ایتھنز میں بہت کم امور ضبط تحریر میں آتے تھے - کیمون کے زمانے میں تحریر کا رواج بڑھا اور دور فارقلیس میں ہر بات لکھی جانے لگی - ایون اور سٹیسمبروٹس نے اپنی تصانیف عہد فارقلیس تک ترتیب نہیں دیں - بدیں وجوہ فارقلیس کے متعلق گویا ایک روایت قائم ہو گئی جسمیں ضرور ہے کہ بہت سی کارآمد باتیں بھی ہونگی - اور چونکہ فارقلیس کا پایہ تاریخ تمدن میں بہت بلند ہے اسلئے یہ روایت محرران اٹک کا ضرور زمانۂ آئندہ کیلئے چھوڑ گئے ہونگے ؛ ہیوسولٹ نے ۲، ۵۶۵ میں انڈوکیڈیس کے حالات "خمسینی" کو ناقابل وثوق قرار دیا ہے - اسوجہ سے ہم اس دور کے اسناد کو تین شقوں میں تقسیم کرتے ہیں:

(۱) ۴۷۹ ق م سے ۴۵۹ ق م تک کیلئے اسناد سوائے طوسی دیدیس کے نہایت کم یاب ہیں؛ مصنفین مابعد صرف کیمون کے جہات پر قناعت کرتے ہیں؛

(۲) ۴۵۹ق م سے ۴۳۱ق م تک کیلئے دیگر نوشتے ضرور موجود ہونگے جنھیں ایفورس (یا دیودورس؟) نے ایسا بری طرح استعمال کیا مگر پلوٹارک نے اپنی "حیات فارقلیس" میں انکی اچھی ترتیب دی ؛

(۳) فارقلیس کی حکومت اور جنگ پیلوپونیز کے اسباب طوسی دیدش اور پلوٹارک سے معلوم ہوتے ہیں اور انکے ماسوا دیودورس بھی ان پر روشنی ڈالتا ہے ؛

بوسولٹ (۲، ۶۰۴، ۲، ۷۴، ۴۵) اس زمانے کے متعلق جو نوشتے موجود ہیں انکا ملخص دیتا ہے۔ ان نوشتوں کی مفصلۂ ذیل تقسیم کیجا سکتی ہے :—

(۱) ایتھنز کی نقصانات جنگ کی فہرست۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۴۳۲ (جنگ تھاسوس) و ۴۳۳ (قبیلہ آیریخ تھئیس) ؛

(۲) ایتھنز کی مالیہ کے متعلق نہایت اہم نوشتے : اتھینا دیوی کا خراج۔ "مجموعۂ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۲۲۶ - ۲۷۲ - ان رقومات سے جو جنگ ساموس کیلئے قرض لی گئی تھیں اتھینا دیوی کے خازن کی نہائی۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۱۷۷ - دیگر دیوتاؤں کے خازنوں کے حسابات مجموعہ نوشتہائے اٹیکا ۱، ۳۲ - حسابات تعمیرات۔

(۳) ایتھنزیوں اور انکے حلفا اور نوآبادیوں کے درمیان مراسلات و عوام کی تجویز بنا پر ایریتھرائے۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۹ - ۱۱ - کولوفون - ایضاً ۱۳ - ملطیہ ۴، ۲۲ - بریا - "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۳۱ - یوبیا کی دوبارہ تسخیر کے بعد جو اولمپیا ۸۳، ۳ میں ہوئی خالکدیسی۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۴، ۲۱ (الف) - ہستیا یا۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۳۰ - ایتھنز کے تعلقات فوکس والوں کے ساتھ۔ "مجموعۂ نوشتہائے اٹیکا" - ۴، ۲۲ (ب) - تجویز عوام متعلق ایلیوسس - ڈیٹنبرگر ۱۳ - اولمپیا میں لکے دیمونیوں کا چڑھاوا۔ "نوشتہائے یونان قدیم" ۵، ۱۲۶۹ - ؛

آٹھواں باب

ایتھنز بماتحتی کیمون اور جنگ دریائے یوریمیدون کا بیان

ایتھنز کی لیگ کا سپہ سالار کیمون تھا جو ملتیادیس اور ہیگیسیپی لے کا بیٹا تھا۔ اسکی بہن ایلپی نکے کالیاس کی بیوی تھی جو ایتھنز کا ایک دولتمند شہری تھا۔ اور خود کیمون اسی رشتے کیوجہ سے وہ جرمانہ ادا کرنے کے قابل ہو گیا تھا جو اسکے باپ پر مہم پاروس کی ناکامی کیوجہ سے عاید ہوا تھا[1]۔ اسنے سالامس کی لڑائی سے پہلے تھمسطاکلیس کا ساتھ دیکر خود کو دور اندیش اور محب وطن ثابت کر دیا تھا۔ اسکی یہ روش اسلئے اور بھی قابل تعریف تھی کہ اسکے باپ نے بڑی جنگ میں فتح پائی تھی اور خود تھمسطاکلیس کا ہمقابل تھا۔ جب اسپارٹی ایشیائی یونانیوں کی رہنمائی کر رہے تھے تو وہ ارسطیدیس کے ساتھ سپہ سالاری کے معزز عہدے پر ممتاز ہوا تھا، اور جب اسپارٹیوں نے جنگ سے علیحدگی اختیار کر لی تو وہ ایتھنزیوں اور اسکے حلیفوں کے افواج کا تنہا سپہ سالار رہ گیا۔

نئے سپہ سالار کی پہلی ہی مہم میں تھریسی شہر ایون سنہ ۴۷۶ ق م میں فتح ہو گیا۔ عجیب بات ہے کہ گو یہ شہر اسقدر بجانب مغرب واقع تھا، ایران کے تقریباً تمام ساحلی مقبوضات نکل چکے تھے، اور یورپ کے ان حصوں پر جو ایشیا کے قریب بھی تھے ایران اب قابض بھی نہ تھا تاہم ایون برابر ایران کا وفادار چلا آتا تھا۔ ایون کا ایرانی سپہ سالار بوگیس تھا اور جب اسے

---

[1] اب یہ باور کیا جاتا ہے کہ یہ کالیاس (پلوٹارک "کیمون" ۴ - نیپوس "کیمون" ۱) اور اسی نام کا داودوخس ("مشعلچی مجاور") در اصل ایک ہی شخص تھے۔ نیپوس کا قول ہے کہ کالیاس اتنا صحیح النسب نہ تھا جتنا مالدار تھا مگر نیپوس کی کوئی سند نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ داودوخس کالیاس کے علاوہ ایک اور مالدار کالیاس ایتھنز میں ہو جسنے اپنی دولت بھی شخص اول کی طرح سونے اور چاندی کے کانوں سے پیدا کی ہو اسلئے کہ اسکو لاکوپلیوتوس" کا لقب دیا گیا ہے جس کے معنی "امیر معدنیات" کے ہیں۔

معلوم ہوا کہ شہر عنقریب مسخر ہونے کو ہے تو اسنے خود کو جلا کر خودکشی کرلی۔ کیمون نے اس فتح کی یادگار میں ہرمے کے تہخانے میں جو ایتھنز کے بازار میں واقع تھا اس دیوتا کے تین مجسمے مع کتبوں کے نصب کئے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ایون کی تسخیر میں کیمون کے ہاتھ بہت مال غنیمت لگا ہوگا۔ سنہ ۴۷۲ ق م کے اولمپی کھیلوں کے موقع پر لوگ کیمون کی طرف اتنے ہی متوجہ ہوگئے جتنے وہ چار سال قبل تمسطاکلیس کی طرف تھے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کیمون میں یہ قابلیت موجود تھی کہ وہ لوگوں کا میلان اپنی جانب کرے۔ طرفہ یہ ہے کہ دنیائے یونان کے لئے اسنے تمسطاکلیس سے عشر عشیر بھی کام نہیں کیا تھا اور اسکی ہردلعزیزی کا اصلی راز اسکی شخصیت، اسکا شریفانہ مزاج، اسکا خلق، اسکی سخاوت اور دریادلی تھی۔ اسکے پاس دولت ایک تو ایون کے مال غنیمت سے حاصل ہوئی تھی اور دوسرے اسنے کلش تھنیس کے بھائی کی پوتی ایسودیکی کے ساتھ شادی کی تھی اور اسکے جہیز میں ایک رقم خطیر اسے ملی تھی۔ اس رشتے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شہر کے سب سے ذی اقتدار خاندان سے ملکر ریاست پر حکومت کرنے کا متمنی تھا۔ تمسطاکلیس کے برعکس وہ یہ چاہتا تھا کہ اسپارٹا کے ساتھ ایک دیرپا معاہدہ قائم ہوجائے۔ اسنے اپنے ایک بیٹے کا نام ایلیس اور دوسرے کا نام لاکے ڈیموس رکھا جس سے اسپارٹی تمسطاکلیس کی لڑکیوں کے ناموں سے بھی زیادہ خوش ہوگئے! اسپارٹیوں نے اسے ایتھنز میں اپنا پروکسی نوس یا سفیر مقرر کیا۔ جس دور کا ہم ذکر کررہے ہیں اس میں یہ ممکن تھا کہ ایک ریاست کے ہمدرد دوسری ریاست کے شہری ہوں اور پروکسینوس کا عہدہ کسی شخص کو اسلئے دیا جاتا تھا کہ وہ اپنے شہر میں دوسرے شہر کے باشندوں کا خبرگیر رہے۔ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ پروکسینوس کی حیثیت آج کل کے سیاسی ایجنٹ

---

۴ پلوٹارک: "کیمون" ۷ - بیوسولٹ ۲، ۳۶۲ - دیو (۸، ۱۴۲) فرض کرلیتا ہے کہ ستوس کیطرح ایون کی تسخیر بھی دوبارہ ہی عمل میں آئی تھی - یہ نظریہ اسلئے غلط ہے کہ نہ تو دیوڈورس سے اس قسم کی کوئی بات اخذ کی جاسکتی ہے اور نہ تسلسل سنین کیلئے پلوٹارک کوئی سند ہے۔ اسکے ساتھ ہی بیوسولٹ ۲، ۸، ۳ دیکھنا چاہئے - دوریسکس زمانہ دراز تک ایرانی رہا (ہیروڈوٹس ۷، ۱۰۶) ۴۶۵ء میں جب فائیدون آرخن تھا اسوقت دریائے استریمون پر ایک نوآبادی قائم کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

کی سی نہیں تھی۔[۳]

کیمون اور ایتھنزیوں کے آئندہ چند سال کی جانبازیوں کا ہمکو بہت کم علم ہے۔ اغلب ہے کہ اسی زمانے میں پنوسانیاس دوسری مرتبہ بائی زنطہ گیا ہو اور اسکے اخراج میں خود کیمون نے معتدبہ حصہ لیا ہو۔ ہمکو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس واقعے سے متاثر ہوکر ڈیلیسپونٹ کے کسی اور شہر نے بغاوت کی یا نہیں۔ غالباً ان حصص میں کیمون متواتر ایرانی افواج کے ساتھ برسرپیکار رہا ہوگا اور بہت سا مال غنیمت اسکے ہاتھ لگا، مگر ان مہمات کی تفصیل سے ہیں قطعی واقفیت نہیں ہے۔ ایک اور کارنامے نے ایتھنزیوں کے قومی جوش کو حرکت دیکر اسکی شہرت کو دوبالا کردیا۔ جب ایتھنز میں وبا پھیلی ہوئی تھی تو ایک کاہن نے ایتھنزیوں کو صلاح دی کہ وبا کا دفعیہ اسطرح ہو سکتا ہے کہ تھیسیس کی ہڈیاں (جو جزیرہ سکیپروس میں مرا تھا) شہر میں ہی لاکر دفن کیجائیں جیسے اس سے پیشتر اوریستیس کی ہڈیاں اسپارٹا میں دفن کی گئی تھیں۔ اسی زمانے میں یہ واقعہ پیش آیا کہ "مجلس ہمسایگان" نے دولوپی قزاقوں کو مجبور کیا تھا کہ وہ ایک جرم کے عوض تاوان ادا کریں۔ ابتدا میں تو وہ اس جرمانے کو ماننے کیلئے طیار ہو گئے مگر پھر دولوپیوں نے تاوان ادا کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ صرف وہی افراد اسے ادا کریں جن سے جرم سرزد ہوا ہو۔ اس پر قزاقوں نے ایتھنز سے مرافعہ کیا۔ مملکت کی جانب سے کیمون نے دست اندازی کی اور آخرکار نہ صرف سکیروس کے تمام باشندوں کو تاوان ادا کرنے پر مجبور کیا بلکہ تمام قوم غلام بنائی گئی اور جزیرہ سکیروس پر ایتھنز نے قبضہ کر لیا۔ اسی دوران میں لوگوں نے ایک عقاب کو دیکھا کہ اپنے پنجوں سے ایک ہی جگہہ متواتر کھرچ رہا ہے۔ جب عقاب اڑ گیا تو وہ جگہہ کھودنے پر ایک عظیم الجثہ انسان کا ڈھانچہ برآمد ہوا جسے ایتھنزیوں نے فوراً اسی تھیسیس کی ہڈیاں قرار دیا جنہ ایتھنز میں دفن کرنے کی انکو ہدایت کی گئی تھی۔ اس ڈھانچے کو لوگ نہایت حشم و خدم سے ایتھنز لے آئے اور وہیں وہ دفن کر دیا گیا۔

قیاس کیا جاتا ہے کہ اسی زمانے میں کیمون نے یونانی ناٹک کے مستقبل پر ایک خاص اثر ڈالا۔

---

[۳] چونکہ آجکل قدیم تمثیلات پر فخر کرنا اور انکا تتبع کرنا اچھا سمجھا جاتا ہے اسلئے یونانی پروکسینوس (غیر ملکیوں کا محافظ) اور آجکل کے قنصل میں زیادہ تمیز نہیں کیا جاتا۔ اسکے متعلق مکمل تحقیقات کو پ۔ مونسو نے اپنی کتاب "یونانی پروکسینوسیاں" (پیرس ۱۸۸۶ء) میں جمع کر دی ہے۔

ناٹک کیلئے جو انعام مقرر تھا اسکے مقابلے میں دو شخصوں نے اپنے نام کا اندراج کرایا۔ ایک **سوفوکلیس** نے جو بالکل نوآموز تھا اور اس سے پیشتر کبھی اس قسم کے مقابلے میں شریک نہ ہوا تھا اور دوسرے **ائس خیلس** نے جسکی شہرت مسلمہ ہو چکی تھی۔ جس وقت آرخن **ایپسے فیون** حاضرین میں سے ممتحن نامزد کرنے والا ہی تھا **کیمون** دوسرے سپہ سالاروں کے ساتھ تھیٹر میں حسب دستور **ڈیونیسس** کیلئے قربانی کرنے کیواسطے داخل ہوا۔ انکے آتے ہی آرخن نے باآواز بلند یہ کہکر کہ یہ ہی دس سپہ سالار جو دس قبیلوں کے قائم مقام ہیں ممتحن مقرر ہونے چاہئیں۔ آخر کار **سوفوکلیس** کو انعام مل گیا جس سے **ائس خیلس** کو اسقدر رنج ہوا کہ وہ **ایتھنز** چھوڑ کر **سسلی** چلا گیا۔ اس قصّے کو بہت سے مورخ ماننے کیلئے طیار ہیں مگر ہمیں اسمیں شبہ ہے کہ آیا **کیمون سکیروس** سے واپس بھی آگیا تھا؟[۴]

اس واقعے کے کچھ عرصے کے بعد کسی وجہ سے **کارِسٹس ایتھنز** کے خلاف ہوگیا اور **ایتھنز** کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ بالآخر وہ اتحاد پر مجبور کیا گیا اور اسطرح اس جبری طرز عمل کا آغاز ہوا جو **ایتھنز** نے دیگر یونانی مملکتوں کے ساتھ روا رکھا۔ **طوسی دیدش** ان واقعات کو اسی روشنی میں دیکھتا ہے اور پھر وہ **ناکسوس** کے **ایتھنز** کی لیگ سے بغاوت اور **ایتھنز** سے جنگ کا حال بیان کرتا ہے[۵]۔ ہم کو اسکا تو علم نہیں کہ اس مہم میں **کیمون** کا کیا حصّہ تھا مگر ہم ان کارہائے نمایاں سے واقف ہیں جو اس سے ایرانیوں کے خلاف ہوئے۔ **طوسی دیدش** اسکا مفصل ذیل حال بیان کرتا ہے[۶]۔

---

[۴] پلوٹارک کے نزدیک اگر تھیسیئس کا واقعہ کیمون کے سکیروس سے واپسی پر ہی ہوا ہو تو سکیروس کے واقعات فائیدون کی آرخنی سے ایپسے فیون کے آرخنی تک (یعنی ۴۷۶ ق م سے ۴۶۸ ق م تک) پیش آئے ہونگے۔ مگر پلوٹارک اسکو صاف طور پر نہیں تحریر کرتا کسی واقعے کی تاریخ کا تعین کرنے کیلئے دیوڈورس قطعی بیکار ہے۔ گروٹ (تاریخ یونان ۲، ۴۲، ۸۲۳) اور بعض دیگر مورخوں کی رائے ہے کہ کاہن نے ۴۶۹ ق م میں اپنی رائے دی اور اسی سال اس پر عملدرآمد بھی کر دیا گیا؟

[۵] طوسی دیدش ۱، ۹۸؟

[۶] طوسی دیدش ۱، ۱۰۰۔ بیوسولٹ (۲، ۱۰۰) کا یہ نہایت دلچسپ خیال ہے کہ پوسانیاس کی آخری سازشوں کا تعلق جو ۴۶۷ ق م تک (جو بیوسولٹ کے نزدیک اسکی موت کا سال ہے) ختم نہیں ہوتیں، ایرانیوں کی اس جنگی سعی سے تھا جس کا نتیجہ یوریمدون کی صورت میں نظر آیا۔ بیوسولٹ کے نزدیک یہ لڑائی ۴۶۷ ق م میں

"اسکے بعد ایتھنزیوں اور حلفا اور ایرانیوں کے درمیان ایک بحری اور بری جنگ پمفیلیا کی دریائے یوریمدون پر ہوئی اور خشکی اور تری دونوں پر ملتیاویس کے بیٹے کیمون نے شکست فاحش دیکر ۲۰۰ سہ طبقہ فنیقی جہاز ڈبو دیئے یا گرفتار کر لئے"۔ اس لڑائی کے متعلق اگر ہم کو مزید معلومات بہم پہنچ سکیں تو بہتر ہوتا اسلئے کہ اس جنگ اور جنگ میکالے میں اسقدر مشابہت پائی جاتی ہے کہ ہیروڈوٹس تو ان دونوں کو جنگ میکالے کے نام سے ہی تعبیر کرتا ہے۔ متاخرین کے بیانات اس درجہ متضاد ہیں کہ ہمیں ان سے کسی قسم کی مدد نہیں مل سکتی۔ اس ضمن میں ڈیوڈورس نے کہیں کہیں شائد ایفورس کا تتبع کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کیمون دو سو سہ طبقہ جہاز پیرئی اس سے لیکر چلا اور سو جہازوں کا اضافہ کر کے کاریہ کے یونانی شہروں کو اپنا جانب دار بنایا اور پھر ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵) ہوئی تھی۔ اسکی مزید تفصیل کے لئے دیکھو دیودورس ۱۱، ۶۲۔ پولی آئینس ۱، ۳۴۔ یہ بالیقین نہیں بنایا جاسکتا کہ دونوں میں سے کسکو ایفورس کے سمجھنے میں کم غلطی ہوئی ہے۔ بیس ہزار قیدی دراصل سو جہاز وکے ملاح اور انکے ساتھی ہونگے اور اسکا حساب حسب معمول فی جہاز ۲۰۰ آدمیوں کی نسبت سے لگایا گیا ہے۔ پلوٹارک ("کیمون" ۱۲-۱۳) غالبًا تھیوپومپس کا تتبع کرتا ہے مگر ساتھ ہی فانوڈیمس اور کالس تھینس کے اقتباسات بھی دیتا ہے موخر الذکر بیوسولٹ (۲، ۴۰۵) کے نزدیک لڑائی کی اصلی سند ہے۔ بیوسولٹ (۲، ۴۰۲) کا یہ بھی موجہ خیال ہے کہ ایون ساکن خیوس کا بھی اصلی سند کا رتبہ ہے۔ پلوٹارک میں جو نامعلوم نام ہیدروس ہے اسے بعض موخ کیپروس (یا قبرس) پڑھتے ہیں۔ ڈنکر (۸، ۲۱۲) اسی کو اِدپرس پڑھتا ہے اور یہ ہی درست بھی معلوم ہوتا ہے پئوسانیاس ۱۰، ۱۵، ۳-۵ اور دیودورس ۱۱، ۶۲ میں چڑھاووں کا ذکر ہے اور وہیں یہ بھی بیان ہے کہ ایرانیوں کے ساتھ ایک جنگ "قبرس" میں ہوئی تھی اور یونانیوں نے سو جہاز گرفتار کئے تھے۔ اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ۴۴۹ ق م کی لڑائیوں کے ساتھ جزوی خلط مبحث ہو گیا ہے۔ مقابلہ کرو وینڈوزف کے مضمون "فتحمند اتھینا کا مذہب" میں (جو روما کے انجمن آثار قدیمہ کے یادگاری نمبر ۱۸۷۹ء میں نکلا تھا) ایکروپولس کے اتھینا کے بت خانے اور فتح یوریمدون کے درمیان تعلق دکھایا گیا ہے۔ اس کے متعلقہ مسائل کے لئے دیکھو بیوسولٹ ۲-۴۰۱ وغیرہ۔ صفحہ ۴۰۴ کے پہلے حاشیئے میں وہ لکھتا ہے کہ بجائے "ملک میں" کے "قبرس میں" پڑھنا چاہئے اور ص ۴۰۶ میں اپنا خیال ظاہر کرتا ہے کہ چڑھاوے کا اصل مقصد ایتھنزیوں کے ہاتھوں ایرانیوں کی شکست کو دکھانا ہے۔ اور اسی موضوع کو غالبًا الٹے ہوئے کھجور کے درخت کی شکل میں پیش کیا گیا ہے ؛

مقامات کی تسخیر کی جنہیں ایرانی یا دیسی باشندے آباد تھے۔ لیسیہ کے شہر از خود اسکے جانب دار ہو گئے اسپر ایرانیوں نے ایک بری اور بحری فوج قبرس میں مجتمع کی جسکے سپہ سالار تھراؤشٹس اور فیرینداٹس مقرر ہوئے۔ کیمون نے بیڑے پر حملہ کیا اور اسے شکست دیکر سو جہاز ملاحوں ہمیت اور دو سو خالی جہاز جنکے لوگ قبرس بھاگ گئے تھے گرفتار کر لئے۔ ایرانی لشکر دریائے یوریمیڈون کے کنارے پڑا ہوا تھا اور کیمون نے نہایت تیزی کے ساتھ اسکی جانب پیش قدمی کی۔ اسنے یہ چال چلی کہ یونانیوں کو ایرانی کپڑے پہنائے اور ایرانی گرفتار شدہ جہازوں میں بٹھاکر دریا کے راستے ایرانی فوج کی جانب لیجانے کا حکم دیا۔ ایرانیوں نے تو یہ سمجھ کر کہ وہ اپنے ہی آدمی ہیں انکا مقابلہ نہیں کیا۔ یونانی نہایت اطمینان سے ایرانی پڑاؤ پر پہنچ گئے اور وہاں ایک باقاعدہ قتل عام کے مرتکب ہوئے پھر بھی ایرانی انھیں پہچان نہ سکے اور یہ سمجھے کہ وہ پسیڈیا کے بحری قزاق ہیں۔ اسکے کچھ عرصے کے بعد کیمون نے اپنی تمام فوج کو کشتی اشاروں کے ذریعے سے واپس بلا لیا۔ ۳۴۰ جہاز اور ۲۰۰۰۰ آدمی گرفتار کرکے وطن کو واپس آیا۔

یہ بیان ڈیوڈورس کا ہے۔ پولی اینس بھی یہی قصہ نقل کرتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ موخرالذکر لڑائی کا موقع دریائے یوریمیڈون اور کیمون کی چال کا مقام جزیرہ قبرس بتاتا ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ اگر یہ واقعہ حقیقتہً پیش آیا ہوتا تو کیا یہ ممکن ہے کہ طوسیی دیدیس اسکا مطلق تذکرہ نہ کرتا؟ پلوٹارک کا بیان مفصلۂ ذیل ہے:۔ طوسیی دیدیس نے تو جہازوں کو پہلے سے زیادہ تیز رو بنا ہی دیا تھا۔ اب کیمون نے انکو زیادہ وسیع کر دیا اور اس قابل بنا دیا کہ انہیں بہت سے ہوپ لیت بیٹھ سکیں۔ ایونیہ سے پمفیلیہ تک ایشیائے کوچک کا ساحل مسخر کرنے کے بعد وہ کنیڈس گیا اور ختیسیوں کی مدد سے شہر فاسیلس کو اپنا جانبدار کر لیا۔ اس نے یہ خبر سنی کہ اریوماندیس قبرص سے ۸۰ جہازوں کا منتظر ہے اور دریائے یوریمیڈون پر ۶۰ (یا بموجب الفورس ۳۵۰) جہازوں کا بیڑہ لئے پڑا ہوا ہے۔ کیمون نے فوراً حملہ کیا دو سو جہاز گرفتار کئے بہت مال غنیمت لیا اور اسکے بعد ان ۸۰ جہازوں کو بھی حراست میں لے لیا جو میدروس سے چلدیئے تھے۔ اس بیان میں ڈیوڈورس والی عجیب و غریب چال ظاہر نہیں ہوتی اور اس سے ڈیوڈورس کا اعتبار اور بھی کم ہو جاتا ہے۔ جب دونوں لڑائیاں یوریمیڈون پر ہی ہوئی تھیں تو پھر چال کی ضرورت ہی کیا تھی؟

ایتھنزیوں نے اس فتح کے شکریے میں دیوتاؤں کے سامنے نہایت بیش قیمت بھینٹ دئے

ڈیلفی کے اپولو پر ایک تانبے کا پھلدار کھجور کا درخت چڑھایا گیا جسپر اتھینیا کی مورت تھی۔ اسکے ایک اور چڑھاوے کا اس واقعے سے متعلق ہونے میں (جسکا دیودورس یوریمیدون کے سلسلے میں ہی ذکر کرتا ہے) بہت شبہ کیا جاتا ہے؛

جنگ یوریمیدون سے ایتھنز اور ایشیائی یونانیوں کو جنوبی ساحل ایشیائے کوچک پر جسپر اسوقت تک ایران کا اثر باقی تھا سیادت حاصل ہوگئی اور اس سیادت کے حصول میں صرف خیوس لیسبوس اور ساموس کے باشندے ایتھنز کے شریک جنگ ہوئے تھے؛

آخر میں یہ امر بھی قابل تذکرہ ہے کہ نہ تو سنہ ۴۷۹ ق م کے بعد پوسانیاس اور سنہ ۴۶۹ ق م اور سنہ ۴۵۹ ق م کے بعد ایتھنز ہی جزیرۂ قبرس کو فتح کر سکے۔ اور بالآخر یہ جزیرہ یونانیوں سے ہمیشہ آزاد ہی رہا؛ [1]

نوٹ متعلق باب ہشتم

کیمون کے لئے دیکھو فیدش، "سوانحعمری کیمون" بازل، سنہ ۱۸۴۷ء اور "مختصر تحریرات" جلد ۱۔ لائپزگ۔ سنہ ۱۸۸۱ء۔ اونکن، "ایتھنز اور یونان" جلد ۱ (کیمون اور ایفیالتیس) لائپزگ سنہ ۱۸۶۵ء۔ گوکس، "تاریخ یونان" جلد ۲۔ لندن سنہ ۱۸۹۷ء؛

پانچویں صدی کے بیشتر حصے کیلئے گوکس کے "حیاتہائے مدبران یونان" جلد ۲۔ لندن سنہ ۱۸۸۶ء دیکھنی چاہیئے؛

---

[1] بُوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات:-

سنہ ۴۶۹ ق م یا سنہ ۴۶۶ ق م۔ سکیروس کی تسخیر؛

سنہ ۴۶۸ ق م۔ کارستوس کی تسخیر؛

سنہ ۴۶۷ ق م۔ ناکسوس کے ساتھ جنگ؛

سنہ ۴۶۷ ق م۔ جنگ یوریمیدون؛

نواں باب

اسپارٹا اور ایتھنز کی مشکلات کیمون کے اخراج تک

جب ایتھنز اسقدر چلت پھرت دکھا رہا تھا تو اسپارٹا پر خاموشی طاری تھی - پئوسانیاس کے معاملے میں اسے نہایت تلخ کامی ہو چکی تھی۔ "سیاسیات عظمیٰ" کے خیال کا ضروری نتیجہ ایرانی تعیش کے ساتھ وابستگی تھی اور یہ تعیش اسپارٹی عادات واطوار اور اسپارٹی اوصاف کے بالکل متضاد تھا۔ اسپارٹا ان آزمائشوں میں ہرگز پورا نہ اترا اور اسنے آخر الامر یہ تہیا کر لیا کہ ایشیائی معاملات کو دوسروں کے سپرد کر کے خود اپنی قدیم علیحدگی دوبارہ اختیار کر لے۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ اسپارٹا میں یہ بحث چھڑی کہ بحری سیادت کے اصول پر کاربند رہا جائے یا نہیں اور ایک شخص مسمی ہیتوئماریداس نے اسپارٹیوں کو یہ ترغیب دی کہ قیادت یونان کے خیال کو خدا حافظ کہکر پرانی لیگ پھر زندہ کی جائے۔ [1] آخرکار اسپارٹا کو اپنے بلند پایہ سے نیچے اترنا پڑا۔ اور چونکہ خیال یہ پیدا ہو چلا تھا کہ اسمیں وہ پرانی قوت باقی نہیں رہی تھی اسلیئے وہ اندرونی مشکلات کا سامنا کرنے پر مجبور ہوا۔

گو اسپارٹا یونانی سمندروں کی قیادت سے مستعفی ہو گیا پھر بھی بری سرگروہی برقرار رکھنے میں اسے کوئی امر مانع نہ تھا۔ اسپارٹیوں نے سوچا کہ اتفاق "ہمسائگان" کے تجدید سے بری سیادت قائم رکھنا ممکن ہے۔ اور تحریک کی کہ جو مملکتیں ایران کے خلاف شریک معاہدہ نہیں ہوئیں وہ اس لیگ سے نکالدی جائیں۔ مگر تمستطاکلیس نے پیلاگوروں (اراکین مجلس لیگ) کو یہ ترغیب دی کہ وہ اس تحریک کے خلاف رائے دیں۔ اسنے کہا کہ ۳۱ مملکتیں ایران کے خلاف جنگ میں شریک ہوئی ہیں مگر ان میں سے اکثر نہایت چھوٹی چھوٹی ہیں۔ اگر لیگ میں سوائے انکے کوئی اور مملکت شریک نہ رکھی جائیگی تو پھر دو تین زبردست مملکتوں کا

---

[1] دیودورس ۱۱، ۵۰۔ بیوسولٹ ۲، ۳۵۶ کے نزدیک دراصل یہ ایسوکراتیس کے محض تخیلات کے اختراعات کا نتیجہ ہے۔

پورا قابو مل جائیگا اور باقی کو اپنے حقوق سے دست بردار ہونا پڑیگا۔ [1]

اس واقعے سے جسکا راوی محض **پلوٹارک** ہے اور دیگر سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ **پلوٹارک** حقیقی واقعات بتا رہا ہے تو بھی **اسپارٹا** کی یہ کوشش ضرور قابل تحسین ہے کہ یونان کی ادھوری کچھی ڈھیلی ڈھالی ایک حقیقی مشارکت کی صورت میں تبدیل ہو جائے۔ اس سے قبل بھی اسپارٹا اسکے لیئے کوشش کر چکا تھا جب وہ آیونیائیوں کو ان شہروں میں آباد کرنے کا محرک ہوا تھا جو ایران کے ساتھ مل گئے تھے۔ اب اسکی یہ تجویز ہوئی اس قسم کے شہروں کی جو کچھ سیاسی حیثیت ہے وہی باقی رہے سوائے اسکے کہ انکے چند غیر متعین حقوق جو "لیگ ہمسائگاں" میں انھیں حاصل تھے ضبط کر لیئے جائیں اور یہ ظاہر ہے کہ

---

[1] پلوٹارک: "تمسٹاکلیس" ۲۰۔ یہ بیان نہایت مشکوک ہے اور اسکی صداقت میں شبہ کی بہت کچھ گنجائش ہے۔ سب سے زبردست اعتراض یہ ہے کہ جہانتک ہمیں علم ہے باشندگان تھیوقیبہ دو ووٹوں کو لیگ میں حق رائے دہی نہ تھا مگر تھیبز اور آرگوس کو تھا۔ یوتی اور تھیسلی ایک ہی ہوں مگر دوپی اور آرگوسی تو ایک نہ تھے اور یہ ممکن کب تھا کہ آرگوسی اور تھیسلی لیگ سے علیحدہ کیئے جاتے۔ اگر اسپارٹی تحریک منظور ہو جاتی تو لیگ سے محض آرائش ارکین مثلاً مالسی، فطیوطی آلی ینانی، دولوپی، ملگنیتی اور پر رھائے بی علیحدہ کر دیئے جاتے جو نہ صرف ایران کے طرفدار رہتے تھے بلکہ جنکا دروازہ ہمیشہ ایتھنز اور اسپارٹا دونوں کے اثر کے لیئے کھلا رہتا تھا۔ بدیں وجوہ اسپارٹی تحریک کے اس بیان میں صرف اتنی بات واقعی کہی جا سکتی ہے کہ اسپارٹا کی عین خواہش تھی کہ پرانی لیگ کی جگہ نئی لیگ قائم کرے اور اسکے بعینہ وہی حقوق ہوں جو قدیم لیگ کے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس موقع پر ایتھنز نے ان یونانیوں کے حقوق کی حفاظت کی جنھوں نے غداری کی تھی۔ اسنے "لیگ ہمسائگاں" کو حقیقی مشارکت کی صورت میں تبدیل ہونے سے اسلیئے باز رکھا کہ اسے خوف تھا کہ نئی لیگ میں اسکو اسپارٹا سے بہت نیچا درجہ اختیار کرنا پڑیگا۔ مگر اسپارٹی تحریک کے بجائے وہ کوئی اور تحریک پیش نہ کر سکا۔ اور اسنے جن مملکتوں کا ساتھ دیا انھوں نے تو اسکا شکریہ بھی نہیں ادا کیا مثلاً تھیبز نے فوراً اسپارٹا سے معاہدہ کر لیا۔ یونان کی بنیاد مضبوط کرنے کی کوشش کی ابتدا فتوحات ہی سے ہوتی ہے۔ اس موقع پر اسپارٹی مقاصد کو ایتھنز نے بالکل اسی طرح شکست دی جیسے زمانہ مابعد میں اسپارٹا نے ایتھنز کے مساعی کی کامیابی میں رکاوٹیں پیدا کیں۔ افسوس کہ انسانی فطرت اسی کے مقتضی ہے۔ دیکھو۔ بیوسولٹ ۲، ۳۵۷ ؛

اس صورت میں لیگ پہلے سے زیادہ ذی اقتدار ہوجاتی - اسکے خلاف مُشتطا کلینس کے اعتراضات نہایت کمزور تھے - واقعہ یہ تھا کہ حقیقی قوت دو یا تین ملکتوں کو تھی جو خود کو ایونیائی یاد وریانی کہتی تھیں - اگر لیگ کو از سر نو مرتب کردیا جاتا تو اسمیں جس قسم کے قانون رائے وہی کی خواہش رہی ویسا ہی بن سکتا تھا اور ممکن تھا کہ لیگ میں ایتھنز کا اتنا ہی اثر پیدا ہوجائے جتنا اسکا حق تھا - تاریخ اسبات کی شاہد ہے کہ ایتھنز کے اعتراضات کی بنا پر لیگ میں اصلاح تو نہ ہوئی مگر ایتھنز کے اقتدار میں بھی پہلے سے کچھ زیادہ اضافہ بھی نہ ہوسکا - خود وہ مملکتیں جنھیں محض ایتھنز کیوجہ سے لیگ میں رہنے دیا گیا تھا اب اسپارٹا کے ہی ممنون مشکور ہوئیں - اور عدم تجدید لیگ سے ایتھنز کو کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچا ؛

اسکے باوجود اسپارٹا اپنے ایک خاص مقصد کو پورا کرنے میں کامیاب نہیں ہوا - اسکی خواہش تھی کہ تھسلی والوں کو اسکی سزا دی جائے کہ انھوں نے یونانیوں کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور وہ خود تھسلی پر مسلّط ہوجائے - شاہ لیوتی خدیس اس کام کیلئے تھسلی روانہ کیا گیا مگر گمان غالب ہے کہ اسنے وہاں پہنچ کر الیوداۓ قوم سے رشوت لے لی اور جیسا گیا تھا ویسا ہی واپس آگیا[1] واپسی پر لیوتی خدیس مجرم گردانا گیا اور آخرکار اسے تیگیا بھاگ جانا پڑا - چونکہ شہر اسپارٹا کا پرانا حلیف تھا اسلیئے مروت میں اگر وہاں کے باشندوں نے بادشاہ کو حوالے کرنے سے قطعی انکار کیا - مختلف حصص یونان کا جذبۂ آزادروی جنگ ایران سے بہت ترقی کرگیا تھا - اور تیگیا نے یہاں تک جرأت کی کہ اسپارٹا سی ذی اقتدار مملکت کے خلاف آرگوس سے محالفہ کرے - گو ان حلیفوں کو اسپارٹا نے شکست دی مگر تیگیا کی حیثیت میں کوئی معتدبہ فرق نہ آیا[2] ؛

پیلوپونیز کے دوسرے حصوں میں بھی جوش پھیلا ہوا تھا - ایلس نے ایک دستور اختیار کرکے جو عموماً اصولو نپیر بنی تھا متعدد مواضعات کو یکجا کیا اور اس کا نام شہر ایلس رکھا[3]

---

[1] ہیروڈوٹس ۶، ۷۲ - پٹوسانیاس ۳، ۷، ۹ - بیوسولٹ ۳۵۵ - ۳۵۶ ؛

[2] ہیروڈوٹس ۹، ۳۵ - پٹوسانیاس ۳، ۱۱، ۷ - بیوسولٹ (۲، ۳،۶) کے نزدیک یہ واقعہ ۴۷۳ قم یا ۴۷۲ قم کا ہے ؛

[3] استرابو ۸، ۳۳۶ - بیوسولٹ ۲، ۲، ۳ ؛

آرکیڈیا نے بھی اسپارٹا سے علیحدگی اختیار کرلی اور بعض مورخوں کے نزدیک اسی زمانے میں مین ٹنیا کے اتحاد باہمی کی تہذیب ہوئی۔ مگر یہ بات تیقن کے پائے کو نہیں پہنچی [۱] اسکے ساتھ ہی ہمیں یہ علم ضرور ہے کہ اس عظیم الشان جنگ میں جو اِسپارٹا اور دیگر آرکیڈی شہروں کے درمیان ہوئی اور جس میں شہر ڈیپیا کے قریب اسپارٹیوں کو فتح ہوئی مین ٹنیا شریک نہ تھا۔ بہر نوع اگر مین ٹنیا نے اِسپارٹا کی عملاً مخالفت نہیں کی پھر بھی اسمیں شبہ نہیں کہ اسپارٹا کو بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا [۲] نہایت تعجب ہے کہ جنگ ایران کے بعد ہی وہ اسقدر کمزور ہوگیا ہو۔

اس ضمن میں ایک خاص واقعے کیطرف توجہ لازم ہے۔ دیو دورس کے نزدیک آرگوسیوں نے میکے نائی اور تِرنز دونوں کو ۴۶۸ ق م میں تاراج کیا۔[۳] میکے نائی اور تِرنز نے تو ایران کے خلاف کوشاں ہونے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا۔ اور آرگوس دوران جنگ میں یونان کو ایران کے ہاتھ فروخت کر دینے کیلئے ہمیشہ تیار رہتا تھا۔ باوجود اسکے ڈیلفی میں باشندگان میکے نائی و تِرنز کی یادگار قائم ہونے سے دس سال کے اندر ہی آرگوس کو یہ دونوں شہر برباد کرنے اور انکے تمام باشندگان ذکور کو غلام بنانے دیا گیا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ یونان میں بہت سے افراد ایسے بھی ہونگے جنکو اسبات سے نہایت تاسف ہوگا کہ ان یونانی مملکتوں کو جو ایران سے جنگ آزما ہوئی تھیں ایک مضبوط لیگ بنانے میں اِسپارٹا کو ناکامی ہوئی۔ بہرنوع میکے نائی کی تباہی جو ازمنۂ قدیمہ سے اب تک نہایت باوقار شہر تھا عوام کی نظروں میں ایک نہایت قبیح حرکت تھی اور یونان کی روایات کی قطعاً منافی تھی۔ بلاشبہ اسپارٹا کو اپنی ضروریات بھی مدنظر تھیں مگر ان ضروریات ہی کیلئے میکے نائی کا قیام لابد تھا۔ ان تمام باتوں سے صرف ایک نتیجہ نکلتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اِسپارٹا نے میکے نائی کی حفاظت میں

---

[۱] دیکھو جلد ا باب ۱، حاشیہ۔ خود بیُوسولٹ (۲، ۶، ۳) یہ ثابت نہیں کرسکا۔

[۲] ہیروڈوٹس ۹، ۳۵ ہمیں اس لڑائی کے صحیح سنین کا علم نہیں۔ بیُوسولٹ (۲، ۳، ۶، ۳۸۴) نے سنہ ۴۶۹ ق م تا ۴۶۸ ق م قرار دیا ہے۔ ڈیو (۸، ۱۳۳) کے نتائج درست ہوں مگر طریق استدلال صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

[۳] دیو دورس ۱۱، ۶۵۔ اشترابو ۸، ۶، ۱۰ ۔ ۳، ۶۳ ۔ مقابلہ کرو ہیروڈوٹس ۸، ۱۴۳ بیُوسولٹ کا خیال ہے کہ میکے نائی کی فتح غالبًا ۴۶۴ ق م میں ہوئی ہوگی۔ اس سے اِسپارٹا کی عدم مداخلت کا طرز عمل سمجھ میں آسکتا ہے۔

صرف اسوجہ سے ہاتھ نہیں ڈالا کہ وہ خود مصیبتوں میں گرفتار تھا بلکہ دیودورس کا تو یہ خیال ہے کہ اسپارٹا کی عدم مداخلت کا اصلی سبب ہیلوتوں کی بغاوت اور زلزلہ تھا۔ مگر ہمیں اسکی بابت کسی قسم کے اطمینان بخش معلومات نہیں ہیں [۱]

زلزلے نے اِسپارٹیوں کو عظیم الشان نقصان پہنچایا جنگ آرکیڈیا ختم ہی ہوئی تھی اور اِسپارٹا سوچ ہی رہا تھا کہ تھاسوس باغیوں کو اِسپارٹا کے خلاف کس طرح مدد دے کہ ایک زبردست زلزلے نے شہر کو ہلا دیا جس سے اِسپارٹا میں کھنڈر ہی کھنڈر باقی رہ گئے اس زلزلے سے قریب قریب بیس ہزار جانوں کا نقصان ہوا اور بیان کیا جاتا ہے کہ تمام شہر میں صرف پانچ مکان کھڑے رہ گئے۔ مال و اسباب کے بہ نسبت جانوں کی حفاظت زیادہ اہم تھی اسلیئے شاہ آرخی دامس نے تنبہ کے علامات کے ذریعے سے شہریوں کو ایک جگہ جمع کیا اور سب کو ایک کھلے میدان میں لیجا کر بہت لوگوں کی جان بچائی؛

اس واقعے کے بعد ہی پیریوئکی اور ہیلوتوں نے بغاوت کا علم بلند کردیا کچھ عرصے پیشتر یہ شبہ ہوگیا تھا کہ ہیلوت پؤسانیاس کے محض ایک اشارے پر باغی ہوجائینگے اور جب چند ہیلوت تیناری پوسیدون کے مامن کو بھاگ گئے تو اسپارٹیوں نے اسی شبے میں انکو قتل کرڈالا۔ اسپارٹا پر اس قتل کا مدت دراز تک دھبہ رہا۔ اور ایتھنزی وقتاً فوقتاً اسپارٹیوں کو یہ واقعہ یاد دلا دلاکر مطعون کیا کیئے؛

طوسی دیدِس کا بیان ہے کہ پیریوئکی کی بغاوت میں تھوریئی اور ایتھائیا کے باشندے اور قدیم میسینیوں کے ورثا شامل تھے۔ ابتدا ہی میں ان باغیوں نے قلعہ اِتھومے پر قبضہ کر لیا اور ایک معرکے میں تین سو اسپارٹی بسرکردگی اَئم نیستس (قاتل مہرنوشن) کام آئے اس جنگ کے طول کھینچنے سے اسپارٹی اقتدار میں گونہ فرق آگیا یہانتک کہ وہ اپنے پرانے حلیفوں سے امداد کا خواہاں ہوا جنمیں سے ائی گینا اور پلاٹیہ نے فوراً آمادگی ظاہر کی [۲] مگر اسکا بھی کوئی

---

[۱] دیکھو دیو ۸، ۶۳ ۱۳ وغیرہ۔ اور ۴۰ ۲۴۔ پؤسانیاس (۴، ۲۴، ۵) کا خیال ہے کہ میسینیوں کی بغاوت اولمپیاد ۷۹، ۲ یعنی سنہ ۶۳-۶۲ ق م میں ہوئی ہوگی۔ مگر بیوسولٹ (۲، ۲۸۴) اسکے لیئے موسم گرما سنہ ۶۵ ق م تجویز کرتا ہے؛

[۲] طوسی دیدِس ۲، ۲۷-۴، ۵۶۔ ۳، ۵۴۔ بیوسولٹ (۲، ۲۵۳) کے نزدیک کیمون ٹیمیفیہ موسم بہار میں گیا تھا۔ کیمون کی سوانحعمری (۱۵) میں پلوٹارک نے جو غلطیاں کی ہیں انکے لیئے دیکھو بیوسولٹ ۲، ۴۵۵؛

خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا اور اِتھومے تسخیر نہ ہو سکا۔ ایتھنز ؔی تو شہروں کے محاصرے میں کامل دستگاہ رکھتے تھے مگر پیلوپونیزیوں کو محاصروں کا زیادہ تجربہ نہ تھا اسلیئے اِسپارٹیوں نے اب ایتھنز سے مدد طلب کی۔ اگر ایتھنزی اسپارٹا کیلئے خون بہانے کو طیار نہ ہوتے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوتی اسلیئے کہ انکو غالباً علم تھا کہ اسپارٹا اسکے مدمقابل تھاسوس کو کمک بھیجنے والے ہیں۔ مگر کیمون کی یہ پالسی تھی کہ ایتھنز اِسپارٹا سے تعلقات قائم رکھے اور اسکے اثر سے ایتھنزی اسپارٹا کو مدد بھیجنے کیلئے طیار ہو گئے اور خود کیمون ایک لشکر لے کر میدان جنگ کو گیا۔ مگر ایتھنز کے اس آمادگی کا نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اِتھومے تسخیر نہ ہو سکا اور اِسپارٹیوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ایتھنزی باغیوں سے مل گئے ہیں اور خیال کرنے لگے کہ کیا عجب کہ محاصرین میں سے ایسے لوگ بھی ہوں جو محصورین کی فتح و نصرت کی دعائیں مانگ رہے ہوں۔ آخر کار اس شبہ میں گرفتار ہو کر اِسپارٹا نے ایتھنزی فوج واپس کر دی۔ بلاشبہ یہ ایتھنز کیلئے توہین تھی مگر اس توہین کا اصل باعث خود اسکا سفیہانہ اور لایعقلانہ طرزِ عمل تھا۔ عہدِ پِسِسْطراٹَس و کلیس میں اِسپارٹا سے ہمیشہ عیارانہ اختلاف سے کام نکالا جاتا تھا، اب کیمون کے زمانے میں ایتھنز کا اِسپارٹا کے ساتھ جو برتاؤ تھا وہ محض ایتھنز کی عنایت آمیز سرپرستی پر مبنی تھا۔ یونان کی بہتری کیلئے اِسپارٹا کا میسینیہ کو اپنی ماتحتی میں رکھنا کسی طرح ضروری نہ تھا اسلیئے کیمون کے اس طرزِ عمل کے نتائج اور بھی مضر ثابت ہوئے۔ اب اس انتہا پسندی نے اور بھی گُل کھلائے۔ اور اسی ایتھنز نے جو حال ہی میں میسینیوں کو غلام بنانے کیلئے اپنی جانیں قربان کرنے پر تُلا ہوا تھا اب اِسپارٹا کے خلاف آرگوسیوں اور تھسالیوں کے ساتھ عہد و پیمان محالفہ کر لیا ہ[1]

جنگ نے دس سال متواتر طول کھینچا مگر اخیر میں اِتھومے کو ہتھیار رکھ دینے پڑے اور فتح کا سہرا اِسپارٹیوں کے ہی سر رہا[2] اختتام جنگ پر فاتحوں نے محصورین کو

---

[1] طوسی دیدیس ۱۰۲، ۱ ؏

[2] کریوگر، کلاسین اور بیوسولٹ (۴، ۵، ۲) کی رائے ہے کہ طوسی دیدیس ۱۰۳، ۱ میں بجائے "دسویں سال" کے "چوتھے سال" پڑھا جانا چاہیئے۔ اور یہی زیادہ قرین قیاس بھی معلوم ہوتا ہے۔ بیوسولٹ (۲، ۵، ۴) کے نزدیک اِتھومے کی تسخیر ۶۱-۴۶۲ ق م میں عمل میں آئی ہوگی ؏

پیلوپونیز سے چلے جانیکی اجازت تو دیدی مگر اسکے ساتھ یہ شرط بھی لگا دی کہ انمیں سے جس کسی کو کوئی بھی پیلوپونیز میں گرفتار کریگا وہی اسکا مالک ہوجائیگا۔ اس قسم کے سخت شرائط میسینیوں کے شکست کا نتیجہ تھے مگر اپنے بچاؤ کیلئے اسپارٹیوں نے یہ مشہور کردیا کہ انکے عائد کرنے کی ایک کاہن نے ہدایت کی تھی۔ یہ پیلوپونیز سے میسینی ایتھنز گئے جہاں ایتھنزیوں نے انکا خیر مقدم کیا اور نوپاکٹس میں (جسے حال ہی میں اوزولی لوکریوں سے چھینا تھا) رہنے کی اجازت دیدی۔ اسوقت سے ایتھنز کے یہ دوست ہی خلیج کارنتھ پر سنتری کی خدمت انجام دیتے رہے اور ایک ایسے بندرگاہ کے جو ایتھنز کیلئے نہایت اہم تھا متواتر حفاظت کرتے رہے۔[1]

اسپارٹا کو تو بہت سی مشکلات محض اسلیئے پیش آرہی تھیں کہ اسکا طرز عمل دلیرانہ نہ تھا، اسکے برعکس ایتھنز کو اسی قسم کے مصائب کا اسواسطے سامنا کرنا پڑا کہ اسکی پالیسی حریصانہ تھی۔ اسپارٹا کے خلاف تو اسلیئے تو بغاوتیں ہورہی تھیں کہ اسکو کاہلی پسند تھی، ایتھنز کے خلاف اسوجہ سے شورشیں برپا ہورہی تھیں کہ اسمیں تکبر بھرا ہوا تھا۔ کیمون کی تسخیر ایئون وتھریس و کارسٹس کے بیان کے بعد طوسی دیدیس مفصلۂ ذیل قصے کا ذکر کرتا ہے:[2] "اب وہ باغی ناکسوسیوں کی طرف رجوع ہوئے اور انکا محاصرہ کرکے انکو شکست دی۔ ناکسوس پہلا حلیف تھا جسے ایتھنز نے تمام موجودہ قواعد کے خلاف اپنی تابعداری پر مجبور کیا۔ اسکی بغاوت کے بعد ایتھنز نے بجنسہٖ یہی برتاؤ دوسرے شہروں کے ساتھ بھی روا رکھا۔ ایتھنز کی سلطنت کے خلاف بغاوتوں کا سلسلہ اسلیئے جاری ہوا تھا کہ حلیفوں نے خراج دینا یا زمانۂ جنگ میں ایتھنز کو اپنے جہازوں اور اپنی فوج سے امداد دینا قطعی انکار کے ساتھ موقوف کردیا تھا،

[1] کرٹیئس (۲، ۲، ۱۴۲) کاخیال ہے کہ طوسی دیدیس (۱، ۱۰۳) کے الفاظ "لوکریسی نکال دیئے گئے" کی تشریح "نوشتہ‌لے یونان قدیم" ۲۲۱ سے ہوجاتی ہے جسمیں لوکریسیوں کی نوآبادی نوپاکٹس کا ذکر ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس نوآبادی میں کورنتھی بھی شریک ہونگے اسلیئے کہ چند سکے پائے گئے ہیں جو کورنتھی طرز کے ہیں اور جنپر لفظ "لوکروں" کندہ ہے مگر حقیقت یہ زمانۂ بعد کے اطالوی لوکری کے سکے ہیں۔ اگر ایتھنز اسپارٹا کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا جیسا برتاؤ اسپارٹا نے تھاسوس کے معاملے میں کرنا چاہا تھا تو میسینی غالباً آزاد ہوجاتے اور یہ یونان کیلئے بہر نوع مفید ہوتا۔

[2] طوسی دیدیس ۱، ۹۸، ۹۹۔

اور ایتھنزیوں نے یہ رویہ اختیار کیا تھا کہ جو حلیف محض کاہلی یا عداوت کی بنا پر ایتھنزی مطالبات پورا کرنے میں تعویق کرتے انکو ایتھنز نہایت سختی کیساتھ جبراً پورا کراتا۔ اسکے ساتھ ہی انکی حکومت ناپسندیدہ تھی دوسرے یہ کہ وہ بغاوت نہایت آسانی کیساتھ فرو کر دیتے تھے۔ اکثر حلیف یہ چاہتے تھے کہ زندگی آرام سے بسر ہو اور جہاز مہیا کرنے کے عوض وہ ایتھنز کو روپیہ ہی ادا کر دیا کریں اسطرح ایتھنز کی قوت میں پہلے سے بھی اضافہ ہوگیا اور جب کسی حلیف نے بغاوت کی تو وہ ایتھنز کے مقابلے کی تاب نہ لاسکا"۔ یہ ہمیں نہیں بتایا گیا کہ ایسے حلیفوں کی کیا تعداد تھی جو بزور شمشیر مغلوب کیے گئے ؛

اسی قسم کے ایک اور جھگڑے کا ہم کو علم ہے۔ باشندگان جزیرہ تھاسوس ایتھنز سے اسلیے چشمک رکھتے تھے کہ ایتھنز تھاسوسی ساحل پر برابر دست درازی کرتا رہتا تھا اور ہمیشہ تھاسوسیوں کو ساحلی کانوں پر قبضہ کرلینے کی دھمکی دیتا رہتا تھا[1] تھاسوس کی جو کچھ دولت تھی وہ ان ہی کانوں کی وجہ سے تھی اور انیں سے اکثر ساحل ہی پر تھیں۔ موسم بہار ۴۶۵ ق م میں تھاسوس نے نہایت ہمت اور جرأت سے کام لیا اور ایتھنز سے باغی ہوگیا[2] ایتھنزیوں نے شہر تھاسوس کا محاصرہ کرلیا اور دس ہزار ایتھنزی حلیف دریائے استریمون کے ایک اہم موقع پر قبضہ کرکے وہیں بس گئے تاکہ برّاعظم پر تھاسوسی اقتدار توڑ دیں۔ یہ جگہ دریا کے دہانے پر ہی تھی اور چونکہ اس جگہ نو سڑکیں مل جاتی تھیں اسلیے اسکا نام "اینیاہودوئے" یا "نہ راہا" تھا مگر چونکہ دریائے استریمون نے اسے قریباً چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اسی مناسبت سے زمانہ مابعد میں اسکا نام "امفی پولس" یا پن گھٹ پڑ گیا[3] بہرحال اس نوآبادی نے کچھ زیادہ ترقی نہیں کی۔ تھریسیوں نے نہ صرف بسنے والوں کی مخالفت ہی کی بلکہ ڈرابسکس پر انھیں شکست ہی اس شکست کا ایک نتیجہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ غالباً ایتھنزیوں کو نہ راہا چھوڑ دینا پڑا۔ یا

---

[1] طوسی دیدش ۱، ۱۰۰؛

[2] ہیوسولٹ ۲، ۱۴۴۔ مقابلہ کرو کرٹیس کی تاریخ یونان ۶، ۸۲۷۔ "مجموعۂ نوشتہہائے قدیم" (۱، ۴۳۲) میں کسی قبر کے تکیے کے ایک ٹکڑے کا ذکر ہے جسپر ان ایتھنزیوں اور حلیفوں کا ذکر ہے جو تھاسوس میں مارے گئے ؛

[3] طوسی دیدش ۱، ۱۰۰۔ دیو ۸، ۲۳۱ کا خیال بالکل درست ہے کہ تھاسوس در اصل اسی نوآبادی کی تجویز ہی کو سنکر بغاوت پر آمادہ ہوا تھا ؛

کم سے کم دوبارہ بستی بسانے کی ضرورت پیش آئی؛
خود تھاسوسیوں کے خلاف کیمون بھیجا گیا اور اپنے مقصد میں وہ پہلی مہم سے زیادہ کامیاب رہا۔ اسنے انھیں بحری شکست دی اور ایک طولانی محاصرے کے بعد بغاوت کے تیسرے سال تھاسوسیوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا۔ ادہر اسپارٹا کی یہ خواہش تھی کہ کسی نہ کسیطرح تھاسوس کی مدد کیجائے۔ مگر اسپارٹی امداد کا شہر تھاسوس میں پہنچنا بالکل ناممکن اور محال تھا۔ اس مہم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنز نے تھاسوس کو مجبور کیا کہ وہ اپنی شہر پناہ مسمار کردے، اپنے جہاز اور ساحلی مقبوضات ایتھنز کے سپرد کردے اور آئندہ سے سال بسال خراج ادا کرتا رہے۔ اس خراج کی تعداد اولمپیاد ۸۲، ۲ (۴۵۱ ق م) میں تین ٹالنٹ تھی[1] اندرونی معاملات میں دوسرے حلیفوں کی طرح تھاسوس بھی خودمختار رہا؛

گو کیمون نے تھاسوس فتح کرلیا تھا اور اس سے ایتھنز کی سیادت ممالک شمال میں دوبارہ عود کر آئی تھی مگر اسکی ایتھنزیوں نے اتنی قدر نہ کی جتنا وہ مستحق تھا۔ اسکے مخالفوں نے اسپر یہ الزام لگایا کہ اسنے سکندر شاہ مقدونیہ سے رشوت لیلی ورنہ مقدونیہ کا فتح کرلینا کچھ مشکل نہ تھا۔ انھوں نے یہانتک کیا کہ اسپر باضابطہ مقدمہ قائم کردیں مگر تحقیقات سے کیمون تمام الزامات سے بری ہوگیا[2] ارسطیدیس کی موت کے بعد الکمئونیوں کے معاملات کی نگرانی چند نوجوانوں کے ہاتھ میں آگئی تھی جنمیں ایک فارقلیس بھی تھا۔ اسکے باپ زانتھی پس پر ایک زمانے میں کیمون نے استغاثہ دائر کیا تھا اور اب یہ فارقلیس کیمون کے مخالفوں میں شامل ہوگیا تھا۔ کیمون سے قوم اسوجہ سے اور بھی ناراض تھی کہ وہ تو اسپارٹا سے دوستانہ طرز عمل برتنا چاہتا تھا اور اسکے جواب میں اسپارٹا نے بالکل برعکس رویہ اختیار کیا تھا؛

حالات متذکرہ بالا سے یہ ظاہر ہے کہ جنگ ایران کے بعد دس برس کے اندر اسپارٹا

---

[1] اولمپیاد ۸۳، ۴ میں کاتوں پر تھاسوس کا پھر قبضہ ہوگیا تھا اور غالباً اسی لئے ایتھنز نے اسکے خراج کی مقدار تین ٹالنٹ کی جگہ تیس ٹالنٹ کردی؛

[2] اس مقدمے کیلئے دیکھو پلوٹارک کی "سوانح کیمون" ۱۴ و ۱۵۔ کرتیئس (۲، ۱۵۰) دیموس تھنیس کی نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ کیمون پر ایتھنز کے "جدی تنظیم" بدلنے کا الزام بھی لگایا گیا تھا۔ مگر بعض مورخ "جدی تنظیم" کی جگہ "پاردسی تنظیم" پڑھتے ہیں؛

اسی طرح ایتھنز بھی مشکلات میں پڑ گیا تھا مگر وہ اسپارٹا کی مشکلات کے برابر نہ تھیں۔[1]

دسواں باب

ایتھنز کا خارجی طرزِ عمل جنگ اوئنوفیتہ تک

گو ایتھنز کے راستے میں بہت سی مشکلات حائل تھیں مگر اسکا اقتدار برابر بڑھتا ہی گیا۔ اسکی سیادت کی ماہیت پر تو آئندہ بحث کی جائیگی۔ یہاں اسکی وسعت کے اندازہ کیلئے یہ کافی ہے کہ ایجئن کے تمام جزیرے اسکے شمالی ساحل کی تمام بستیاں، درۂ دانیال سے باسفورس تک کے شہر اور پمفیلیہ تک ایشیائے کوچک کی تمام ساحلی ریاستیں، یہ سب ایتھنز کو اپنا رئیس تسلیم کرنے پر طیار ہو گئے۔ یہ بھی خالی از علت نہیں کہ سوائے تھریسی خرسونیز اور لسپہ کے بیشتر حصے کے وہ براعظم یورپ یا ایشیا کے کسی جزو پر قابض نہ تھا بلکہ اسکی قوت صرف ان ہی خطوں تک محدود تھی جو شہری فرقوں کے زیر اثر ہوں۔ اور خود ایونیا اور ساحل کے بعض طبقات ایسے تھے جو اسوقت تک ایران ہی کے دست نگر تھے۔ اسکے برعکس بہت سے ممالک اور سلطنتیں ایسی بھی تھیں جو ایتھنز کے حلقۂ اثر میں آچکی تھیں۔ مثلاً تھریس اور

---

[1] بیوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات:-

(۱) بہار ۴۶۵ ق م - بغاوت تھاسوس (۲،۱۴۱،۱۴) ؛

(۲) گرما ۴۶۵ ق م - زلزلہ اسپارٹا (۲،۴۳۸) ؛

(۳) خزاں ۴۶۴ ق م - تسخیر تھاسوس (۲،۱۴۱) ؛

(۴) بہار ۴۶۳ ق م - کیمون مینیہ میں (۲،۴۵۳) ؛

(۵) بہار ۴۶۲ ق م - کیمون کا اخراج (۲،۱۷۱) ؛

مقابلہ کرو ہولٹ ابیل "معلومات تاریخ یونان میں اضافہ" صفحہ ۳۲ - فیریکیس (تھر صہ ۱۲) کے نزدیک تھاسوس موسم بہار ۴۶۳ ق م میں فتح ہوا تھا؛

مقدونیہ میں ایتھنز کا بہت اثر تھا اور گو تھسلی کی دوستی کا زیادہ اعتبار نہ تھا مگر کم از کم بظاہر تو تھسالوی دوست ہی تھے[1] یہ بھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ایتھنز کے فوکس کے ساتھ کس قسم کے تعلقات تھے - کم از کم بیوتیہ پر تو ایتھنز کا اثر نام کو بھی نہ تھا - رہیں چھوٹی چھوٹی یونانی مملکتیں - انھوں نے ایتھنز سے ضرور معاہدے کر لیئے تھے مگر ان مخالفوں کا مقصد سوائے اسکے کچھ نہ تھا کہ وہ ایتھنز کی مدد سے اپنے دشمن ہمسایوں کو نقصان پہنچائیں؛

اسکے سوائے میگارا اور ایتھنز میں محض قرب کی وجہ سے بھی دشمنی کی آگ بھڑکی ہوئی تھی[2] اور تاریخ میں صرف ایک مرتبہ جب کارنتھ اور میگارا میں مخالفت ہو گئی تھی میگارا نے ایتھنز سے معاہدہ کیا تھا[3] اس طرف ایتھنزیوں کو میگارا پر اسلیئے اثر قائم کرنے کی ضرورت تھی کہ میگارا کی ارضی مشرق میں خلیج سارون تک اور مغرب میں خلیج کارنتھ تک پھیلی ہوئی تھی اور اسکے قبضے میں دو نہایت اہم بندرگاہ تھے - ایک نسائیا جو سالامس کے بالکل مقابل تھا اور دوسرا خلیج کارنتھ کا بندرگاہ پیگائے - میگارا پر پورا قابو حاصل کرنے کیلئے ایتھنزیوں نے شہر سے نسائیا تک دو مضبوط دیواریں قائم کر دیں اور جب اصول قلعہ بندی کا یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوا تو اسی کی بنا پر خود ایتھنز میں اس پر عمل کیا گیا[4] دور و دراز پیگائے میں یہ فصیل بندی ممکن نہ تھی اسلئے ایتھنز نے

---

[1] مقابلہ کرو طوسی دیدیش ۱، ۱۰۲ و ۱۰۷؛

[2] ہمسایوں کے آپس میں ایک دوسرے سے حسد کا تاریخ یونان پر نہایت زبردست اثر ہے - دیکھو میرا مضمون "تنازعۂ طویل" جسکو میں نے "اکریتیس" کے نام پر معنون کیا ہے - یہ یونان کیلئے سخت بدبختی ہے کہ یونانی خصلت کے ابتیوکلیس اور پولی نکیس بالکل صحیح مثالیں ہیں؛

[3] طوسی دیدیش ۱، ۱۰۳؛

[4] میگارا کی لمبی فصیل کیلئے دیکھو طوسی دیدیش ۱، ۱۰۳ - ایتھنز کی فصیل کے متعلق طوسی دیدیش ۱، ۱۰۷ - جو واقعات طوسی دیدیش نے باب ۱۰۷ میں بیان کئے ہیں وہ ضرور کیمون کے اخراج کے بعد پیش آئے ہونگے اسلئے جیسا طوسی دیدیش سے ظاہر ہوتا ہے - اگر ایتھنز کی فصیل کی تعمیر جنگ ہالی ئیس اور جنگ تناگرا کے بعد ہی شروع ہوئی تو ضرور ہے کہ فارقلیس نے انکی تعمیر کی ابتدا ۴۵۸ ق م میں کی ہو - پلوٹارک اپنے "واقعات کیمون" (۱۳) میں یہ بیان کرتا ہے کہ ان دیواروں کی بنیاد کیمون نے ہی رکھی تھی -

پیگاے کے ان جہازوں کا جو خلیج کارنتھ میں گشت لگاتے تھے مرکز مقرر کر دیا اور ان خطوں میں بھی ایتھنز کارنتھ کا گویا مدمقابل بن گیا۔ غرض یہ ہے کہ تیس سال کے امن کے سلسلے میں طوسی دیدش بیان کرتا ہے کہ ۴۵۵ ق م سے پہلے ہی ایتھنز خلیج کارنتھ کے جنوبی ساحل یعنے اکائیا کے بیشتر حصے پر قابض ہوگیا تھا لیکن یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ اثر کس طرح پیدا ہوگیا۔ اتھنزی وہاں کے باشندوں کے ساتھ نہایت خلق سے پیش آتے تھے اور سوائے رنگروٹوں اور سامان رسد[۱] کے اور کسی قسم کی تکلیف انکو نہ دیتے تھے۔ اسکے برعکس خلیج کورنتھ کے شمالی ساحل سے وہ بہت کم واقف تھے۔ صرف مغربی بندرگاہ نوپاکٹس پر انکا قبضہ تھا اور آرگوس اکا شہر ترویزن نے اُنسے محالفہ کر لیا تھا۔ ظاہر ہے کہ خلیج ساروِن اور خلیج کورنتھ کے شہروں کے ساتھ اسقدر مختلف النوع تعلقات قائم رکھنے کیلئے ایتھنز کو بہت جانفشانی اور عرق ریزی کرنا پڑی۔ اور یہ ایتھنز کا ہی کام تھا کہ اسکے باوجود وہ ایک عظیم الشان اور دور و دراز مہم سر کرنے کیلئے طیار ہوگئے۔ اور کوشش کی کہ مصر کو ایران سے علٰحدہ کر کے اپنے طرف لے آئیں اگر ایتھنز میں زمانۂ زیر بحث یعنی پانچویں صدی کے وسط میں ان رہنماؤں سے زیادہ قابل مدبّر نہ ہوتے۔ جنکے ہاتھ میں صدی کے آخری ایام میں ایتھنز کی باگ تھی تو یقین ہے کہ اس مہم کا نتیجہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹) اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ طوسی دیدش غلطی پر ہے۔ یہ نظریہ درست معلوم ہوتا ہے کہ کیمون نے ہی ان فصیلوں کی تعمیر شروع کر دی ہوا اور اسے ایک اور واقعے سے تقویت پہنچتی ہے کہ فارقلیس نے ایک تیسری اندرونی دیوار تعمیر کی تھی۔ فارقلیس کے نزدیک یہ اندرونی فصیل مدافعت کے لیئے دیگر فصیلوں سے زیادہ اہم تھی اور یقین ہے کہ وہ اسے ہی فالیرم کی فصیل سے پیشتر ہی تعمیر کرتا۔ منجملہ زمانۂ حال کے مورخوں کے ڈنکر (۹، ۲۴۴) کو اسبات کا یقین ہے کہ کیمون ہی نے دیواروں کی بنیاد رکھی۔ واخسمتھ اپنی تصنیف "شہر ایتھنز" (۱، ۵۵۷) میں ایک طرف تو اس نظرئیے کے موافق بہت سے ثبوت تسلیم کرتا ہے اور دوسری جانب طوسی دیدش کو بھی نظر انداز کرنا نہیں چاہتا۔ واخسمتھ کو یقین ہے کہ کیمون نے اپنا ذاتی روپیہ ان فصیلوں کی تعمیر میں نہیں خرچ کیا ہوگا۔ مگر میں اس خیال کے موافق نہیں ہوں اسلیئے کہ ان فصیلوں کی تعمیر بھی تو ایک شہر کی ایک عظیم الشان خدمت ہی تھی جسکے لیئے ایتھنز یونکو کبھی عار نہیں ہوا۔

[۱] طوسی دیدش ۱، ۱۱۵۔

وہی ہوتا ہے جو سسلی کی مہم کا ہوا اور ایتھنز کو ایک بہت بڑی زک پہنچ جاتی۔ مصری مہمات نے اکثر دول یورپ کو نیچا دکھایا ہے اور یہ مہم انہیں سب سے پہلی تھی۔

شہنشاہ زرکسیز کے انتقال کے بعد مصر نے چاہا کہ ایرانی حکومت سے آزادی حاصل کرے اور جن لوگوں نے علم بغاوت بلند کیا ان میں سب سے پہلا شخص انارس حکمران لبیا (طرابلس) تھا جو دولت ایران سے بغاوت کر کے مصر کا بادشاہ ہو گیا۔ چونکہ ایتھنز دریائے مشرق میں اول درجے کی طاقت تسلیم کیا جاتا تھا اسلیئے انارس نے ایتھنز سے مدد طلب کی اور ایتھنز نے فوراً (غالباً ۴۵۹ قم میں) دو سو جہازوں کا ایک بیڑا جو جزیرہ قبرس کے قریب پڑا ہوا تھا مصر روانہ کر دیا۔ وہاں پہنچکر ایتھنزی دریائے نیل کے شہر میمفس تک برابر چلے گئے اور سوائے شہر کے ایک ثلث حصے کے جو عام طور پر "دیوار سفید" کہلاتا تھا دیگر حصوں پر قابض ہو گئے ایتھنزی تو جنگ میں منہمک تھے وطن کے قریب ایتھنز کے دشمنوں کو یہ موقع مل گیا کہ وہ اس شہر پر جس سے انکو دلی نفرت تھی حملہ کر دیں۔

جب سے ایتھنز نے میگارا پر قبضہ کر لیا تھا اُسی وقت سے کورنتھی ایتھنز سے نہایت ناراض ہو گئے تھے۔ بظاہر اسپارٹا اور کورنتھ ایک تھے مگر چونکہ بین الاقوامی معاملات میں یونانی قواعد و قوانین کا اتنا خیال نہیں کرتے تھے اسلیئے اس نئی جد وجہد میں اسپارٹا بالفعل شریک نہیں ہوا۔ غرض یہ ہے کہ موسم گرما ۴۵۹ قم میں ایتھنزی آرگولس کے شہر ہالی آئس میں لنگر انداز ہوئے مگر جو لڑائی جو اس مقام پر ان میں اور کورنتھی اور ایپی دورس حلیفوں میں ہوئی اسمیں خود ان ہی کو شکست ہوئی بہر حال جب بمقام کیکری فالیا (جو ایپی دورس کے قریب ہی ہے) ایتھنزی فتحیاب ہوئے تو آئی گینا بھی خوفزدہ ہو کر جنگ میں شامل ہو گیا اسکا اثر جنگ پر سوائے اسکے کچھ نہیں ہوا کہ بحری لڑائی میں ایتھنزی نے غنیم کے ستر جہاز گرفتار کر لیئے اور خود جزیرہ آئی گینا میں اتر گئے۔ ادھر کورنتھیوں نے ایک طرف تو ۳۰۰ ہوپ لیت آئی گینا کی کمک کیلئے روانہ کیئے اور ساتھ ہی یہ خیال دلمیں جما کر کہ ایتھنز نے اپنی فوج مصر تو بھیج ہی دی ہے اگر انکا خیال دوسری جانب متصرف کیا گیا تو یقین ہے کہ وہ آئی گینا سے ہٹ جائیں فاکنائے کورنتھ کے قریب کوہ گیرانیا پر قبضہ کر لیا۔ کورنتھیوں کو یہ علم نہ تھا کہ آئی گینا سے قبضہ ہٹانے کے بجائے وہ اپنے خون کا آخری قطرہ تک قربان کر دینے کیلئے طیار تھے۔ اور تمام ایتھنزیوں نے جنمیں بڑے اور چھوٹے سب شامل تھے میگارا کے

علاقے میں می اونڈلیس کی سرکردگی میں پیش قدمی کرکے کورنتھیوں کو واپسی پر مجبور کیا۔ اور جب کورنتھی واپس ہورہے تھے تو انکو ایک زبردست شکست دی جسے طوسی دیدش نے خلاف عادت نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ؂

اگر ماراتھون کی فتح پر نظر نہ کی جائے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ ایتھنز کی بحری اور بری قوت اسقدر کمال کو کبھی نہیں پہنچی جیسے زمانۂ زیر بحث میں اسکا مفصل بیان طوسی دیدش کے علاوہ اس یادگار کے کتبے میں موجود ہے جو قبیلۂ ایرختائس کے ان ایتھنزیوں کی یادگار میں نصب کی گئی تھی جو قبرس، ہالی ائش اور آئی گینا کی لڑائیوں میں مارے گئے تھے۔ اس کتبے میں کل ۱۲۰ نام کندہ ہیں اور گمان غالب ہے کہ اس قبیلے کا کوئی فرد کیکری فالیا کی لڑائی میں نہیں مارا گیا ہوگا ورنہ کتبے میں اسکا بھی ضرور ذکر ہوتا۔ ایتھنز ان قربانیوں پر جو اسکے شہریوں نے کی اور اسکے سرگروہوں کی قابلیت پر جس سے کیمون کی غیر موجودگی میں انھوں نے انتظام ملکت کیا جسقدر فخر کرے بجا اور درست ہے [۱]

جب بیرونی ممالک کے ساتھ جنگ وجدل کا سلسلہ بڑھ گیا تو اسکے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہوگیا کہ شہر کی کماحقہ حفاظت کی جائے۔ غنیم کی فوج آسانی کے ساتھ ایتھنز اور پلی رسے اس کے درمیان حائل ہوسکتی تھی اسلئے یہ لابد تھا کہ ان دونوں کے درمیان تسلسل

---

[۱] مجموعہ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۴۳۳۔ ڈنبرگ مع اپنی سلوی یادداشتوں کے ۳ ڈنبرگ ۸، ۲۷۔ دیوڈورس کو ان واقعات کے سنین کا تعین کرنے میں جسکا اس کتبے میں ذکر ہے غلطی ہوی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مصری مہم اولمپیاد ۸۰، ۱ میں (۱۱، ۷۷)، ہالی ائش اور ائی گنیا کے واقعات ۸۰، ۲ میں (۱۱، ۷۸) اور میگارا کی جنگ ۸۰، ۳ میں (۱۱، ۷۹) واقع ہوی گو حقیقی سنین کا تیقن نہایت مشکل ہے مگر یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ تفصیل کیلئے محض طوسی دیدش پر ہی بھروسہ کیا جاسکتا ہے، دیودورس کی کوئی وقعت نہیں۔ طوسی دیدش کے نزدیک مصری مہم (باب ۱۰۹ و ۱۱۰) میرونڈلیس کی میگاری مہم (باب ۱۰۵) کے بعد پیش آئی۔ مگر دیودورس کے خیال میں میرونڈیس کی مہم کا میرونڈلیس کی مہم سے دو سال پیشتر ہی خاتمہ ہوچکا تھا۔ دیودورس پر کسی طرح اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اور بہ ظاہر ہے کہ مصری مہم کی تاریخ اولمپیاد ۸۰، ۱ نہیں بلکہ اولمپیاد ۸۰، ۲ یا ۸۰، ۳ ہے اور بیوسولٹ تو (۲، ۱۸۲ میں) اولمپیاد ۸۰، ۲ کو ترجیح دیتا ہے ؂

بلا مزاحمت قائم رہے۔ ایتھنز نے میگارا اور نسیئہ کے درمیان فصیلیں تعمیر کر دی تھیں مگر اسوقت تک ایتھنز اور پی رے اُس تک کوئی فصیل موجود نہ تھی۔ کیمون نے اس فصیل بنانے کیلئے تجویز کی تھی اور اسی کے زمانے میں ہمہ قسم کی طیاریاں بھی ہوگئی تھیں مگر طوسی دیدیش اسکی تکمیل کا حال آئی گینا ایپی دورس اور کورنتھ کی لڑائیوں کے بیان تک نہیں کرتا۔ ان فصیلوں میں سے ایک تو فالیرم کی جنوبی حد تک اور شمالی اس جگہ تک جاتی تھی جہاں جزیرہ نما پی رے اس کا شمالی گوشہ شروع ہوتا ہے۔ گویا فالیرم کی حفاظت ہوگئی اب پی رے اس کی حفاظت کیلئے یہ رہ گیا کہ اسکے شمالی ساحل تک ایک اور فصیل تعمیر کی جائے۔ اسکی تعمیر کا کام ہو ہی رہا تھا کہ پیلوپونیز کی چند ریاستوں کے جھگڑے کے بجائے ایتھنز اور اسپارٹا میں عظیم الشان جنگ و جدال شروع ہوگئی۔

فوکس کے باشندوں اور دریائے کیفی سس کے بالائی وادی کے زرعی جمہوریہ دورس سے جھگڑا ہو گیا تھا اور اسپارٹیوں کے اس نام نہاد مرکز کے تین گاؤں میں سے ایک پر فوکیوں نے قبضہ بھی کر لیا تھا۔ اس واقعے پر اسپارٹا نے مداخلت کی اور کلیومبروتس کا بیٹا نکومیدیس ۔۔ ۵ الکدمونیوں اور ۔۔۔۔ اہوپلیتون کو لیکر پلیستوناکس ولد پوسانیاس کا قائم مقام بنکر شمال کی طرف گیا اور فوکس والوں کو دورس سے نکال دیا ایتھنز ہی اسوقت سلسلۂ زنجیرہ گیرانیا کی حفاظت کر رہے تھے۔ جب انکو اسپارٹیوں کی پیش قدمی کی خبر ہوئی تو وہ فوراً پلٹ کر اسپارٹا کا راہ میں حائل ہوگئے۔ اسپارٹیوں کے بیوتیہ میں رہ جانے کی ایک وجہ تو یہی تھی کہ انکا راستہ رُکا ہوا تھا اور دوسرا سبب (جو دراصل اس مہم کا اصلی سبب تھا) یہ تھا کہ خود ایتھنز میں ایک فریق عمومیت سے بہت متنفر تھا۔ اور اسے اسمیں کچھ عار نہ معلوم ہوتا تھا کہ اسپارٹا کی امداد سے جو اسپارٹی فوج کے قیام بیوتیہ میں بآسانی میسر آسکتی تھی انقلاب پیدا کر دے۔ لیکن ایتھنزی حکومت اس قسم کی ترکیبوں سے قطعاً متاثر نہیں ہوئی۔ ایتھنز کے ہر ایک متنفس نے مدافعت کا تہیہ کر لیا اور حکومت نے تمام حلیفوں کو امداد کیلئے طلب کیا۔ ایتھنزی فوج میں جو اسپارٹیوں سے جنگ آزما ہونے کیلئے آگے بڑھی ۔۔۔ ہہ انفوس تھے جنمیں ایک ہزار آرگوسی بھی تھے۔ بدقسمتی دیکھو عین لڑائی کے دوران میں جو میدان تناگرا میں ہوئی تھسالوی سوار اسپارٹیوں سے جا کر مل گئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنز کو شکست ہوئی۔ انہیں اسپارٹی فوج کیلئے راستہ چھوڑ دینا پڑا اور اسپارٹیوں نے زنجیرۂ گیرانیا کو عبور کر کے وطن کی راہ لی۔ اسپارٹی سپاہیوں نے اس مال غنیمت کی قیمت سے

جو جنگ تناگرا میں لئے ہاتھ آیا تھا ایک طلائی ڈھال طیار کرائی اور اسے زیئس دیوتا کے بت خانے کی چھت کی زیبائش کیلئے چڑھایا[1] مگر باوجود اس خوشی کے اِسپارٹیوں کی فتح کوئی دو ٹوک فتح نہ تھی ورنہ اسمیں شبہ نہیں کہ اسپارٹی ایتھنز کی فصیل تک بڑھ آتے یہ ایک ایسے لشکر کی فتح تھی جو اپنے ملک کو واپس جانا چاہتا تھا مگر جسکا راستہ روک دیا گیا تھا۔ زمانۂ مابعد میں تو ایتھنزیوں نے اس تناگرا کی لڑائی کو اپنی فتوحات میں بھی شمار کیا[2] اور حقیقت یہ ہے کہ اس جنگ کے صرف ٦٢ روز

---

[1] بیوسوئٹ ٢ تا ٢٩١ - اس کتبے کا ایک قصہ "نوشتہائے یونان قدیم" ٢٦ الف میں ہے۔ نکوملیس کی مہم فوکس کیلئے دیکھو بیوسوئٹ ٢، ٨٠٨۔ گرٹیس (١٨٩، ٦٢) اور کرشہوف کا خیال ہے کہ جنگ اوئنوفیتہ سے پیشتر ایتھنز میں عمومیت کا دور دورہ تھا۔ گو یہ خیال تیقن کے حد کو نہیں پہنچا مگر اسکے خلاف بھی کوئی خاص ثبوت نہیں ہے اسلئے کہ عام خیال یہ ہے کہ یونانی ریاستوں میں عمومیت ہر جگہ ایتھنز کی طرفدار اور اشرافیت اسپارٹا کی جانب دار تھی۔ مگر اس خیال میں مبالغے کی بہت کچھ آمیزش معلوم ہوتی ہے۔

[2] گوطوسی دیدش (١، ١٠٨) اسپارٹی فتح کو تسلیم کرتا ہے گر الیفورس کا بیان تاریک ہے اور دیودورس (١١، ٨٠ - ٨٣) قطعی ناقابل یقین ہے۔ ١١، ٨٠ میں دیودورس لکھتا ہے کہ آرخن بیون کے عہد میں یعنی اولمپیاد ٨٠، ٣ (٥٧-٥٨ ق م) میں لکدمونیوں نے بیوتیہ تک پیش قدمی کی اور دو روز متواتر جنگ ہوتی رہی مگر آخرکار کچھ نتیجہ نہ نکلا اور ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان یہ طے پایا کہ چار ماہ کیلئے جنگ ملتوی رہے ١١، ٨١ - ٨٣ میں دیودورس بیان کرتا ہے کہ آئندہ سال سنے سی تھائیدلیس کے آرخنی میں (یعنی اولمپیاد ٨٠، ٤ ٥٦-٥٧ ق م میں) اسپارٹی مع ایک زبردست لشکر کے تناگرا آئے۔ ایتھنزی بسرکردگی مرونیدلیس گئے اور حملہ آوروں سے جنگ آزما ہوئے اور آخرکار ان ہی کو فتح ہوئی۔ مورخ نے مرونیدلیس کی فتح کا حال نہایت مقفیٰ و مسجع عبارت میں بیان کیا ہے۔ اس فتح کے بعد وہ تمام بیوتیہ کو تاراج کر دیتا ہے اور (باب ٨٣) کچھ عرصے کے بعد اوئنوفیتہ کی لڑائی میں کامیاب ہوتا ہے۔ باستثنائے ایتھنز کے تمام بیوتیہ کو ہتھیار رکھ دینے پڑتے ہیں دیودورس کے بیان مندرجہ ١١، ٨٠ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ جنگ کتنی دیر رہی۔ اسکے بعد اسپارٹی فوج بالکل بے حس و حرکت پڑی رہتی ہے (١١، ٨١) اور یہ بھی نہیں ظاہر ہوتا کہ بیوتیہ کی تاراجی سے قبل آخر وہ جنگ کہاں ہوئی تھی جسمیں مرونیدلیس کو فتح ہوئی۔ اور جسوقت تک دیودورس ١١، ٨٣ تک نہیں پہنچا اسوقت تک اوئنوفیتہ کی لڑائی کا ذکر ہی نہیں۔ اصل یہ ہے کہ دو جنگوں کی تین بنا دی گئی ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کے بے بنیاد بیان کی ذرا بھی وقعت نہیں ہو سکتی ہے۔

بعد ہی ایتھنز کی فوج مرونیدیس کی سرکردگی میں دوبارہ بیوتیہ پہنچ گیا اور وہاں کے باشندوں نے پھر لڑنے کیلئے طیار ہو گیا۔ اس لشکر نے بیوتیوں کو بمقام اوئنوفیتہ شکست دی اور انھیں اپنے ساتھ مخالفہ کرنے پر مجبور کیا۔ فوکس میں بھی جو حال ہی میں اسپارٹا کا جانب دار ہو گیا تھا ایتھنز نے یہی طرز عمل اختیار کیا۔ اور ویسی ہی ایتھنز اپنے ساتھ لوکرس اوپنٹیہ کے ایک سو شہری بطور یرغمال کے لیگئے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس دور کے ایتھنزیوں کے کارنامے ضرور قابل تعریف ہیں اسلیئے کہ بہادر بیوتیوں کو نیچا دکھانا کوئی معمولی بات نہ تھی اور ان فوائد سے جو ایتھنز کی حکومت کو اپنے شہریوں کی بہادری کے تصلے میں حاصل ہوئے تھے جسطرح کام نکالا گیا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور کے ایتھنز کے مدبر نہایت قابل و باتدبیر تھے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس دور میں تمام وسطی ایتھنز کے زیر اثر آگیا تھا۔

ایتھنز نے اب اپنی طویل فصیلوں کی تعمیر اختتام کو پہنچادی اور ائی گینا کو اپنی لیگ میں شامل ہونے پر مجبور کیا۔ اس سے بھی زیادہ جنوبی سرحد میں انھوں نے کارہائے نمایاں کر دکھائے۔ چند ایتھنز کی جہازوں نے بسرکردگی تولمیدیس پیلوپونیز کے گرد چکر لگا کر گیتھیم کا سلاح خانہ جلادیا، کورنتھی نوآبادی ایتولوئی خالکس پر قبضہ کر کے خلیج کورنتھ میں اپنے حلقۂ اثر کو مزید وسعت دیدی۔ سکے بعد ایتھنز کی سکیون کے ساحل پر اترے اور جو باشندے انکی مدافعت کیلئے آئے تھے انکو شکست دی۔ غرض یہ ہے کہ اسپارٹا کی حکمت عملی کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ ایتھنز دنیائے یونان میں پیشتر سے بھی زیادہ ذی اقتدار ہو گیا +

مگر ایک اور خطے میں اسنے اپنی قوت بالکل بے نتیجہ صرف کی جس سے نہ تو ایتھنز کو فائدہ ہوا نہ اسکی شہرت میں کسی قسم کی ترقی ہوئی + مصری معاملات کی روش ابتدا میں تو بالکل حسب دلخواہ رہی اور شہنشاہ ایران کو اپنے جبروت پر اسقدر کم بھروسہ رہ گیا کہ اسنے یہ مناسب سمجھا کہ ایتھنز کے خلاف ایک اور ریاست کو کمربستہ کرے۔ اور اسپارٹیوں کو اٹیکا پر حملہ کرنے پر آمادہ کرنے کی غرض سے اسنے میگابازو کو مع کچھ روپے کے اسپارٹا روانہ کیا۔ اسپارٹا کے باشندوں نے روپیہ تو لے لیا مگر چپکے گھر بیٹھ رہے اور میگابازو کو ایشیا باقیماندہ روپیہ ساتھ لیکر واپس جانا پڑا + اب شہنشاہ نے اس سے بہتر طریقہ ایتھنز کو زک دینے کا اختیار کیا اور ایک شخص مسمی میگابیزو ولد زوپیرس کو ایک کثیر لشکر لیکر مصر روانہ کیا + میگابیزو نے تمام ملک فتح کر لیا، ایتھنزیوں کو میمفس سے نکال کر

جزیرہ پروسوپیٹس میں جو دریائے نیل میں واقع تھا انکو گھیر لیا - اور بہت کم محصورین کو لیبیا (طرابلس) اور کیرینے (برکہ) بھاگنے کا موقع دیا + گو ایک شخص امیرتائیس مصر زیرین کے دلدلوں میں برابر مدافعت کرتا رہا مگر اسکے بیٹے پنوسیرس نے ایران کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا + اسکے بعد ایرانیوں نے اناروس کو گرفتار کر کے صلیب پر چڑھایا اور گو اسکے بیٹے ثنائطیق اور اسکے بھائی تن تیراس نے اپنا اقتدار لیبیا میں قائم رکھا مگر آخر کار انکو بھی ایرانی سیادت قبول کرنی پڑی[۹] اور جب پروسوپیٹس کی تسخیر کے بعد ایتھنزیوں کا ایک امدادی بیڑہ جس میں پچاس جہاز تھے دریائے نیل میں آیا تو اسے بھی ایرانیوں نے گرفتار کر لیا + یہ تھا نتیجہ اس عظیم الشان مصری مہم کا جس کا سلسلہ چھ سال متواتر جاری رہا تھا + افسوس ہے کہ جیسے طوسی دیدیس نے سیراکیوز کے محاصرے کی تفصیل ہمارے واسطے چھوڑی ہے - ایسا کوئی مفصل بیان اس مصری مہم کا ہم تک نہیں پہنچا + ایسے بیان کیلئے ہیرودوٹس کی سی نکتہ رس طبیعت اور طوسی دیدیس کی سی صداقت کی ضرورت تھی - ایتھنز کی تاریخ کے اسی دور میں ہم یہ محسوس کیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس "خمسینی" کے واقعات کے متعلق ہمیں کس قدر کم معلومات ہے - ایک طرف تو جتنی عظمت یونان کو سنین متذکرۂ بالا میں حاصل ہوئی اس سے زیادہ اور کسی عہد میں شاید ہی حاصل ہوئی ہوگی - دوسری جانب ہمارے ذرائع معلومات ٹھیک اسی دور کے متعلق نہایت درجہ کم ہیں[۱۰]

---

[۹] ویڈیمان "تاریخ مصر" ۲۹۰ + بیوسولٹ ۲، ۵۱۰ + ہمیں ان ایتھنزی سپہ سالاروں کے نام تک نہیں معلوم جنھیں مصر میں فتح یا شکست ہوئی + ہم طوسی دیدیس کے نہایت ممنون ہوتے اگر بجائے لڑائیوں کی تفصیلیں بیان کرنے کے جن سے بہت سے باب مثلاً ۶، ۱ بھرے ہوئے ہیں وہ مصری مہم کے متعلق ہمارے لیئے کچھ زیادہ واقعات چھوڑ جاتا

[۱۰] بیوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات مفصلہ ذیل ہے :-

۱ امداد کے لیئے اپیل ۴۵۹ق م (بیوسولٹ ۲، ۴۰۰) ۲ ہالی ائیس ۴۵۹ ق م + ۳ سیکری فالیا ابتدائے سرما ۴۵۹-۵۸ ق م + ۴ آئی گینا کی لڑائی ۴۵۸ ق م + ۵ میگارا کی جنگ ۴۵۸ ق م + ۶ تسخیر آئی گینا ۴۵۷ ق م - (۲، ۴۸۳) ۷ جنگ تناگرا ستمبر ۴۵۷ ق م + ۸ جنگ اونوفیتہ نومبر ۴۵۷ ق م - (۲، ۴۸۸) +

فیرطلبس ("ستمبر" صفحہ ۱۲) کا خیال ہے کہ جنگہائے تناگرا و اونوفیتہ ۴۵۷ ق م میں ہوئی تھیں -

گیارھواں باب

ایتھنز کی اندرونی تاریخ کیمون کی واپسی تک

ایک طرف بیرونی ممالک میں ایتھنزی اپنا حلقۂ اثر وسیع کر رہے تھے، دوسری جانب اندرونی معاملات میں انکا قدم عمومیت کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مگر ہمیں ان تبدیلیوں کا جو اس زمانے میں دستورِ ایتھنز میں ہوئی تھیں قطعی علم نہیں۔ طوسی دیدیس تو انکا ذکر بھی نہیں کرتا اور مصنفین مابعد محض لغاظی ہی پر بس کرتے ہیں۔

ارسطیدیس نے اپنی زندگی ہی میں عہدۂ آرخنی پر کرنے کیلئے تمام ایتھنزیوں کو اجازت دیدی تھی۔ اسکے انتقال کے بعد ارسطیدیس کا دوست فارقلیس پسرِ زانتھی پس رہنمائے عموم ہوا اور اسکے عہد میں سیاسیاتِ ایتھنز میں عمومیت نے بہت ترقی کی۔ اس کام میں اسے ایفیالتیس سے بہت مدد ملی جو گو مرتبے میں اس سے کم تھا مگر عمر میں اس سے بڑا تھا۔ انکی سیاسی اصلاحات کی بابت

ا؎ بیوسولٹ (۲، ۱، ۴۵۰) پلوٹارک کی حیاتِ کیمون (۱۵) کا حوالہ دیکر کہتا ہے کہ ایتھنز میں عمومی اصلاحات کی ابتدا اسی زمانے میں ہوئی تھی جب کیمون سپنیا گیا ہوا تھا۔ بیوسولٹ اور ریول دونوں کا خیال ہے کہ پلوٹارک کا ماخذ تھیوپومپیس ہے۔ ایفیالتیس کے اصلاحات کیلئے مفصلۂ ذیل تصانیف دیکھنی چاہئیں:

نوشخ ہامر کی کتاب متعلق اصلاحات اریوپاگس مطبوعہ کیل ۱۸۶۶ء۔ شیومان: سولن کا سیلی آیا اور ایفیالتیس کی حکمتِ عملی" رسالۂ انجمن فلسفہ ۹۳، ۵۸۵ وغیرہ۔ گلبرٹ "تنقیدیات" ۱، ۱۴۸۔ بیوسولٹ کا مضمون "تنقیدیات" امیبولر کے ذخیرے (۱۲، ۱۴، ۴) میں۔

اسکے متعلق مفصلۂ ذیل فقرے خاص طور پر قابلِ غور ہیں:۔

ارسطاطلیس: "سیاسیات" ۲، ۱۲، ۳۔ دیودورس- ۱۱، ۷۷۔ پلوٹارک: "کیمون" ۱۵۔ پلوٹارک: "فارقلیس" - ۹۔ (پلوٹارک کی ان دونوں تصنیفوں میں اکثر مقامات کے اریوپاگس کی حدِ اختیار سے باہر نکال لیے جانے کا بیان ہے۔)

یہاں یہ ذکر بھی نامناسب نہ ہوگا کہ گو کیمبرج کے لغت میں لفظ "نوموفیو لاکیس" کے تحت میں اسکے برعکس مذکور ہے

سوائے اس واقعے کے کہ اریوپاگس کے اختیارات پہلے سے محدود کر دیئے گئے دیگر اصلاحات کا ہمکو مفصل علم نہیں۔ مگر دستور کی صرف اسی ایک ترمیم سے اسکے مجوزہ قوانین کی ماہیت سے بہت کچھ آگاہی ہوجاتی ہے۔ اریوپاگس دستور ایتھنز میں ایک شرفائی عنصر تھا اور اسکے اراکین عمر بھر کیلئے منتخب کیئے جاتے تھے۔ اسلیئے اگر اسکے اہم عدالتی اختیارات سلب کر لیئے جاتے تو یقیناً یہ اشرافی عنصر بہت کمزور ہوجاتا۔ مگر اسکی ہم تک کوئی تفصیل نہیں پہنچی کہ اسکے اختیارات کم کر دیئے گئے ہوں۔ مورخین مابعد تو ضرور ایفیالتیس کی اصلاحوں کا حوالہ دیتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ اسنے اریوپاگس کے عدالتی اختیارات نہایت محدود کر دیئے تھے۔ مگر قدما میں صرف ارسطاطالیس نے اسکے متعلق کچھ لکھا ہے اور وہ صرف یہ کہ اریوپاگس کے اختیارات فارقلیس اور ایفیالتیس نے کم کر دیئے۔ زمانۂ موجودہ کے بہت سے مورخ اسپر متفق ہیں کہ اریوپاگس کے محض عدالتی اختیارات دیگر مجالس کو منتقل کر دینے سے دستور کی نوعیت عمومی نہیں ہوجاتی۔ اور یہ فرض کرنا پڑیگا کہ اریوپاگس سے وہ عام اختیار نگرانی دستور جو زمانۂ قدیم سے برابر چلا آتا تھا لے لیا گیا ہوگا اور ایسی صورت میں اصلاحات مذکور کا میلان ضرور عمومیت کے جانب ہوگا۔ مگر افسوس ہے کہ ان اختیارات کا جو اریوپاگس کو بطور ایک عام سیاسی نگران کے حاصل ہوں کوئی قطعی ثبوت ہی نہیں ہے اسلیئے یہ رائے ماننے کے قابل نہیں کہی جاسکتی۔

یہ ممکن ہے کہ اس اقتدار کو کام میں لاکر جو اریوپاگس کو بحیثیت ایک عدالتی مجلس کے حاصل تھا وہ اپنے آئینی فرائض پورا کرتی ہو۔ وہ ایک ایسی مجلس تھی جسکے ارکان سال بسال تبدیل نہیں ہوتے تھے اور ساتھ ہی اسے شہریوں کی موت اور زیست کا کلی اختیار تھا۔ ایسی عدالتیں اکثر اپنے اختیارات کو عمل میں لاکر ہر تجویز کے ساتھ اپنی رائیں عام معاملات کی بابت جنکا اثر لوگوں کی زندگی پر پڑے، دیا کرتی ہیں اور اریوپاگس بھی اس کلیے سے مستثنیٰ نہ تھی۔ بعض ممالک میں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۷) مگر در اصل یہ "محافظان قوانین" دیمیتریس ساکن فالیرم کی ہی ایجاد و اختراع معلوم ہوتے ہیں (گلبرٹ ۱۵۱۱۱۔ ۱۵۳) ۔ اسی طرح "نوموتھے تائے" یا مقننین بھی غلطی سے ایفیالتیس کی طرف منسوب کیئے جاتے ہیں (گلبرٹ ۱، ۲۸۶)۔ اسی طرح "قانون تجاویز خلاف آئین" (گرافے پارانوموں) ۴۱۱ ق م میں بھی موجود تھا اسلیئے ممکن ہے کہ یہ فارقلیس کے عہد میں ہی نافذ کر دیا گیا ہو (طوسی ویدش ۸،۶۷)۔

(مثلاً انگلستان میں) جہاں ججوں کی حیثیت بلند اور خود جج نہایت باعزت ہوتے ہیں وہ اپنے ہی اختیار سے ملک کے عام حالات کے گویا محتسب بن جاتے ہیں۔ مگر ایتھنز کے ہلی آیا کی صورت بالکل مختلف تھی۔ اسلیئے کہ اسکے اراکین کا قانونی اختیار صرف اس خاص مقدمے تک ہی محدود ہوتا تھا جو انکے سامنے بروقت پیش ہو۔ اسکی یہ حیثیت اریوپاگس کی حیثیت سے بالکل مختلف تھی۔ ایک طرف تو یہ سابق آرخنوں کی مجلس تھی اور دوسرے مذہبی نظام میں اسکا پایہ بلند تھا۔ اور جب اسکے سامنے فوجداری کے اہم مقدمات پیش ہوتے تھے تو اسکی تجاویز میں نصیحت آمیز الفاظ بھی ہوتے تھے جسکا مقصد قوم کی مجموعی حالت پر گویا نظر ثانی کرنا تھا[1] بدیں وجوہ اس میں شبہے کی کوئی وجہ نہیں کہ اریوپاگس کا ایتھنز میں وہی اثر تھا جو اسکی طرف بطور ایک عدالت کے منسوب کیا جاتا ہے اور اسے اس قسم کے موقعے حاصل تھے کہ شہر کی روایتوں اور شہر کے رسوم و رواج کی پشت پناہ اور محافظ بن سکے۔ جب اسکے اختیارات کم کردیئے گئے تو ایتھنز کے ذی اقتدار شہریوں کو ملکت کی بہتری کیواسطے نیک صلاح دینے کی صورتیں بہت کم باقی رہ گئیں اور اگر ایفیالٹیس اور فارقلیس کے اصلاحات سے اریوپاگس کے اختیارات میں کچھ کمی ہوگئی تو اسمیں شبہ نہیں کہ اس سے وہ روحانی بندش جو ایتھنزیوں کو آپس میں متحد کیئے ہوئے تھی اور انکے جوش وخروش پر گویا ایک روک تھی اب ڈھیلی پڑھ گئی ہوگی۔

ان اختراعات سے ایتھنز میں بہت جوش پھیل گیا اور تعلیم یافتہ طبقے نے جو پرانے دستور کی نہایت قدر کرتا تھا اس نقصان کو جو اریوپاگس کی اصلاح سے قدیم دستور کو پہنچا سب سے زیادہ محسوس کیا۔ آئسخیلس نے اپنے ناٹک مسمی یومنڈیس میں جو سب سے پہلے ۴۵۹ ق م میں دکھایا گیا تھا اسی جذبے کی ترجمانی کی ہے اور اتھینے دیوی کی زبانی اس امید کا نہایت پرزور

---

[1] جو عدالتی حیثیت یہاں آریوپاگس کی طرف منسوب کی گئی ہے اسکے ثبوت میں یہاں پر بیٹر کی مثال پیش کرنیکی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ مگر مشرقی ممالک کے ججوں کا ذکر کچھ نامناسب نہوگا۔ آریوپاگس کے اراکین کے الفاظ بالکل مذہبی عامدین کے سے ہوتے تھے۔ اسکے برعکس ہیلیاستائی کے جیوری کے فیصلوں کی کوئی اخلاقی اہمیت نہ تھی۔ ایتھنز میں پجاریوں کا ایسا کوئی طبقہ نہ تھا جسے شہریوں کے اخلاق درست کرنے کا اختیار حاصل ہو اسلیئے یہ فرض اریوپاگس جیسی باقتدار مجلس کو تفویض کر دیئے گئے تھے۔ گرٹیس (۹۲، ۱۰۶، ۱۵۴) نے فرض کرلیا ہے کہ اریوپاگس کو کونسل اور جمعیت کی کارروائی پر حق ممانعت حاصل تھا۔ مگر مجھے اس حق کی کوئی مثال نہیں ملی۔

الفاظ میں اظہار کیا ہے کہ ایتھنز ی اس عدالت کا احترام کریں گے جو اوریتیس کے ادارے کے وقت اسلیے قائم کی گئی تھی کہ اسکے ذریعے سے ایتھنز کی بہتری ہو، بری عادتیں رک سکیں اور ایتھنزیوں کو اعتدال اور نرمی کی تعلیم دی جائے۔ بہرنوع اس قسم کی تنبیہ سے کسی قسم کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا اور اریس خیلس یا کیمون عمومیت کے راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کر سکے۔

جس بلند مرتبے پر ایفیالتیس اپنی ذاتی قابلیت اور اپنے سیاسی گروہ کی مدد کی وجہ سے پہنچ گیا تھا وہاں زیادہ عرصے تک وہ نہ رہ سکا۔ اور بقول ارسطاطالیس اسے چند لوگوں نے جن پر اسنے تغلب کا الزام لگایا تھا قتل کر دیا۔ اس واقعے کے متعلق چند مورخین کا خیال ہے کہ اس قتل کی سازش میں اشراف ایتھنز کا گروہ کا گروہ شریک تھا مگر ہمارے نزدیک یہ نظریہ اس لیے بے بنیاد ہے کہ اس دور کے ایتھنزیوں میں اسقدر جوش ہرگز موجود نہ تھا کہ محض سیاسی مخالفت کی بنا پر کسی شخص کو قتل کیا جاتا جب اس سے کسی کو ذاتی خصومت نہ ہو[۳]۔

اس باب کے باقیماندہ حصے میں ایتھنز کے سیاسی طرز عمل میں جو تبدیلیاں جنگہائے

---

[۳] ایفیالتیس کا ذکر پلوٹارک کی حیات فارقلیس (۷ و ۱۰) میں ہے۔ اسکے قتل کے متعلق دو متضاد روایات ہیں۔ پلوٹارک (۱۰) تو یہ کہتا ہے کہ اِدومے نیُس کے خیال میں ایفیالتیس کو فارقلیس نے قتل کرا دیا۔ اور ارسطاطالیس کا بیان ہے کہ اسے ارسطادیکس ساکن تناگرا نے ان لوگوں کے کہنے سے جنھیں اسنے عدالت کے سامنے ملزم گردانا تھا قتل کر دیا۔ اگر ہم اس کریہہ الزام کو جو ادومے نیُس نے فارقلیس پر لگایا ہے نظر انداز کر دیں تب تو بھی دونوں مورخوں یعنے اِدومے نیُس اور ارسطاطالیس کے درمیان موازنہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ بیوسولٹ کے نزدیک ایفیالتیس کیمون کے اخراج کے کچھ عرصہ بعد قتل ہوا۔ نیولر سٹڈ یونگ اس سے متفق ہے اور کہتا ہے کہ ایفیالتیس نے کیمون کے اخراج میں حصہ لیا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایفیالتیس کی اہمیت محض داخلی معاملات میں ہی پائی جاتی ہے۔ اور پلوٹارک بیان کرتا ہے کہ اسے صرف ایک مرتبہ سپہ سالاری کا عہدہ تفویض ہوا تھا (پلوٹارک: ''کیمون'' ۱۳)۔ گو صرف ایک مرتبہ سپہ سالار منتخب ہونے سے یہ ضروری نہیں کہ وہ فوجی معاملات میں یکتا ہی ہو۔ ڈنکر نے ''تاریخ قدیم'' جلد ۸ میں اسناد کے ان قلیل اجزا کی مدد سے جو ہم تک پہنچے ہیں ایک مسلسل و مکمل فہرست ایفیالتیس کے کارناموں کی تیار کی ہے جو دلچسپی سے خالی نہیں۔ گرگرتیس (۲۲، ۳۵۹ اور ۲۷، ۸ وغیرہ) محض واقعات کے اعادے پر ہی قناعت کرتا ہے۔

کے بعد ہوئیں انکا مختصر لب لباب بیان کیا جائیگا۔ جنگ تناگرا کے بعد کیمون جلاوطنی سے واپس بلالیا گیا۔ جب تک ایران کی جانب سے خطرہ رہا ایتھنز کے تمام سیاسی گروہ متفق رہے۔ اور اس زمانے میں بھی جب تمسطاکلیس جلاوطن کیا گیا ہے استبدادی اور ترقی پسندوں کے گروہوں میں اتفاق جاری تھا۔ کیمون استبدادیوں میں سے تھا اور ارسطیدیش ترقی پسندوں کا سرگروہ تھا۔ اور اس اتفاق واتحاد کی عملی صورت یہ پیدا ہوگئی کہ کیمون تو سپہ سالار بنایا گیا اور ارسطیدیش اکلیسیہ کا قائد اور شہر کا عامل اعظم مقرر کیا گیا۔ ارسطیدیش کے انتقال کے بعد عمومی گروہ میں کوئی اور شخص اسقدر تجربہ کار یا جہاں دیدہ نہ تھا اسلئے ایتھنز کے کل امور عمل کو تنہا کیمون کے سپرد کردینا پڑا جو میدان جنگ میں تو ضرور قابل تھا مگر بحیثیت مدبر اسقدر ہوشیار نہ تھا۔ اسی زمانے میں عمومی گروہ میں ایک نہایت قابل شخص پیدا ہوا جسنے افیالتیس کی مدد سے جو نیچ قوم کے طبقے کا ایک نہایت محنتی اور تندہ شخص تھا شہر کے اندرونی معاملات کا انتظام کرنا شروع کیا۔ یہ شخص فارقلیس ولد زانتھی پس تھا۔ اب اس گروہ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب وقت آگیا ہے کہ عمومی اصولوں کو اپنے پیش نامے کے ابتدا ہی میں کہہ دیا جائے۔ اریوپاگس کے چند نہایت اہم اختیارات ضبط کرلئے گئے۔ چند لوگوں کو جنکی بابت انقلاب کا شبہ تھا افیالتیس نے سزا دلوائی، اور کیمون جسنے یہ عمومی تحریک روکنے کی کوشش کی اسکے پاداش میں جلاوطن کردیا گیا۔ یہ تمام واقعات اسپارٹا کی مہم دو برس سے بیشتر کے ہیں جبکا حقیقی مقصد یہ تھا کہ ایتھنزی اشرافیت پسند اسپارٹا کی فوج کی مدد سے جو قریب ہی موجود تھی ایتھنز کے عمومی دستور کو پامال کردیں۔ اس چال کو ایتھنز کے عمومی سمجھ گئے اور خود کیمون اس شبہہ کا شکار ہوا کہ وہ اور دیگر شرفا پسند اسپارٹا کی مہم کے درپردہ حامیدار رہیں۔ تناگرا کی جنگ سے پیشتر کیمون ایتھنزی لشکرگاہ میں گیا اور سپہ سالاروں سے التجا کی کہ اسے اسپارٹا کے خلاف لڑنے کی اجازت دیجائے۔ گو یہ امر مشتبہ تھا کہ محض اخراج کیوجہ سے کسی ایتھنزی کو اپنے شہر کے خلاف لڑنے اور اپنی جان قربان کرنے کا اختیار تھا یا نہیں۔ مگر کسی ایتھنزی سپہ سالار کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ کیمون کو جنگ آزمائی کی اجازت دیتا۔ اور جب انھوں نے ایتھنز سے اسکے لئے اجازت طلب کی تو وہاں بھی کوئی ایسا شخص نہ نکلا جو اکلیسیہ کے سامنے کیمون کی عرضداشت کی منظوری کی تحریک پیش کرتا۔ اس سے مایوس ہوکر کیمون کے پاس اسکے سوائے کوئی چارہ کار باقی نہ رہا کہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے دل بڑھائے تاکہ وہ دکھادیں کہ انکے لئے زندگی کا سب سے

اعلیٰ مقصد یہ ہے کہ وہ عمدہ ایتھنزی بن جائیں + اور میدان جنگ میں کیمون کے بہت سے دوستوں نے وطن کی خاطر اپنی جانیں دیدیں + بعض کا یہ خیال ہے کہ اگر ایتھنزی کیمون کی تجویز کو مان لیتے اور اسے جنگ میں حصہ لینے دیتے تو ایتھنزیوں کو ہی فتح ہوتی۔ مگر یہ قرین قیاس اسلیئے نہیں کہ اسکے پاس فوج کی کمان نہ تھی۔ اور گو وہ ایتھنزی سپہ سالاروں میں سب سے زیادہ قابل تھا مگر تناگرا اور اوئنو فیتہ کی لڑائیوں میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی تھی کہ اسکے سوا بھی ایسے ایتھنزی موجود تھے جو فن سپہ سالاری میں کمال رکھتے تھے + تناگرا کے بعد ہی اسے ایتھنزیوں نے یہ سمجھ کر کہ اتنے قابل شہری کا شہر ہی میں رہنا مناسب ہے اسے واپس بلالیا اور واپسی پر کیمون نے شہر کی نئی فضا اور نئے حالات بخوشی قبول کر لیئے + وہ محض یونانی سیاسیات سے متنفر ہو گیا تھا اور اسنے یہ منظور کر لیا کہ ایتھنز کے اندرونی طرز عمل کا دارمدار فارقلیش اور دیگر مدبروں پر رہے اور اسے جنگ ایران کا منتظم بنا دیا جائے + اس انتظام سے شرفا پسند گروہ کی گویا کمر ٹوٹ گئی اسلیئے کہ جبتک کیمون زندہ تھا اسوقت تک کوئی شرفا پسند ایسی تحریکات کو کبھی شکست نہیں دیسکتا تھا جسکی کیمون نے مخالفت نہ کی ہو +[۱]

بارھواں باب

ادبیات، علوم و فنون کیمون کے زمانے میں

ایتھنز کے مختلف سیاسی فریقوں کے درمیان جو تنازعات اور جھگڑے تھے انہیں

---

[۱] کیمون کے دائرۂ اثر کا رفتہ رفتہ محدود ہونا خالی از دلچسپی نہیں + ہمیں اسکا مفصل علم نہیں کہ اسنے ایتھنزی دستور کے عمومی سطح پر لانے کی کسطرح مخالفت کی۔ مگر اسمیں شبہ نہیں کہ ایفیالتیس کی کامیابی کیلیئے کچھ عرصہ ضرور لگا ہوگا + ابتدا میں تو کیمون ایتھنزی سیاسیات پر اسقدر حاوی ہے کہ وہ اسپارٹا کی امداد کیلیئے ایتھنزی فوج تک بھجانے میں کامیاب ہوتا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ فارقلیس یونان میں اپنا زبردست اثر قائم کر لیتا ہے اور بیچارا کیمون محض یونان کے موروثی دشمن کے خلاف جنگ آزمائی کرنے پر قناعت کرتا ہے +

ایک قسم کا سکون پیدا ہو چلا ہے، اسلیئے بہتر ہے کہ سیاسی تاریخ کو آئندہ کیلیئے ملتوی کر کے عموماً یونان کی تہذیب اور شایستگی کا ذکر کیا جائے اور اسی سلسلے میں ایتھنز کی علمی ترقی کا بیان ہو۔ اس کتاب کے ساتویں باب میں ان مدارج کا مجمل ذکر کر چکے ہیں جو علوم و فنون نے اصول جنگ ایران سے (جب ہر شخص کے سامنے سوائے جنگ کے کچھ نہ تھا) صدی کے آخری ایام تک طے کیئے۔ اب اسوقت ہم ان میں سے پہلے درجے کا بیان کرینگے +

یوں تو ایتھنز اس ذہنی ارتقا کے تینوں دوروں میں ممتاز ہے مگر پہلے دور میں اسکی ترقی اتنی نمایاں نہیں جتنی دوسرے اور تیسرے دور میں۔ اور پانچویں صدی ق م میں آخر کار ایتھنز علمی دور میں دیگر یونانی ریاستوں سے آگے نکل گیا + سسلی کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسکی حیثیت بھی بلاد یونان میں بہت ممتاز تھی۔ مگر خود سسلی بھی ایتھنز کی برابری کا دم نہیں بھر سکتی۔ کسی زمانے میں ایونیا نے ضرور دیگر یونانی ملکتوں کی دماغی قابلیتوں کے میدان میں رہبری کی تھی مگر اب ایونیا کی وہ حالت نہیں رہی۔ اور عظیم الشان لڑائیوں سے ایشیائے کوچک کے باشندوں پر یہ عیاں ہو گیا تھا کہ انکو اپنی حفاظت کیلیئے اسکی ضرورت ہے کہ وہ کسی زبردست یونانی ریاست کے دست نگر ہو جائیں۔ ایسی یونانی ریاست جو انھیں انکے دشمنوں سے بچا سکنے کی قدرت رکھتی تھی ایتھنز ہی تھی۔ کسی ایسے باشندہ ایشیائے کوچک کیلیئے جسکے کارنامے اور آرزوئیں وسیع تھیں (خواہ اسکے حوصلے محض شاعریت کے دائرے تک ہی محدود ہوں) کسی بیرونی ملک کی طرف ہی لو لگانی پڑتی، اور تمام یونانی ممالک سے زیادہ ایتھنز ہی میں علمی باتونکی قدر و منزلت کی جاتی تھی + غرض یہ ہے کہ پانچویں صدی ق م میں بہت سے ایونیائی جنھوں نے اپنے فن میں کمال حاصل کیا تھا اپنی زندگی کا ایک حصہ ایشیائے کوچک میں بسر کر کے ایتھنز ہی چلے آئے اور یہیں بود و باش اختیار کر لی + اور اسیطرح بہت سے باشندگان سسلی بھی (جو اپنے حال کے ورثہ کی طرح اپنے جزیرے کو دیگر ممالک سے بہتر و افضل سمجھتے تھے) اپنے اپنے شہر چھوڑ کر ایتھنز یا کسی اور یونانی شہر میں آکر آباد ہو گئے + اسکے سوائے گو سسلی کی شائستگی نہ صرف نہایت وسیع ہے بلکہ اسکا پایہ بہت بلند ہے لیکن اسمیں وہ آزادی یا تعمق نہیں جو مشرقی یونان کی تہذیب میں پائی جاتی ہے + یہ تحریک گیلون اور اسکے ورثاء کے زمانے میں ایک حد تک شاہی دربار ہی سے پیدا ہوئی تھی اور دور جمہوریہ میں سسلی سے بہت سے ایسے ثمر پیدا ہوئے جنسے یونانیوں کو سراسر نقصانات ہی پہنچا +

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گو بعض علمی شعبہ جات میں ابھی ایتھنز پیچھے تھا مگر عام طور پر دیکھا جائے تو وہ بلاد یونان کا رہبر بن گیا تھا۔ اسوقت تک ایتھنز میں مزماری نظم کو فروغ نہیں پہنچا تھا اور پندار کی نظموں کو ایتھنز سے اتنا ہی کم تعلق ہے جتنا دیگر حصص یونان سے۔ لیے اسمیں بہ نسبت ایونیائی تمدن کے دوریائی عنصر کہیں زیادہ غالب ہے اور وہ دراصل یونان قدیم کا یعنی اس تمدن کا جو جنگ ایران سے پیشتر ملک میں رائج تھا قائم مقام ہے۔ یہ وہ تمدن تھا جو مختلف اقسام مذہبی اور عمرانی تخیلات سے پر تھا اور پندار ان تخیلات کا گویا ایک زندہ مجسمہ ہے۔ اس دور میں یونانی زندگی کے دو ذہنی مرکز تھے ایک ڈیلفی میں اور دوسرا ان زبردست کھیلوں میں جو مختلف حصص یونان میں ہوتے تھے اور جنسے یونانیوں کی جسمانی اور عقلی تادیب ہوتی رہتی تھی۔ پندار نے ان جذبات کا جو ان کھیلوں میلوں کی وجہ سے پیدا ہوتے تھے نہایت خوبی سے اظہار کیا ہے۔ یوں تو فلسفیانہ اور مذہبی نظریے عوام الناس کے کانوں تک پہنچ نہیں سکتے تھے، پندار نے ان نظریوں سے اپنی تصانیف کو مزین کر کے لوگوں کے خیالات کو بالا کرنیکی کوشش کی ہے اور نہ اپنی نظموں کو جو ان مقابلوں کے فتوحات کی شان میں یادگار کے طور پر لکھی گئی تھیں ایک مثالی جامہ پہنا دیا ہے۔ پندار بازیوں میں جیتنے والوں کے کارنامے محض سرسری طور پر بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہے اسلیئے کہ اسکے قول کے مطابق بازی لیجانے والوں کا اگر کوئی کارنامہ ہے تو یہی کہ وہ اپنے گھوڑوں کو نہایت عمدہ طرز پر سدھائیں۔ اسکی بجائے وہ فاتح کا نسب نامہ اور اسکے شہر کی اہمیت بالتفصیل بیان کرنا زیادہ مناسب خیال کرتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ ان روایات اور افسانوں کا بھی ذکر کیئے بغیر نہیں رہتا جنکا تعلق فاتح کے آباؤ اجداد یا اسکے وطن سے ہو۔ اور ان قصوں سے وہ عمدہ عمدہ سبق اخذ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور فن شاعری کو انتہائے کمال کو پہنچا دیتا ہے۔ اسکے نزدیک نیکی ایک نہایت عمدہ اور قابل قدر چیز ہے مگر اسپر جس چیز کا نیکی سے بھی زیادہ اثر ہے وہ خدا کا خوف ہے۔ اسی لیئے اسکے نزدیک یہ ناممکن ہے کہ خدا کی طاعت محض ظاہری طرز پر کی جائے۔ اور چونکہ انسان کا دیوتاؤں سے تعلق بلا واسطہ ہے اسلیئے انسان کو چاہیئے کہ انکی طرف کسی قسم کی برائی نہ منسوب کرے اور ہومر کیطرح یہ خیال نکرے کہ دیوتاؤں میں بدی کرنے کی قابلیت بھی ہے۔

---

[1] ان مصنفین کے لیئے جنکا اس باب میں ذکر ہے ان تاریخہائے ادبیات کے سوائے جو ابتدا میں لکھی گئیں حال کے مورخوں کی تاریخیں مثلاً برگک، سٹل اور کرسٹ کی تصانیف قابل ذکر ہیں (میولر کے مجموعہ آثار قدیمہ جلد ... ملاحظہ ...)

پنڈار سیاسیات کے ان مسائل سے جنھیں یونانی نہایت اہم خیال کرتے تھے قطعاً بے پروا ہے اور اسکے نزدیک تمام دساتیر اور آئین قریباً ایک سے ہی ہیں۔ یہانتک کہ اگر حاکم قطعی خود مختار ہو تو دوسری حکومت میں بھی چنداں حرج نہیں اور کریسس کا اسکی نظر میں وہی رتبہ ہے جو ازمنۂ وسطیٰ کے جرمن شاعروں (یعنی منے زنگروں) کے نزدیک اس زمانے کے شرفا کا تھا۔ اسکی زندگی بالکل ویسی ہی تھی جو ترو بادور یعنی فرانسیسی فروسی شعرا کی تھی۔ وہ ایک امیر کے گھر سے دوسرے امیر کے گھر اور ایک محل سے دوسرے محل جاتا تھا اور جہاں کبھی کوئی تہوار منایا جاتا وہاں اس تہوار کو وہ اپنی غزلوں اور امیر سے آراستہ کرتا اور انعام اکرام لیکر گھر واپس آتا۔ گو پنڈار کو جنگ ایران کا زیادہ جوش نہ تھا مگر وہ بھی اس تحریک سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا جسنے یونان میں ایک عام ہیجان پیدا کر دیا تھا۔ اسکے ساتھ یہ یاد رکھنا بھی ضروری ہے کہ وہ شہر تھیبز کا باشندہ تھا جسکا طرز جنگ ایران کے زمانے میں غدارانہ نہیں تو نیم گرم تو ضرور تھا اور خود ڈیلفی نے بھی حب وطن کی کوئی اعلیٰ مثال قائم نہیں کی تھی۔

پنڈار کے خیالات خواہ کتنے ہی اعلیٰ ہوں، اسکی زبان خواہ کتنی ہی سلیس ہو، اسکی نظموں کا نفس مضمون ایسا ہے کہ اس سے صرف چند ہی لوگ کماحقہٗ استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔ جو لوگ آجکل کے زمانے میں پنڈار کی نظمیں پڑھتے ہیں وہ صرف اسکے علمی مفہوم سے ہی حظ اٹھا سکتے ہیں۔ مگر جو اثر اسکی غزلوں سے اسکے ہمعصروں پر ہوتا تھا وہ دراصل اُن لئے پر مبنی تھا جس پر غزلیں سنائی جاتی تھیں اور یہ آجکل ممکن نہیں۔ اگر یہ بآواز بلند پڑھی جائیں اور پڑھنے والا اس اتار چڑھاؤ کا خیال نہ رکھے جو سترو فے اور انٹی سترو فے* میں بار بار آتا ہے اور آخر ایپوڈوس** پر پہنچکر ختم ہو جاتا ہے تو غزلوں کا آدھا لطف جاتا رہتا ہے۔ اسکے سوائے ہم پنڈار کی غزلوں سے پوری طرح اسلیئے بھی محظوظ نہیں ہو سکتے کہ ہم اس موسیقی عنصر سے بالکل ناواقف ہیں جو اسمیں موجود تھا اور جسکا غزلوں کے اوزان سے نہایت گہرا تعلق تھا۔ بوجوہ متذکرہ بالا یہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ زمانے کے بہترین ماہران یونانی بھی

---

* گیت کے اس حصے کو جو کورس کے اور کیسترا کے دائیں طرف ناچنے کیوقت گایا جاتا تھا سترو فے اور اس حصے کو جو بائیں جانب ناچنے کے وقت گایا جاتا تھا انٹی سترو فے کہتے تھے۔

** ایپوڈوس = بند۔ [مترجم]

اس اثر کے عشر عشیر کا اندازہ نہیں کر سکتے جو پنڈار کے ہمعصروں پر ہوتا ہوگا اس شاعر کے صرف ترانہائے فتح اور چند غزلیات کے بعض اجزاء ہی ہم تک پہنچے ہیں۔ انکے سوائے اسکے ویتھرامب (یا بیکیس دیوتا کی حمد میں اشعار) بھی کہے تھے اور یہ فن شعر گوئی کی وہی شق ہے جسے زمانہ مابعد میں پیوطیون اور سکیونیوں نے ترقی دی اور جس میں ایتھنز ہی کے کنیسیاس نے (جس کو ارسطوفانیس نے اپنی ہجو طنز کا نشانہ بنایا ہے) اسقدر کمال پیدا کیا۔

پنڈار ۵۲۲ھ ق م میں پیدا ہوا اور ۴۴۸ھ ق م میں مرگیا۔[1]

سیمونیدیس کے ظاہری حالات قریبا ویسے ہی تھے جیسے پنڈار کے اور وہ بھی یونان کے درباروں اور شہروں میں گشت لگاتا پھرتا تھا سیمونیدیس ۵۵۶ھ ق م میں پیدا ہوا اور ۴۶۸ھ ق م میں مرگیا۔ اور گو وہ پنڈار سے عمر میں بڑا تھا مگر اسکی طرز تحریر موجودہ طرز سے کہیں زیادہ ملتی جلتی ہے۔ اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ پنڈار کیطرح ایولی نہیں تھا بلکہ ایونی تھا اور کیوس کا باشندہ تھا جو ایتھنز کے قریب ہی ایک جزیرہ ہے۔ پنڈار کی طرح اسنے بھی عزا داری کی نظمیں لکھی ہیں اور بھجن، ویتھرامب اور قصائد فتح کہے ہیں اسی کی طرح وہ یہ بھی خوب سمجھتا تھا کہ شہزادوں اور حکمرانوں کے درباروں کی پشت پناہی سے علوم و فنون کی ترویج میں بہت مدد ملتی ہے۔ اسی لیئے اپنی خدمات ایتھنز کے حاکم ہپارخوس تھسلی کے خاندان الیواڈے اور سسلی کے حاکم ہیئرون کے سامنے پیش کردیں، گو جنگ ہائے ایران کے وقت سیمونیدیس کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی مگر اسنے ان جذبات کی جو یونان کی تاریخ کے اس دور پر ہمہ گیر تھے نہایت جوش و خروش کے ساتھ ترجمانی کی اور ان احساسات کا اپنی نظموں میں نہایت نفیس اور واضح طور سے اظہار کیا۔ اسوقت تک بعض پتھر جو جنگ ایران کے بعد بطور اظہار تشکر کے بعض مندروں میں یونانیوں نے نصب کیئے موجود ہیں اور انہیں سیمونیدیس کے چھوٹے چھوٹے کتبے مندرج ہیں یہ اپنی طرز کے بالکل لاثانی نمونے ہیں۔ سیمونیدیس کی شیریں کلامی اور اسکی فراست نے اسکا رتبہ ہفت عقلائے یونان

---

[1] حقیقت یہ ہے کہ موجودہ زمانے کے چند شعراء نے قدیم طرز پر طبع آزمائی کی ہے مگر پنڈار کے اشعار کو کوئی اسوقت تک کامیابی کے ساتھ نقل نہیں اتار سکا۔ ویتھرامبوں وغیرہ کے لیئے دیکھو کمسٹل کی "تاریخ ادبیات یونان" ۲۔۳ ، ۱۱۱ وغیرہ۔ تھبز اور سکیون کے لیئے "تاریخ یونان جلد ا باب ۲۳ دیکھنا چاہیئے"

کے برابر کردیا ہے* اسے اخلاقی اور درد انگیز مرثیہ مرتب کرنے میں جو اس زمانہ میں نہایت ہر دلعزیز تھا کمال حاصل تھا، اور خود ہیروڈوٹس اسکی نظم کیا تئی نیا کی تعریف کرتا ہے۔ سیمونیڈیس اپنی عمر کے آخری ایام میں ہیرون کے دربار میں، جسنے حال ہی میں یونانی حملہ آوروں کو نیچا دکھایا تھا، گیا اور اپنے بھتیجے باکی لیڈیس کا سیراکیوز کے حاکم سے تعارف کرایا۔ اسمیں ایک بات قابل ذکر تھی وہ یہ کہ گو وہ جنگ ایران کے شجاعانہ کارناموں کا نہایت جوش سے ذکر کیا کرتا تھا مگر لوگوں کے عمومی خیالات سے اسے بہت ہی کم دلچسپی تھی۔ وہ پنڈار سے کہیں زیادہ دنیا پرست تھا، وہ پنڈار سے زیادہ اپنی غرض پوری کرنا چاہتا تھا اور جہانتک ہمکو علم ہے وہ لطف زندگی سے خوب اچھی طرح واقف تھا یہانتک کہ لوگوں کو یہ گمان تھا کہ وہ زر پرست بھی ہے۔ سیمونیڈیس نے اپنی عمر کے آخری ایام سسلی ہی میں گذارے ہو۔

پنڈار اور سیمونیڈیس کے بعد ہم ایتھنز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، جسنے اپنے احول کی علوی کیفیت سے متاثر ہو کر فنون لطیفہ کی ایک شاخ (یعنی درد یہ) کو ترقی دی جس کا نشو و نما اٹیکا ہی کی سرزمین میں ہوا تھا اور اسمیں وہ کمال پیدا کیا جو کسی اور خطہ یونان کو حاصل نہ ہو سکا۔ درد یہ اور ہجوی ناٹک دونوں کا ماخذ دراصل وہ تھیٹر ہمیشہ کا ضمیمہ تھا جو ڈیونیسس دیوتا کے واسطے گایا جاتا تھا اسلیئے دونو قسم کے ناٹک گویا مزامیر کے ہی توسیع سے نکلے ہیں۔ ہجوی ناٹک کا صرف ایک نمونہ یعنی یوریپیڈیس کا ناٹک مسمی سائیکلوپس ہم تک پہنچا ہے تیمم افسانہ تھیبس پیس کے بعد درد یہ کا سب سے پہلا استاد فرونیکس ہے جسنے جنگ ہائے آزادی خود اپنی آنکھ سے دیکھی تھیں۔ مگر اسمیں شبہ نہیں کہ حقیقی ناٹک کا ایجاد کرنے والا ایسکائیلس

* ہفت عقلاء یونان:-
۱۔ سولن ساکن ایتھنز۔
۲۔ طالیس ساکن ملطیہ۔
۳۔ پٹاکوس ساکن مٹی لنہ۔
۴۔ بیاس ساکن پری اینیہ۔
۵۔ کلیوبولس خود سر حاکم لنڈس (روڈس)۔
۶۔ خیلون ساکن اسپارٹا۔
۷۔ پیریانڈر خود سر حاکم کورنتھ۔ [مترجم]

ہی کو کہنا چاہیئے جسنے ماسوائے سنگت گرو کے ایک اور ایکٹر کو رواج دیا جو عورت مرد دونوں کا روپ بھر سکے اور اسطرح یہ ممکن ہو گیا کہ تماشہ گاہ پر ایکٹر آپسمیں گفتگو کریں۔ زمانۂ مابعد کے درد یہ نویسوں کے بہ نسبت فری نِکوس ہمعصر واقعات کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ اسکا ناٹک "تسخیر ملطہ" جسکی وجہ سے اسے ایک ہزار درہم جرمانہ ادا کرنا پڑا نہایت مشہور ہو گیا۔ اور اتنی ہی سنسنی اسکے ایک اور دردیہ "زنانِ فنیقیہ" نے پیدا کی جسمیں اسنے وہ اثر دکھایا تھا جو جنگ سلامس کی خبر سے دربار ایران پر پڑا ہوگا۔ یہ موخر الذکر ناٹک ایک اور وجہ سے بھی ممتاز ہے۔ ممکن ہے کہ یہ وہی ناٹک ہو جسکی بابت پلوٹارک کا بیان ہے کہ تمِسطاکلیس ہی کی زندگی میں اسکی خواہش سے دکھایا گیا تھا اور جسپر انعام بھی تجویز ہوا تھا۔ نوشتے میں ذکر ہے کہ یہ نقل آدئی مانتس کی آخری میں کیگئی تھی اور اسمیں تمِسطاکلیس ساکن فریاری سنگت گرو تھا اور فری نِکوس نے سنگتیوں کو تعلیم دی تھی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ۴۷۶ ق م میں پیش آیا۔

دردیہ کو اَئِس خیلوس نے حقیقی معنوں میں ایک فن بنا دیا۔ اَئِس خیلوس اتھینز کے ایک شریف خاندان کے رکن یوفوریون کا بیٹا تھا اور ۵۲۵ ق م میں پیدا ہوا تھا۔[۳] وہ لڑکا ہی تھا کہ اتھینز نے اپنے کندھوں پر سے خودسری حکومت کا جوا اتار کر پھینک دیا اور اسنے ماراتھون، ارتی میزیم، سلامس اور پلاٹیہ کی لڑائیوں میں شریک ہو کر اپنی نوجوانی کے ہی عالم میں یونان کو آزاد کرنے کیلئے اپنے ہم قوموں کا ساتھ دیا۔ اور ایک آزمودہ وطن دوست اور پختہ کار ماہر فن کی حیثیت سے فنون لطیفہ کی اس شاخ کو ترقی دینے میں منہمک ہو گیا جس سے اتھینزیوں اور زمانہ مابعد میں دنیائے یونان کو گہری دلچسپی پیدا ہو گئی۔ اس نے اندرونی اور خارجی اصلاحات کے ذریعے سے دردیہ کو ایک نمایاں خصوصیت دی۔ پہلے تو صرف ایک ہی ایکٹر کافی سمجھا جاتا تھا، اَئِس خیلوس ایک اور ایکٹر کو تماشہ گاہ پر لے آیا اور اسطرح مکالمے میں گویا جان ڈالدی۔ زمانۂ مابعد میں سوفوکلیس بلکہ خود اَئِس خیلوس بھی تین ایکٹر

---

[۳] اَئِس خیلوس کے ناٹک کیلئے فون ولاموویٹز میولینڈورف کا مضمون جو ۱۸۹۶ء کے رسالہ ہرمیس میں چھپا ہے دیکھنا چاہیئے۔ پانچویں صدی ق م کی تماشاگاہ کی ساخت کا مسئلہ معرض بحث میں آگیا ہے۔ اسکے لیئے کاوے راو کا مضمون، میومبسٹر کی تصنیف موسومہ "آثار" صفحہ ۱۷۳ وغیرہ قابل دید ہے اور شہر راکاریا کے موقع کیلئے (جو وراتا سے قریب ہی ہے) میریام کے مرتب کردہ روئداد مدرسۂ امریکن در اتھینز ملاحظہ کیجئے

روا رکھتا ہے ۔ تین سے زیادہ ایکٹر (سوائے چھوٹے چھوٹے غیر اہم رولوں کے) اٹیکائی ناٹک میں نہیں پائے جاتے ۔ گو اس ناٹک کا وہ مقصد نہیں ہے جو آجکل حقیقی ناٹک کا سمجھا جاتا ہے یعنی زندگی کا عکس اتار دینا، اور اس ناٹک کیلئے ایسے مقصد کی تکمیل ناممکن العمل تھی (جیسا باب ۲۰ کے مطالعے سے معلوم ہوگا) مگر ناٹک کی شخصیتوں سے لکھنے والے کا یہ مطلب ضرور تھا کہ ایک قسم کی نقل اتاری جائے ۔ اور آئس خیلس نے اپنی تمام کوشش اسی میں صرف کر دی ۔ اس کیلئے آئس خیلس نے متعدد تدابیر اختیار کیں ۔ مصنوعی چہروں کا رواج تو پہلے ہی سے تھا، اپنے ایکٹروں کیلئے نفیس پوشاکیں تیار کرائیں، پس منظر اور پہلو منظر کو رائج کیا، بھوت پریت یا تو آسمان سے اترنے یا فرش میں سے نکلنے لگے ۔ اور گو سنگیت کی اب بھی ناٹک میں ایک خاص اہمیت تھی اور زمانہ آئندہ سے اسکا حصہ دخل ناٹک کے واقعات دکھانے میں کہیں زیادہ تھا مگر آئس خیلوس نے اسکے ساتھ ہی مکالمے کو پہلے سے کہیں زیادہ دلچسپ بنا دیا ۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ سنگیت کی تقاریر اور باتعلق مکالمات کو ایسا یکجا جمع کیا جائے کہ ان سے کسی عظیم الشان واقعہ کی تصویر نظر کے سامنے آجائے جس سے ناظرین کو جذبات انسانی اور خداوند عالم کی قوت نگرانی کے باہمی تعلق کا عکس ظاہر ہو جائے ۔ اسطرح اسنے تھیٹر کو گویا ایک تعلیم گاہ کی حیثیت دیدی ۔ اسکے ناٹک کا ڈھانچہ تو ایسے خاندانی قصص ہیں جنکی ممتاز خصوصیات سے عوام آشنا تھے (مثلاً تھبز اور آرگوس کے افسانے) ۔ اور انکے ذریعے سے آئس خیلوس نے الوہی تنظیم عالم سمجھائی اور بتایا کہ انسان کو کیا کرنا چاہیئے اور کن کن امور سے احتراز کرنا چاہیئے ۔ آئس خیلوس کے جو ناٹک قابل ذکر ہیں ۔ ان میں سے ہر ایک میں تین دردیئے تھے اور ایک ہجویہ اور چاروں ایک ہی دن میں کھیلے جاتے تھے گو انکا ایک دوسرے سے تعلق تھا مگر یہ ظاہر ہے کہ ہجویہ کا تعلق دردیوں سے کم ہی ہوگا ۔ یہ بھی ضروری نہ تھا کہ تینوں دردیئے بھی ایک ہی قصے کے مختلف حصے ہوں اسلیئے کہ بعض مرتبہ مختلف قصوں سے ایک ہی قسم کے حالات پائے جاتے تھے اور انھیں تین دردیوں کے پیرایئے میں بیان کر دیا جاتا تھا ۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ایک ہی خاندان کے حالات تینوں دردیوں میں بیان کیئے جائیں مثلاً "ہفت خلاف شہر تھبز" دراصل "لائیوس" "اوڈیپوس" اور "ہفت" کے تین ناٹکوں کا آخری دردیہ ہے جسکے بعد ہجویہ "ابوالہول" آتا ہے ۔ آگے میمنون خوئے فورائے اور یومنیڈیس کا تین ناٹکا بھی ہم تک پہونچا ہے جسمیں اس بددعا کا ذکر ہے جسکی وجہ سے خاندان اتریوس برباد ہوگیا اور جسمیں ایتھینے کی دست اندازی اور اریوپاگس کے

اتفاق سے آخرکار ایک عمدہ نتیجہ ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ناٹک موسومہ "ملتجیاں" کے ساتھ کے دردیئے ہم تک نہیں پہنچے جسمیں دانائیدیس کا ذکر ہے جو ائی گپتوس کے بیٹے تھے اور جسکا آرگوس میں خیر مقدم کیا گیا تھا۔ ائس خیلوس نے اپنے ناٹک دانائیدس میں قتل کا واقعہ دکھایا ہوگا پرومی تھیوس میں کسی شجاعانہ کارنامے کی تکمیل میں جو تکلیف ہوتی ہے اسکا دردی عنصر نہایت خوبصورتی کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہے۔ اسی طرح "زنان ایران" میں ائس خیلس نے اس اثر کی تصویر کھینچی ہے جو اس کے خیال میں جنگ سلامیس کی خبر سننے کے بعد دربار ایران پر ہوا ہوگا اور اسطرح ناٹک نویس اس عظیم الشان فتح کو اور بھی زیادہ نمودار کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ اس تہ ناٹکے کے اجزاء "فینیس" اور سمندر کا دیوتا گلاؤکوس کا تعلق "مردمان ایران" سے معلوم نہیں ہوتا اور ہم اس رشتے کو بھی سمجھنے سے قاصر ہیں جو پرومی تھیوس کو دیگر اجزاء کے ساتھ ہے۔

ائس خیلوس کی زبان میں غیر معمولی تنوع پایا جاتا ہے۔ اسکے ناٹک موسومہ "زنان ایران" "ہفت اشخاص" اور پرومے تھیوس کی سادہ بیانی کا مقابلہ اس جرأت آگیں دلیرانہ اور قریباً ناقابل فہم ترتیب الفاظ اور تخیلہ سے کیا جا سکتا ہے جو "اگا میمنون" میں پائی جاتی ہے۔

سالہا سال اپنے وطن کے معاملات میں گہری دلچسپی لینے کے بعد ائس خیلس نے پیرانہ سالی میں اپنے وطن کو خیرباد کہکر سسلی کی راہ لی۔ سوائے اسکے کہ وہ چند واقعات کو جو ایتھنز میں پیش آئے ناپسند کرتا تھا ہمیں اسکے ترک وطن کے اسباب کا علم نہیں۔ اغلب ہے کہ وہ ایتھنز کی نئی عمومیت سے خوش نہ تھا یا اسے کسی مذہبی راز کے فاش کرنے کے جرم میں وہیں نکالا دیا گیا ہو۔ بہرحال اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں ایتھنز دوست اور دشمن کی تمیز نہ کرسکتا تھا اور اپنے بیٹے ہی خواد کی قدر کرنا نہ جانتا تھا۔ ائس خیلوس نے سنہ۴۵۶ق م میں بمقام گیلا وفات پائی۔

ایک طرف تو ایتھنز میں ایک نئی قسم کی نظم ظہور میں آرہی تھی جو انسان کے دلی جذبات میں اسکا ہمنوا بنکر گہری دلچسپی پیدا کرتی ہے، دوسری جانب ایونی عظمت کے ساتھ ایونی تمدن بھی مفقود ہو رہا تھا۔ ایونی قوم نے حقیقی کائنات کے مشاہدے میں کمال حاصل کرلیا تھا ایک زمانے میں ایتھنز ہی جغرافیہ، تاریخ، فلسفہ طبیعی اور تاریخ موالید کا مبداء اور منبع تھا اور ایشیائی ساحل پر بھی یہی علمی میلان پایا جاتا تھا۔ مگر جس درخت میں ایک عہد میں اعلیٰ درجہ جوش نمو تھا وہاں اب صرف جہاں تہاں ایک آدھ کلی نظر آجاتی تھی۔ بڑے بڑے مشہور و معروف ایونیوں نے ایشیائے کوچک کی بود و باش چھوڑ دی تھی اور اس درخت علم کی ایک شاخ یعنی فلسفہ طبیعی تو

بہت ہی جلد مرجھا گئی؛

ایونی تمدن کا آخری قائم مقام ہیراقلیطس تھا۔ ہیراقلیطس کے اکثر پیشرو تو ملطہ کے باشندے تھے اور یہ شہر حقیقی علم کے تفحص اور تجسس میں ہمیشہ کوشاں رہتا تھا۔ مگر وہ خود افیسس کا رہنے والا تھا۔ افیسس کا تعلق سمندر پار کے ممالک کے بجائے اس مذہبی رو اور عام تہذیب سے تھا جو اندرون ایشیائے کوچک رائج تھی۔ وہ ۵۴۰ قم میں پیدا ہوا اور ۴۸۰ قم میں مرگیا[^1] اور اپنی زندگی میں وہ ہمیشہ سیاسیات سے الگ تھلگ رہا۔ قدما نے اسے فیلسوف گریاں یا "قنوطیوں کے سرتاج" کا لقب دیا تھا۔ جہاں تک ابتدائی عنصر کے نظریے کا تعلق ہے اس نے ان فلسفیوں کی جو اس سے پہلے ہوگذرے تھے پیروی کی مگر اسکے نزدیک یہ ابتدائی عنصر آگ تھی اور اس ضمن میں اسکے اور اسکے پیشروؤں کے نقطۂ نظر میں گونہ فرق تھا۔ اسکا خیال تھا کہ آخرکار ہر چیز آگ میں حلول کرجاتی ہے مگر اس نظریے سے وہ دراصل اس تبدیلی کا اظہار کرتا تھا جو کائنات میں ہمیشہ ہوتی رہتی ہے اور وہ اس لفظ کو اسی مخفیانہ طرز سے استعمال کرتا تھا جیسے فیثاغورث لفظ "عدد" کو۔ ہیراقلیطس کا عقیدہ ایلیاتیوں کے عقیدے سے مختلف تھا اسلئے کہ ان کے لئے تو "ہستی" اور اسکے لئے "حدوث" فلسفے کا حقیقی مرکز تھا۔ اسکا اور اسکے بعد امپی ڈوکلیس دونوں کا قول تھا کہ دنیا میں ہر ایک چیز کی اصل تنازع ہی ہے۔ اسے بعض مصنف "شخص تاریک" کا بھی لقب دیتے ہیں۔ اسکے مقولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ محض تجر علمی ہی عقلمندی کی نشانی نہیں ورنہ ہسیود، فیثاغورث، زینوفانیس اور ہیکاتائیس ضرور عقلمند ہوتے۔ اس سخت کلامی کی اصل وجہ اسی وقت سمجھ میں آسکتی ہے جب یہ یاد رکھا جائے کہ ایک طرف تو ہیراقلیطس محض تنہائی کی زندگی بسر کرتا تھا اور ان لوگوں کی یاد تازہ کرنا چاہتا تھا جنھوں نے اس دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی تھی اور دوسری طرف جن لوگوں سے وہ اسقدر متنفر تھا وہ ایسے تیز طبیعت اور رازجو یونانی تھے جنھوں نے عالم حقیقت کا مطالعہ کیا تھا اور اپنے ہمعصروں پر اثر ڈالنے کی

---

[^1]: ہیراقلیطس کیلئے منجملہ مورخین زمانہ حال کے مصنفۂ ذیل کا مقابلہ کیا جائے:-

۱- شوشترہ "ہیراقلیطس ساکن افیسس" (روئداد انجمن فلسفہ - لائپزگ جلد ۳ - ۱۸۰۷ء)۔

۲- بائی واٹر "آثار ہیراقلیطس ساکن افیسس" لندن ۱۸۷۷ء۔

۳- لیفلا ٹیڈرز "فلسفہ ہیراقلیطس مخفی اسرار کی روشنی میں" برلن ۱۸۵۸ء۔

کوہستان میں عمر بسر کی تھی - جو اہمیت اس نے آگ کو دی ہے اس سے ایرانی مذہب کا خیال آتا ہے ہراقلیطس نے اپنی تمام تحریریں آرتےمس کے مندر میں اسلیئے رکھ دیں کہ وہ اس دیوی کو کائنات کی قوتوں کا قائم مقام سمجھے ہوئے تھا۔

الیونیا کا آخری فلسفی تو ایفی سس کے کوہستان میں راہبانہ زندگی بسر کر رہا تھا ادھر ایتھنز میں اسوقت تک فلسفے اور حکمت کے دور کی ابتدا ابھی نہیں ہوئی تھی۔ پرانی طرز کے ایتھنز یونان کے لیئے تو سیاسیات اور فنون لطیفہ ہی گویا تمدن کی جان تھے۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایتھنز کے ہر ایک شعبۂ زندگی پر مذہب کا اثر تھا۔ یہ ایک کلیہ ہے کہ مذہب محض اسی حد تک فنون لطیفہ اور تعلیم کے ساتھ رواداری سے پیش آتا ہے جسوقت تک وہ ان ہی جذبوں کا اظہار کرتے رہیں جنہیں وہ رواج دینا چاہتا ہے۔ مگر خالص حکمت ایسی مملکت میں جسکے ہر ایک رگ و ریشے میں مذہب نے حلول کر لیا ہو بالکل ناممکن ہے۔ اسکی اصلی وجہ یہ ہے کہ شعر گوئی اور فنون لطیفہ تو انسانی جوش کو موجزن کرتے ہیں اور انسے نہایت آسانی سے مذہبی خدمت لی جا سکتی ہے۔ لیکن حقیقی حکمت نقاد ہے اور اس سے ان جذبات میں جو مذہب کی اصل جڑ ہیں سخت ٹھیس لگتی ہے حقیقت یہ ہے کہ حکمت کسی آقا کے ماتحت ہونا گوارا نہیں کر سکتی۔ سقراط کے انجام سے یہ عیاں ہے کہ عرصۂ دراز تک مذہب ایتھنز کی رگ و پے میں سرایت کیئے رہا اور رہا کے دور کی ایک صدی بعد تک اسنے کسی آزاد حکمی تنظیم کی قطعی رواداری نہ کی۔

اس دور سے پچاس سال بعد تو فنون لطیفہ کے میدان میں ایتھنز نہ رہ گیا تھا مگر جس زمانے کا اسوقت ہم ذکر کر رہے ہیں اسمیں ایتھنز کے سوائے دیگر ملکتیں سنگتراشی اور مصوری میں یونان کی رہبر تھیں۔ پیلوپونیز نے فن سنگتراشی میں جو ترقی کی اسکے دو سبب تھے۔ ایک تو کریٹ سے اسکا ایک خاص قسم کا تعلق تھا اور دوسرے خود اولمپیا میں جو رغبت انسانی جسم کے نشوونما اور پختگی کی طرف دلائی جاتی تھی اس سے پیلوپونیز کے فنون لطیفہ میں بہت ترقی ہوئی۔ سنگتراشی دراصل ایک دوریائی فن تھا اور مدت دراز تک یہ دوریائی ہی رہا۔ سکیون میں اس فن کا استاد کنا خوس تھا اور اگر یہ کہا جائے کہ اسی کی وجہ سے اس شہر میں سنگتراشی نے ترقی کی تو کچھ بیجا نہ ہوگا یہ وہی کنا خوس تھا جسنے ملطیوں کیلیئے دِدیما ئی اپولو کا بت تراشا تھا۔ پیلوپونیز کی سنگتراشی کا ایک نہایت عمدہ نمونہ دو بتوں کا مجموعہ ہے جو آئی گینا والی اتھینا کے مندر کے دو سر مثلثوں پر تھا اور جو اسوقت تک میونخ میں موجود ہے[ه] دونوں سر مثلثوں میں

ه آئی گینا کے یادگاروں کے لیئے جن کا ذکر جلد اباب ۶ میں کیا گیا ہے مفصلۂ ذیل کتابیں

مثبت کاری کے ذریعہ سے اصل قدِ انسانی سے ذرا چھوٹے مجسموں کے مجموعوں میں آئی گینی سورماؤں اور ٹروآئے کے باشندوں کے درمیان لڑائی دکھائی گئی ہے۔ مشرقی میں تو تیلاموں اور ہرقل ایشیائیوں کے ساتھ لڑتے ہوئے نظر آتے ہیں اور مغربی میں ایاکس ولد تیلاموں اور تیوکر دشمنوں سے ایک نعش کی حفاظت کر رہے ہیں جو یا تو اکیلیس کی ہے یا پیٹروکلس کی۔ اور دونوں مجموعوں کے وسط میں اتھینا دیوی کھڑی ہوئی یونانی سورماؤں کی حفاظت کر رہی ہے۔ ان مجموعوں کی ترتیب میں تساویِ اعضا کا خیال ضرور رکھا گیا ہے مگر افراد کے چہروں پر بجائے سختی کے حسب دستور مسکراہٹ نمایاں ہے۔ مورتیں حقیقت کے مماثل ہیں اور انکی حرکات میں (جنکی ماہیت لوہی ہے نہ کہ فروی) موزونیت اور مناسبت پائی جاتی ہے۔ عام طور پر مغربی سر مثلث، مشرقی سے بعد کا خیال کیا جاتا ہے۔ اور کیکولے کا قیاس ہے کہ مشرقی سر مثلث تمام سے کچھ عرصے قبل اور مغربی کچھ عرصے بعد تراشا گیا ہوگا۔ اسمیں شبہ کی گنجائش نہیں کہ ان سر مثلثوں کا اصلی مقصد یہ تھا کہ دنیا کے سامنے ائی گینا کے باشندوں کے قومی جوش کی تصویر پیش کی جائے جو گو ایتھنز سے ہمیشہ متنفر رہے مگر سلامیس کی جنگ میں تمام یونانیوں سے زیادہ بہادر شمار کئے جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس جنگ میں ٹروائے کے مشرق اور مغرب کی لڑائی نے یونانیوں کے تخیل میں ایک خاص جگہ حاصل کر لی تھی اور ائی گینا کی بہادری کی قدر اس جنگ کے ہی آئینہ میں دکھائی گئی۔ اس جزیرے میں بعض نہایت قابل سنگتراش موجود تھے اور ان سب میں سب سے زیادہ مشہور اوناٹاس تھا جسنے نہ صرف اولمپیا اور دلفی کیلیے مجسمے طیار کیے بلکہ جسکی کاریگری کے نمونے تھاسوس، تارنتم اور فگالیا کی ریاستوں میں جہاں فنونِ لطیفہ کی قدر ہوتی تھی، اور دنیائے یونان کے دوسرے مشرقی دوئی تونمنیس اور ہیرون کے درباروں میں پہنچتے تھے جنمیں سب سے نمایاں انسانوں اور گھوڑوں کے مکمل مجموعے تھے۔ اس سنگتراش کو پیتل ڈھالنے میں بھی بڑا ملکہ حاصل تھا اور کچھ بعید از قیاس نہیں کہ ائی گینا کے بت خانہ اتھینے میں جو مجسمہ ہے وہ اسی کی ساخت ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) دیکھنی چاہئیں۔

برن "شاہ لڈوگ کے مجموعہ مجسمہ ہائے قدیمہ کے حالات"

ک۔ الانگے "ائی گینا کے مجسموں کی ترتیب" ۱۸۶۸ء۔ فریڈرش دولٹیرز "قدیم سنگتراشی میں پلاسٹر کا کام" برلن ۱۸۸۵ء صفحہ ۳۲۔

اولمپیا میں مگاریوں کے خزانے کے سرمثلثوں پر جو مُبّت کاری ہے[۶] اور سیلی نوس کے مندر "و" (F) سقفی حاشیے کے بت غالباً اسی دور کے یادگار ہیں۔ سوائے ایک سر کے باقی جتنے بت سیلی نوس کے مذکورۂ بالا بت خانے میں ہیں انکے صرف دھڑ ہی دھڑ رہ گئے ہیں یہ سر ایک نیم مردہ مفتوح دیو کا ہے اور اسکی وضع بالکل وہی ہے جو ائی گینا کی مورتوں کی عام طور پر ہوتی ہے۔ مندر "ہ" (E) کی مورتیں غالباً زمانہ مابعد کی ہیں مگر انہیں وہ تکمیل ساخت نہیں ہے جو فدیاس کے بتوں میں خصوصیت کی پائی جاتی ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہے کہ سسلی کی نوآبادیوں کے تعلقات اپنے اصل شہروں سے بہت اچھے تھے۔ سیلی نوس مگارہ کی نوآبادی تھی اور اسمیں شبہ نہیں کہ پیلوپونیزی فنون لطیفہ کا سسلی پر اور خاصکر مگارا کا سیلی نوس پر ضرور اثر پڑا ہوگا۔

زمانۂ حال کی کھدائیوں میں چند مجسمے دستیاب ہوئے ہیں جنسے اولمپیا کے مندر کی آرائش منظور تھی۔ مگر انسے وہ امیدیں پوری نہیں ہوتیں جو پئوسانیاس کے بیانات کے مطالعے سے ہوتی تھیں۔ پئوسانیاس کا بیان ہے کہ مشرقی سرمثلث کے مجسمے سنگتراش پائونیس ساکن مِنڈے کے اور مغربی مثلث کے مجسمے الکامینس کے تراشے ہوئے ہیں جو فدیاس کے ایک مشہور اور ممتاز شاگردوں میں تھا۔ پائونیس کا ایک نہایت خوبصورت مجسمہ "فتح" حال ہی میں اولمپیا میں دستیاب ہوا ہے مشرقی سرمثلث میں اتنا حسین بت کوئی نہیں ہے، اور جو مورتیں اوئنومائس اور پیلوپس کے رتھ دوڑ میں ہیں انکی سختی اور کرختگی صاف طور پر یہ کہے دیتی ہے کہ یہ شبیہیں اور

---

[۶] اولمپیا کیلئے جلد ا باب ۱۹ دیکھنا چاہیئے۔ اسکے ساتھ مفصلۂ ذیل کتابوں کا مطالعہ بھی فائدے سے خالی نہیں۔ خزانۂ اولمپیا۔ برلن ۱۸۸۲ء مضمون "اولمپیا" بقلم فلاش جو بئومیسٹر کے مجموعے میں ہے۔
فلاش کی عام خیال کے خلاف یہ رائے ہے کہ اولمپیا کے سرمثلث پائونیس اور الکامنیس کی تعمیر کردہ ہیں۔
لیوشکے کی کتاب "اولمپیا کے مندر کا غربی مجموعہ سرمثلث" (دورپت ۱۸۸۷ء) بھی دیکھنا چاہیئے جس میں مصنف نے یہ رائے پیش کی ہے کہ مغربی سرمثلث ایک اور الکامنیس کا تعمیر کردہ ہے جو فدیاس کے شاگرد کا ہم نام تھا۔ مگر اس نظریے کی تردید فلاش نے برلن کے ہفتہ وار رسالہ فلسفہ ۴۲ ۱۸۸۸ء میں کی ہے۔
سیلی نس کے لیئے دیکھو بینڈورف کی کتاب "سیلی نوس کے سقفی حاشیے کے مجسمے"۔ برلن ۱۸۷۳ء

"فتح" کا بت ہرگز ایک ہی سنگتراش کی کاریگری نہیں ہے اسلیئے کہ "فتح" کی صفائی یا تناسب اعضا
مجموعہ مثلث میں ہرگز نہیں پایا جاتا + اسی طرح مغربی سر مثلث میں پی ری تھوس کی شادی کے موقع پر جو
لڑائی لاپیتھون اور قنطوروں کے درمیان ہوئی تھی وہ دکھائی گئی ہے۔ مگر اسکی شبیہوں میں
اس درجہ عدم آسائش عیاں ہے اور حرکات سے اسقدر تیزی ظاہر ہوتی ہے کہ ہم کسی صورت سے
اس نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے کہ ان مجموعوں کا صناع پارتھینون کے سر مثلثوں کے تراشنے والے کا
شاگرد ہوگا + اب روایت اور حقیقت کا اختلاف رہ گیا اسکے لئے مختلف مصنفوں نے بہت سے حل پیش
کیئے ہیں جنہیں سب سے قرین قیاس یہ ہے کہ پوسانیاس کو غلطی ہوئی اور درحقیقت پایونیس اور
الکامنیس کو ان سر مثلثوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہوسکتا۔ واقعتہً یہ مجموعے کسی مقامی صناع کی
دستکاری کا نمونہ تھے جسکے ذہین ہونے میں تو کلام نہیں مگر جو عام تناسب اعضا اور تفصیل کی بجاآوری
میں اسقدر باشعور نہ تھا جو ہم اس دور کے بہترین صناعوں میں پانے کے عادی ہیں۔ ان سر مثلثوں
کے سوائے بعض مجسمے جو سقفی حاشیوں پر تھے اسوقت تک موجود ہیں جنمیں سے چند ان سر مثلثوں
سے عمدہ صناعی کے نمونے ہیں +

یونانی فن پیکر پذیری کی تاریخ میں سنگتراش فیثاغورث کا ایک خاص رتبہ ہے۔ یہ ساموس
یا ریگیم کا باشندہ تھا اور گو وطن کے لحاظ سے ایونی تھا مگر اسمیں شبہ نہیں کہ ریگیم میں سیسنہ کا اثر پایا جاتا
تھا اور اسکے فن میں دوریائی عنصر صاف طور پر ظاہر ہے + اسکی طرف متعدد اولمپی فاتحوں کے
مجسمے منسوب کیئے جاتے ہیں۔ اور اسنے ایک مجسمہ ترتیب دیا تھا جسمیں اسنے دو بھائیوں یعنی اتیوکلیس
اور پولی نکیس کو ایک دوسرے کو قتل کرتا ہوا دکھایا تھا + کہا جاتا ہے کہ اسکا ایک مجسمہ جو ایک لنگڑے آدمی
کا ہے اور جو اسکے دیگر مجسموں سے زیادہ مشہور رہے دراصل فلوکیتیس کی شبیہ ہے اسکے سوائے
سیلی نوس کے آخری سقفی حاشیے کے مجسمے اور کرو تونا کے سکے جنپر اپولو اور اژدہے کی لڑائی کی تصویر
بنی ہے اسی فیثاغورث کی طرف منسوب کیئے جاتے ہیں اور ان سے اس سنگتراش اور صناع کی
کاریگری کا نہایت اچھی طرح سے اندازہ ہوسکتا ہے +

فنون لطیفہ کے مزید ارتقا کی تاریخ میں آرگوس کے گروہ کی ایک خاص اہمیت ہے،

ے اس فیثاغورث کے متعلق والڈشائن نے اپنے مضمون میں جو رسالہ "مطالعات یونان" ۱۸۸۰ء و ۱۸۸۱ء میں
نکلا تھا بحث کی ہے۔ اسکے لیئے اُنرخس کی کتاب "تکلیل یا تنالاجیدی" درنس برگ ۱۸۸۵ء بھی دیکھنی چاہیئے +

اس گروہ کا سب سے ممتاز رکن آگے لاداس تھا۔ اس زمانے میں مختلف دیوتاؤں کے چڑھاوں کیلیئے بُت بنانے کا عام دستور تھا اور خود آگے لاداس بھی اس میدان میں کچھ پیچھے نہ تھا۔ منجملہ دیگر کاریگریوں کے اسکا ایک مجموعہ گھوڑوں اور دیلفی کی گرفتار شدہ عورتوں کا تھا جو اسنے باشندگان تارنتم کی درخواست پر تراشا تھا۔ آگے لاداس اتنا مشہور اپنی صناعیوں کی بدولت نہیں ہوا بلکہ اسکا نام شہرۂ آفاق اسلیئے ہوا کہ جن سنگتراشوں کو قدما اپنے فن میں کامل کہتے تھے (یعنی میرون، پولیکلیٹس اور فدیاس) وہ سب اسی کے شاگرد تھے۔ ان تینوں میں سے آرگوس پولیکلیٹس نے اپنے فن کی روایات کو پیلوپونیز میں جاری رکھا اور میرون اور فدیاس کیوجہ سے اٹیکا سنگتراشی کے میدانمیں انتہائے کمال کو پہنچ گیا۔[1]

ان صناعوں کے بیان سے پہلے اٹیکائی صناعوں کے سلسلے میں کلامس کا بیان مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کلامس کی جائے پیدائش کا ہمیں علم نہیں صرف یہ معلوم ہے کہ اس نے نہ صرف اٹیکا کیلئے اپنی صناعی کے نمونے تکمیل کو پہنچائے بلکہ دیگر یونانی ممالک اور یونانی حکام کیلیئے بھی کام کیا مثلاً ہئیرون کے حکم سے اسنے ایک اولمپی چڑھاوا طیار کیا جسمیں ایک رتھ اور چار گھوڑے تراشے گئے تھے۔ اسکی سنگتراشی میں خاص بات یہ تھی کہ وہ صناعی کے قدیم حدود سے باہر نہیں نکلا اور اسپر بھی انسانوں اور حیوانوں کے

---

[1] اٹیکا کے ارتقاء فنون لطیفہ کیلیئے کرٹیس کی "تاریخ یونان" ۶۲، ۱۰۳۱ دیکھنا چاہیئے۔ اس کتاب میں کرٹیس کا بیان ہے کہ اٹیکا میں مٹی کے برتن بنائے جاتے تھے اور انپر تصویریں کھینچی جاتی تھیں، منقشہ تام سے سرخ تہ باور بنانے کا رواج ہوگیا تھا اور فنون لطیفہ کی اس شاخ میں خاک ریلیوں، یوفرونیس، دورس اور دیگر صناعوں نے گونہ کامیابی حاصل کی اور پولیگ نوتس اپنے وطن تھاسوس کو خیرباد کہکر اٹیکا کر آیا ہوا اور وہاں عظیم الشان تاریخی طرز کو رواج دیا۔ اسی مصنف کے نزدیک مرمری مثبت کاری اٹیکا ہی کی ایجاد تھی اور پیلوپونیز میں سکیون اگی گینا اور آرگوس نے سکوں پر عورتوں کی تصاویر بنانے میں کمال حاصل کیا تھا اور یہ ہی اگی گینا کی سنگتراشی کی اصل بنیاد معلوم ہوتی ہے۔ اس کے بعد کرٹیس، کلامس، میرون، پولیکلیٹس کے زمانے میں جو فنون لطیفہ کو انتہائے کمال حاصل ہوا تھا اسکا ذکر کرتا ہے، اور بیان کرتا ہے کہ اٹیکا میں خیموں اور حلقہ دار جزائر کے طرز کا رواج ہو چلا تھا اور فدیاس کا فن تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی صفحہ ۴۴۵ کا حاشیہ بھی دیکھنا چاہیئے جہاں بہت سا تاریخی مواد خلاصے کے طور پر دیا ہوا ہے۔

سموولی حرکات کی نہایت خوش اسلوبی سے نقل کرنے کی کوشش کی ۔ خود لوسیئن نے اس کے سوسانڈرا کے بت کی مسکراہٹ کی تعریف کی ہے[۹] جس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنی صنعت میں فطرت کا تتبع کرنا چاہتا تھا ۔ میرون ساکن الیوتھیرائے جو عمر میں فدیاس سے چند سال بڑا تھا کلامس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ گیا ۔ اسکا اصل مقصد یہ تھا کہ انسانی حرکات کا مجسموں کی ہیئت میں ظاہر کرے اور اسمیں شبہ نہیں کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا ۔ اسکی مثال کیلئے کیکولے کے الفاظ بجنسہ نقل کر دینے مناسب ہیں ۔ وہ کہتا ہے کہ "اسکا کارنمایاں یہ تھا کہ برہنہ دوڑتے ہوئے انسانوں کے تخیل کو مجسموں کی صورت میں ظاہر کرے ۔ مثلاً خمیدہ دسکوبوس بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی تیر کمان سے نکل کر جا رہا ہو ۔ جب اتھینے یکایک ظاہر ہوکر مارسیاس کی بالنسری میں زور سے ہاتھ مارتی ہے تو مارسیاس فرط خوشی میں ناچتے ناچتے چکر کھا کر ایک دم پیچھے کی طرف ہٹ جاتا ہے ۔ جب لاداس دوڑ کے اختتام پر پہنچتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے گویا اسکا دم واپسیں اسکے لب پر آچکا ہے ۔ اور پرسیس میدوسا کو زغند لگا کر پکڑ لیتا ہے ۔" میرون نے گائے کا ایک مجسمہ تیار کیا تھا جو قدما میں بہت مشہور تھا اور جس پر شاعروں نے طبع آزمائیاں کی تھیں ۔ الغرض میرون ہی صناع عصر تھا اور اسکے دسکوبوس اور مارسیاس کے مجسموں کی قدیم نقول ہم تک پہنچی ہیں ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ میرون نے تو اپنے فن کو حد و تکمیل تک پہنچایا ۔ فدیاس اسے اس حرم کے اندر ہی لے آیا ۔

جو روایات ہمارے پاس آئی ہیں انکا ماحصل یہ ہے کہ دور کیمون میں فن تصویر کشی کا قائم مقام پولیگ نوٹس ہے مگر سوءِ اتفاق سے ہمیں اسکی بابت صرف یہ علم ہے کہ وہ اپنے زمانے میں نہایت ممتاز تھا اور تھاسوس کا باشندہ تھا ۔ پانچویں صدی ق م کے آخر میں یونانی صنعت و علوم اور عام تمدن اور شائستگی میں ایونیائی اور دوریائیوں کا مقابلہ کرتے

---

[۹] اس مجسمے کی خصوصیت یہ ہے کہ اسمیں قدیم یونانی صنعت کا وہ کمال نظر آتا ہے جو اس زمانے میں مسکراہٹ کی نقل اتارنے میں سنگتراشوں نے حاصل کیا تھا ۔ اس سے ہمیں یونان کے عام اوصاف معلوم ہوتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی عیاں ہو جاتا ہے کہ یونانی شرفا کے چہرے کی ساخت مجسموں میں دکھانے کی کس درجہ کوشش ہو رہی تھی ۔ حال ہی میں اس ذخیرہ میں سے جس سے کیمونی عہد کے تعمیر کاروں نے قلعہ کی عمارات کا بھراؤ کیا تھا چند مجسمے ۴۸۰ ق م سے پیشتر یعنی اکروپولس کی تباہی سے پہلے کے نکلے ہیں ۔ ان مجسموں کی تصاویر پیوٹی شر کی کتاب "اکروپولس" میں موجود ہیں۔

تھے۔ اور دمقریطس اور پروتاغورث ساکن ابدیرا کی تحریرات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تھریس یونانیوں نے انتظام و حکومت کے مسئلے کیطرف اپنی توجہ مائل کی تھی۔ مگر اسکے متعلق بعد میں بحث کیجائیگی۔ مورخ تھیوسیڈیڈیز (ستسیمبروتش) ساکن تھاسوس کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ تھسیلیوں میں بہت سے ایسے بھی لوگ موجود تھے جنکو دنیا کے عام معاملات میں گہری دلچسپی تھی۔ ظاہر ہے کہ اگر ان ممالک میں تمدن کی سطح کافی بلند نہ ہوتی تو بقراط اور اسکی طرح بہت سے اور غیر ملکی آآکر آباد نہ ہوجاتے۔ اسکے سوائے تھریسی باشندوں کے تعلقات ایتھنز کے ممتاز کنبوں مثلاً ملیتادیس اور طوسی ویدش کے خاندانوں سے پائے جاتے ہیں جس سے ہم انکی شائستگی کا اندازہ کرسکتے ہیں جو غالباً ساحلی شہروں کے اثرات کا نتیجہ ہوگا۔ تھاسوس کے باشندے نہ صرف مجسموں کے شوقین تھے بلکہ فنون لطیفہ میں خود بھی مہارت پیدا کرلی تھی۔ انھوں نے اوناتاس سے کئی مجسمے بنوائے تھے اور ہمارے پاس متعدد ثبوت فنون لطیفہ میں انکی مہارت کے موجود ہیں پایونیس ساکن مینڈے کے متعلق اس سے پیشتر کہا جاچکا ہے۔ اسکے سوا شمالی یونان کے نقاشی اور مینڈے، اولنتھوس، ائی نس، ابدیرا، تھاسوس اور مقدونیہ کے سکوں سے انکے شوق کا پتہ لگتا ہے۔ ان سب باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ممالک تہذیب و تمدن میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اور جس شخص نے یونان خاص پر اسکا اثر ڈالا وہ پولیگ نوتس تھا جس نے اپنی قابلیت کے جوہر یونان کے مذہبی مرکز ڈلفی میں دکھائے۔ اسنے ڈلفی کے ایک وسیع کمرے کی دیوار پر دو تصویریں کھینچیں۔ ایک ٹرائے کی بربادی کا نقشہ اور دوسری عالم زیریں کی تصویر۔ پہلی تصویر تو دراصل بڑے بڑے شعراء کی نظموں کے بہترین مناظر کا مجموعہ تھا اور دوسری تصویر میں گنہگاروں کی سزا یابی دکھائی گئی تھی۔ ان تصاویر کے متعلق یہ کہنا کہ وہ ہومر ہی سے لے گئی ہیں یا انکی کتاب کے منظروں کی تصویریں ہیں درست نہ ہوگا مگر اسمیں شبہ نہیں کہ انکا تعلق اسکی کتاب "اوڈیسی" سے ہے اور دنیائے زیریں کی تصویر میں تو خود اوڈیسی اُس بھوت پریت کو برآمد کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ ایک اعتبار سے یہ تصاویر ہومر سے ضرور متعلق ہیں

۱؎ اس اثر کیلئے جو یونانی فنون لطیفہ پر شمالی یونان کا پڑا ایرٹن کا مضمون "پایونیوس اور شمالی یونان کے فنون لطیفہ" (رپورٹ اجلاس ہیلاسہائے میوسخ ۱۸۸۷ء صفحہ ۳۱۵ وغیرہ) دیکھنا چاہئے۔ وہ ثابت کرتا ہے کہ ایشیائے کوچک کی صناعی کا شمالی یونان پر بہت زبردست اثر ہے۔ اسکے لئے فون روڈن کے مضمون کا بھی جو بومیسٹر کے مجموعے میں شامل ہے مطالعہ بہتر ہے

اسلیئے کہ انمیں اسکی نظموں کا اخلاقی پہلو عیاں ہو جاتا ہے۔ پہلی تصویر میں تو الیاد کی شدید جنگوں کا اختتام دکھایا گیا ہے، دوسری میں انسانی زندگی کے آخری لمحے معہ تمام مسرتوں، رنجوں اور آرزوں کے پیش کیئے گئے ہیں جنکا اوڈیسی میں ذکر ہے + پولیگ نوٹس نے خود ایتھنز میں ٹروائے کے فتوحات کی تصاویر بھی سیاناکتی کمرے میں جو چوک میں واقع تھا بنائی تھیں جنکی نہائت مابعد میں کیمون نے تجدید کی اور اسکا نام پوئکیلے "ایوان بو قلموں" رکھا تھا۔ اسکے سوائے اس نے دیوسکوری خاندان کے بت خانے کو بھی اپنی تصاویر سے آراستہ کیا اور اسکے دوستوں مکون اور پانائینس نے جنگ مارا تھون کی ایک تصویر پوئکیلے میں کھینچی جسمیں ملیتادیس، کالی ماخوس اور تھینے گیرس پہچانے جاسکتے تھے + پولیگ نوٹس کے ہی زمانے میں انس خلیس اپنا ناٹک مسمی "مردمان ایران" تماشہ گاہ پر لایا +

غرض یہ ہے کہ دور مذکورہ بالا میں فنون لطیفہ نے نہایت دلیری سے ہمعصر واقعات پر بحث کرنا شروع کی حقیقت یہ تھی کہ عظیم الشان کارنامے وقوع پذیر ہو چکے تھے اور لوگوں کو انکی تمثیلات دیکھ کر مسرت ہوتی تھی + اسکے برعکس جو لڑائیاں فارقلیس کے زمانے میں ہوئیں انکی اسقدر اہمیت نہ تھی اسلیئے کہ محض خانہ جنگی کو کبھی باعث فخر نہیں سمجھا جاتا اور بجائے اسکے کہ فدیاس کے تاریخی واقعات پیش کرنے کا موقع ملے فنون لطیفہ میں ایک دوسرے معنی میں تقلید پیدا ہو گئی +

پولیگ نوٹس کی تصاویر کا ایک دھندلا سا عکس اس عہد کے برتنوں کی تصاویر میں پایا جاتا ہے اور اسی میں وہ سرخ مورتوں والے برتن بنائے گئے تھے جنکا تعلق اسی مصور سے اکثر دکھایا گیا ہے[۱] +

پولیگ نوٹس کی کیمون سے ذاتی واقفیت تھی وہ اس کا صلاح کار وہ

[۱] اسکے لیئے فون روڈن کا مضمون "برتن بنانے کا فن" بومیسٹر کے مجموعے میں دیکھنا چاہیئے + پتھو سانیاس کا خیال ہے کہ پولیگ نوٹس نے امیدواروں کے اس قتل عام کی تصویر کھینچی ہے جسکا اوڈیسی اس اتھینے آپلا کے مندر میں مرتکب ہوا تھا + یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سبیہ میں جو قبت کاری گیول باشی کے مقبرے میں ہو رہی تھی اور جواب وائنا میں موجود ہے اس سے پولیگ نوٹس کے طریقہ کا پتہ چلتا ہے اور یہی اثر اس برتن کی ساخت سے ظاہر ہوتا ہے جسکی تصویر ط ۲۱۳۹ بومیسٹر کے صفحہ ۱۹۹۴ پر درج ہے + پولیگ نوٹس کیلیے کلائن "اطلاع متعلق آثار قدیمہ و نوشتہ جات آسٹریا ہنگری" جلد ۱۱ دیکھنا چاہیئے +

اپنے دادا کا گویا فدیا سا تھا۔ اور پولیگنوٹس کی تصاویر میں اسنے ٹروجن عورت لاؤ دیکے کا بجنسہ وہی قیافہ بنایا جو کیمون کی بہن ایلپی نیکے کا تھا +

غرض یہ ہے کہ ۴۸۰ق م اور ۴۵۰ ق م کا درمیانی زمانہ زور، علویت، عظمت اور شان کا زمانہ ہے۔ ملیتادیس اور کیمون، اُس خیلوس اور پولیگ نوتس یہاں تک کہ میرون سب کا ایک ہی مطمح نظر ہے۔ سیاسی، ذہنی اور فنی حیثیت میں یہ یکجہتی پائی جاتی ہے اور اس دور کے عام خصوصیات کا پیرایہ نہایت قابل اطمینان ہے +

تیرھواں باب

ایتھنز کے حالات کیمون کی وفات تک

کیمون کی واپسی پر وہ اور فارقلیس ملکت ایتھنز کی دوش بدوش رہبری کرنے لگے۔ کیمون نے تو آئندہ کیلیئے یہ تہیہ کر لیا کہ وہ دستور ایتھنز کو عمومی شاہ راہ پر چلنے میں مانع ہوگا اور فارقلیس نے یہ وعدہ کیا کہ ایتھنز کی تمام قوت ایران ہی کے خلاف استعمال کیجائیگی + اسمیں شبہ نہیں کہ آئندہ بھی ایتھنز نے اسبات کو گوارا نہ کیا کہ ارض یونان میں اسپارٹا کی سیادت قائم ہوجائے اور وقتاً فوقتاً اسکی راہ میں روڑے اٹکائے۔ مگر اس قسم کی مزاحمت میں کیمون کو کسی قسم کا دخل نہ تھا +

غالباً یہ کیمون کی واپسی کے بعد ہی کا واقعہ ہے کہ ایک شخص مسمیٰ اوریستیس تھسلی سے ایتھنز آیا۔ اس شخص کے باپ نے شاہی خطاب اختیار کر لیا تھا اور وہ خود کم از کم فارسالس کا حکمراں ضرور تھا۔ اسے فارسالس کے باشندوں نے اپنے شہر سے نکال دیا تھا اور اب اسنے ایتھنزیوں سے التجا کی کہ وہ اسے بحال ہونے میں مدد دیں۔ اسکے جواب میں غالباً ۴۵۴ ق م میں ایتھنز کا چند یوطی اور فوکسی سپاہی لیکر فارسالس گئے[1] مگر وہاں ان کو

[1] طوسی دیدیش ۱، ۱۱۱ + ڈیوڈورس ۱۱، ۸۳ +

حسب دلخواہ کامیابی نہیں ہوئی اور اوریستیس کو واپس آنا پڑا۔ اسی دوران میں (غالباً ۴۵۳ ق م میں) ایک ہزار ایتھنزی خود فارقلیس کی سرکردگی میں مگارا کے بندرگاہ پیگے سے چلے سکیونی علاقے میں لنگرانداز ہوکر سکیونیوں کو شکست دی اور چند اکائیوں کو ساتھ لیکر اکارنانیا کے شہر اوئنیادے پر حملہ کردیا۔ مگر جب اس مہم میں بھی کامیابی نہ ہوئی اور فارقلیس کو بلا حصول مقصد ایتھنز واپس جانا پڑا تو ایتھنزیوں سے سوائے اسکے کچھ بن نہ پڑا کہ اپنے دلوں کو یہ کہکر سمجھالیں کہ اس مہم سے کم سے کم خلیج کورنتھ میں ایتھنزی قوت اور جبروت کا مظاہرہ تو ہو ہی گیا ہے[2]۔

طوسی دیدش کا بیان ہے کہ اس واقعے کے تین سال بعد یعنی ۴۵۱ یا ۴۵۰ ق م میں ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان پانچ سال کیلئے عارضی صلح ہوگئی[3]۔ طوسی دیدش یہ بیان نہیں کرتا کہ فارقلیس کی مہم اور صلح کے درمیان کیا کیا واقعات پیش آئے اور غالباً کوئی ایسا اہم واقعہ پیش بھی نہ آیا ہوگا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایتھنز نے یونانی ریاستوں کے ساتھ تو جھگڑے طے کرلیے مگر ایران کے ساتھ جنگ جاری رکھی۔ نوشتوں سے بھی یہ عیاں ہوتا ہے کہ ایتھنز نے ۴۵۰ ق م میں خراج کی رقم ۵۰ تالنت کم کرکے ۴۰۰ تالنت رہنے دی[4] جس سے یہ ظاہر ہے کہ اسکا مقصد خود یونانیوں سے جنگ آزمائی کا نہ تھا۔ کیمون کی حکمت عملی کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ اسپارٹا سے صلح و آشتی رہے، اب پچھلی مہم کے بعد جب ایتھنز پیلوپونیزیوں کے خلاف کوئی کارنمایاں نہ کرسکا خود فارقلیس نے بھی یہ محسوس کرلیا کہ ایسی دشمنی کو پالنا جس سے وقتاً فوقتاً ایتھنز کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو بیکار محض ہے۔

اسکے برعکس ایران کے خلاف جنگ پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے جاری رہی اور ۴۴۹ ق م میں کیمون دو سو جہاز لیکر قبرص چلا[5]۔ افسوس ہے پلوٹارک اس مہم پر کوئی روشنی نہیں ڈالتا، دیودورس حسب معمول خلط مبحث کردیتا ہے۔ اور طوسی دیدش اسکا بیان صرف چند فقروں ہی میں

---

[2] طوسی دیدش ۱، ۱۱۱۔ اس مہم کا دیودورس میں بھی دو جگہ یعنی ۱۱، ۸۵ اور ۸۸ میں ذکر ہے اور پلوٹارک کے واقعات فارقلیس میں بہت کچھ مدح سرائی کی گئی ہے۔

[3] طوسی دیدش (۱، ۱۱۲) تیس سال کے امن کی طرح اسے بھی مذہبی جامہ پہناتا ہے۔ اسکے لیے بیوسولٹ ۲، ۴۰۵ دیکھنا چاہیئے۔

[4] بیوسولٹ ۲، ۴۰۶ کا مقابلہ کیا جائے۔

[5] طوسی دیدش ۱، ۱۱۲۔ پلوٹارک، کیمون ۱۸، ۱۹۔ دیودورس ۱۲، ۳، ۴۔

ختم کر دیتا ہے + طوسی ویدیش کا بیان ہے کہ "اس بیڑے کے ساٹھ جہاز تو امیر تاس کی دعوت پر (جو مصر کے ملاّیوں کا بادشاہ تھا) مصر چلے اور پس ماندہ جہازوں نے کیتیم واقع قبرس کا محاصرہ کر لیا۔ کیمون کے انتقال کے بعد سامان رسد میں کچھ کمی پڑ گئی تھی اسلئے انھیں کیتیم کا محاصرہ اٹھا دینا پڑا اور جب وہ سلامس واقع جزیرہ قبرس کے قریب ہوکر گزر رہے تھے تو انھیں فنیقیوں اور سلیسیوں کے ساتھ لڑنا پڑا جسمیں ایتھنزیوں نے اپنے حریفوں کو شکست دی اور ایتھنز واپس چلے آئے + جو جہاز مصر گئے تھے انھوں نے بھی اسی قسم کے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔"

بس یہی طوسی ویدیش کا مکمل بیان ہے + یہ ظاہر ہے کہ اسمیں نہ تو کیمون کی موت کے حالات سے آگاہی ہوتی ہے نہ ان مشکلات کا علم ہوتا ہے جو ایتھنزیوں کو کیتیم میں پیش آئیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ جب بیڑا واپس ایتھنز جانا چاہتا تھا تو پھر اسنے مغربی راستے کے بجائے مشرقی راہ کیوں اختیار کی اور جب لڑائی میں ایتھنزیوں کو فتح ہو چکی تھی تو پھر قبرس مسخر کیوں نہیں کیا گیا + خود سلامس کی فتح کی اہمیت سے ہم بالکل ناواقف رہ جاتے ہیں۔ اور ان مسئلوں کو حل کرنے کیلیئے ہمیں اپنے قیاس دوڑانے پڑتے ہیں + معلوم ہوتا ہے کہ اس سال ساحل ایجیئن پر کاشت کی حالت اچھی نہ تھی اور غالبًا اسی وجہ سے محاصرین کی فرودگاہ میں قحط کے آثار نمایاں ہیں اور ایتھنزی مشرق کی جانب دشمن سے جنگ آزما ہوئے اور معاملات کا ایک بار تصفیہ کرنے کی غرض سے گئے ہونگے + قبرس کو اپنے حال پر چھوڑ دینے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایتھنزیوں کا ایران کے خلاف جوش اب کم ہو چلا تھا۔ زمانہ بدل رہا تھا اور پچھلے چند سال جنگ محض کیمون کی خاطرداری ہی سے جاری تھی ورنہ جو لوگ ماراتھون، سلامس اور یوریمدون پر لڑے تھے وہ یا تو اس دنیا کو خیرباد کہہ چکے تھے یا اسقدر ضعیف ہو گئے تھے کہ معاملات حالیہ پر اثر نہ ڈال سکتے تھے اور نئی نسل کے خیالات انکے خیالات سے بالکل مختلف تھے۔ اس جوش کے کم ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ پچھلی لڑائیوں کا نتیجہ ایتھنز کے حق میں کچھ ایسا مفید بھی نہ نکلا تھا[۱]

[۱] اسکے لئے بیوسولٹ ۲ ۱۵۰۹ دیکھنا چاہیئے + ان واقعات کے کچھ عرصے کے بعد ایدے موون نے جو کیتیم یا صور کا بادشاہ تھا یونانی خاندان تمیوکریکو جزیرے سے نکال کر اسے پھر ایک مرتبہ ایران کے زیر اثر کر دیا۔ اسوکرا تیس ۹ - ۱۹ - ۲۱ نیز ۹۰ م ۹۹۰ + دیودورس ۱۳ ، ۹۸ +

اسکی ضرورت ہے کہ اب ایک نہایت اہم مسئلے پر غور کریں جو اس تاریک دور کے عظیم الشان مسائل میں سے ہے۔ چوتھی صدی ق م میں سننے میں آتا ہے کہ اس سے ایک صدی پیشتر (یعنی پانچویں صدی میں) ایک صلحنامہ ایرانیوں اور یونانیوں (بالخصوص ایتھنزیوں) کے درمیان ہوا تھا جس کا نام صلحنامہ کیمون تھا اور جسکا ذکر صلح انتالکداس کے مقابلے کی غرض سے لیا جاتا تھا۔ کہا جاتا تھا کہ[٭]

٭ دیو دورس اس صلحنامہ کا ذکر ۱۲، ۴ میں کرتا ہے مگر اس ضمن میں کیمون کا نام نہیں لیتا۔ اسکا بیان ہے کہ ارتابازو اور میگابیزو نے بھی (جنھوں نے مصر کے ساتھ بھی صلح کرا دی تھی) (۱۱، ۷۷) کالیاس کے ساتھ اس صلح کی تکمیل میں شریک تھے۔ دیو دورس دونوں صلحنامے کیلیئے ایک سے ہی الفاظ استعمال کرتا ہے اور دونوں صلحنامے خلاف قیاس ہیں۔ کالیاس کا بیان پلوٹارک کے "واقعات کیمون" (۱۳) میں ہے اور ہیرودوتس میں اسکے سفر کا حوالہ دیا ہوا ہے (۷، ۱۵۱)۔ صلحنامے کے لیئے ڈنکر ۹، ۱ ا ہ دیکھنا چاہیئے جسکی پیروی بُوسولٹ (۲، ۵۱۲) نے کی ہے۔ "صلحنامہ کیمون" ڈالمان کی تحقیقات متعلق اقلیم تاریخ" (التونا ۱۸۲۲ء جلد ۱ وغیرہ) اور رک، وکریوگر کے "مطالعات فلسفہ تاریخ" (جلد ۱) کی اشاعت سے متواتر زیر بحث رہا ہے۔ اور ڈنکر کی کتاب میں اسکے متعلق حال کی تمام کتابوں کی فہرست دی ہوئی ہے۔ اس فہرست میں اُموت کی کتاب "صلحنامہ کیمون" (گینٹ ۱۸۸۰ء) کا بھی اضافہ کرنا چاہیئے جسکے مصنف کو یقین ہے کہ صلحنامہ کیمون فریقین کے درمیان واقعۃً ہوا تھا۔ چوتھی صدی والوں کیلیئے صلحنامہ انتالکداس کے مقابلہ کیلیئے ایک ایسے صلحنامہ کی ضرورت تھی جسکی وساطت سے اہل ایتھنز حب وطن کا مقابلہ اسپارٹی غداری کے ساتھ کیا جاسکے۔ یہ روایات السوکراتیس ۱۲۰ میں درج ہیں ڈنکر کا خیال ہے کہ ممکن ہے کہ اس نوشتے میں جو کراتیرس نے پڑھا تھا اور جو پلوٹارک کے "حیات کیمون" (۱۳) میں مذکور ہے وہ شرائط ہوں جن پر ایتھنز صلح کرنے کیلیئے تیار تھا۔ مگر سوال یہ ہے کہ آیا اس قسم کی باتیں ضبط تحریر میں لائی بھی گئی تھیں۔ تھیوپومپس کے اجزا میں جو ہم تک پہنچے ہیں (۱۶۷، ۱۶۸) اور جسکے پڑھنے میں بوجہ ایونی حروف تہجی کے دقت پیش آئی ہے اس نام نہاد صلحنامے کا بیان نہایت تاریک ہے۔ خاص صلحنامے کے متعلق یہ کہنا پڑتا ہے کہ شہنشاہ کو اس قسم کی باضابطہ صلح سے کسی قسم کا فائدہ نہ پہنچتا تھا مگر طوسی دیدیش ۸، ۵ و ۵۶ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں دونوں ملکتوں کے درمیان صورت واقعات ایسی ہی تھی جیسی صلحنامے میں درج ہے۔ ۵۶،۸ میں مذکور ہے کہ تسافرنس نے درخواست کی کہ اسے بحیرۂ ایجین میں جہازرانی کی اجازت دیدی جائے اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شہنشاہ اس سمندر سے دستبردار ہو چکا تھا۔ اسکے برعکس طوسی دیدیش ۸، ۵ میں یہ صاف تحریر ہے کہ ایرانی کبھی ایونیا کے خراج سے دستبردار نہیں ہوئے اور ساموسی جنگ کے

یہ صلحنامہ یونان کیلیئے اتنا ہی باعث فخر تھا جتنا صلحنامہ انتالکداس اسکے لیئے باعث ذلت تھا۔ اسلیئے کہ اس صلحنامے نے تو ان یونانی بستیوں کو جو ایشیائے کوچک کے ساحل پر واقع تھیں ایران کے حوالے کردیا اسکے برخلاف صلحنامہ کیمون کے متعلق یہ امر طے شدہ تھا کہ اسکی رو سے قرار پایا تھا کہ ایرانی فوج ساحل ایجئین سے کم از کم تین یوم کے کوچ کے مقام پر رہیگی۔ اور اسکا بیڑا سوائے فاسیلیس اور خیلڈونی جزائر سے جنوب ومشرق، اور شمال میں بحر اسود کے سوائے بحیرۂ ایجئین میں نہ آنے پائیگا + اس قسم کے صلحنامے کا طوسی دیدش کے مختصر بیان میں تو ذکر ہی نہیں ہے۔ دیو دورس ضرور اسکا ذکر کیمون کی موت سے پہلے کرتا ہے اور اسکا یہ خیال ہے کہ اس صلحنامے کا اصل بانی کیمون ہی تھا۔ مگر طوسی دیدش کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کیمون کی وفات کے بعد بھی جنگ برابر جاری رہی اور ایک اور قرینہ دیو دورس کا بیان ہمیں یقین کے قابل نہیں نظر آتا +

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۴) واقعات سے (جنمیں ایک فنیقی بیڑے کا انتظار کیا جاتا ہے) میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ایتھنز اور ایران کے درمیان ایسا کوئی عہدنامہ نہ تھا جس پر وہ اعتماد کرسکتا + اسمیں بھی شبہ نہیں کہ محض ساحلی جھگڑوں سے بھی صلحنامے کا عدم ثابت نہیں ہوتا اسلیئے کہ خود ایرانی صوبہ دار بھی یہ چھوٹے چھوٹے تنازعات کا باعث ہوسکتے تھے + مگر جنگ ساموس کے حالات مختلف تھے، ایرانی بیڑہ براہ راست شہنشاہ کے ماتحت تھا اور اگر یہ خیال تھا کہ بیڑا ساموس آجائیگا تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایتھنز کے پاس کوئی دستخطی عہدنامہ موجود نہ تھا + اس مسئلے پر ل، ہولتساپفیل نے اپنے مضمون "ایتھنز اور ایران کے تعلقات سنہ ۴۶۵ تا سنہ ۴۱۲ ق م" ("اضافہ جات بتاریخ یونان" برلن کالواری، سنہ ۱۸۸۲ء) بسیط بحث کی ہے + صفحہ ۴۳ پر وہ طوسی دیدش کے فقرہ مندرجہ ۸، ۵۶ پر تنقید کرتا ہے جو دریہ جی فقرہ نیولدکے کے "مضامین متعلق تاریخ ایران" (لائپزگ سنہ ۱۸۸۷ء) میں عہدنامے کے ثبوت میں جالکس نے استعمال کیا ہے + ہولتساپفیل (صفحہ ۳۰ وغیرہ) میں یہ فرض کرلیتا ہے کہ کالیاس ایران سنہ ۴۶۴ ق م میں بھیجا گیا تھا اور کراتیرس نے دراصل اس عارضی صلح کے الفاظ محفوظ کیئے ہیں۔ جنپر اردشیر کی تخت نشینی کے وقت فریقین کے دستخط ثبت ہوئے تھے + اندوکلیس کی کتاب "حالات متعلق صلح" وغیرہ کا تتبع کرکے وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ دارا (داریوش) دوم کی تخت نشینی کے بعد سنہ ۴۲۴ ق م کے اختتام پر اپی لکوس نے ایک صلحنامے پر دستخط کیئے تھے جو اسوقت تک برابر قائم رہے جب ایتھنز نے امورگیس کو مدد دی (طوسی دیدش ۸، ۲۰) ہیں اپنی تاریخ مرتب کرتے وقت ان صنعت آمیز قیاسات کا لحاظ نہیں کرسکا +

اسکے بعد پلوٹارک اس تاریخی ابتری کو اور بھی زیادہ ابتر کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یا تو اس صلحنامے کا حقیقی باعث جنگ یوریمیدون تھی ورنہ کم از کم اسپر اس لڑائی کے بعد دستخط ہوئے ہوں گے۔ پلوٹارک کے یہ دونوں نظریے خلاف قیاس ہیں۔ وہ خود ایک اور جنگ کا ذکر کرتا ہے جو کیمون نے ایران سے لڑی مگر یہ نہیں بتاتا کہ اس عجیب و غریب صلحنامے کو کس فریق نے توڑا۔ اس سے یہ عیاں ہے کہ اس صلحنامے پر سنہ ۴۴۶ ق م یا اسکے قریب کے زمانے میں دستخط نہ ہوئے ہونگے۔ سوال یہ ہے کہ آیا اسپر کسی زمانے میں بھی دستخط ہوئے؟ کیا یہ قرارداد جنگ سلامس (قبرس) کے بعد ہوئی اور اسے کیمون کی طرف محض اسکے کارہائے نمایاں کے اقبال کے طور پر منسوب کیا گیا؟ بلاشبہ ہمارے پاس اسبات کی شہادت موجود ہے کہ صلح کیلئے ایتھنز بہت کوشاں تھا۔ پلوٹارک دیودورس کا ہمزبان ہو کر کہتا ہے کہ کالیاس اس صلحنامے کا بانی مبانی تھا اور ہیرودوتس کالیاس کی سوسا میں موجودگی تو بتاتا ہے مگر یہ ظاہر نہیں کرتا کہ کالیاس وہاں کس مقصد کیلئے گیا تھا اور آیا وہ مقصد حاصل ہوا یا نہیں بیشک پلوٹارک کا دعویٰ ہے اسکے علم میں صلحنامۂ مذکور کراتیرس کے مجموعۂ تجاویز عوام میں موجود تھا مگر کیا یہ ممکن نہیں کہ پلوٹارک کے اسناد غلطی پر ہوں یا جس دستاویز کو وہ صلحنامہ بتاتا ہے دراصل وہ کوئی ایتھنزی تجویز عوام ہو جسکی رو سے مملکت چند خاص شرائط پر شہنشاہ کے ساتھ صلح کرنے پر راضی ہو گئی ہو۔ بدیں وجوہ محض کراتیرس کے مجموعۂ تجاویز عوام سے کوئی ثبوت صلحنامۂ مذکور کے وجود کا نہیں ملتا۔ فی نفسہ خود اس صلحنامے کا وجود بھی دراصل خلاف قیاس ہے۔ اس سے قبل کوئی اور مثال اس طرز کے صلحنامے کی ہمکو نہیں ملتی اسلیئے کہ صلحنامہ انتالکداس ایرانیوں اور یونانیوں کے درمیان صلح نہ تھی بلکہ خود یونانیوں ہی کے درمیان ایک عہدنامہ، اور اسوقت ایران نے ایک برابر والی مملکت کی حیثیت سے معاملات میں دست اندازی نہیں کی تھی بلکہ اسکے احکام کی نوعیت وہی تھی جو ایک شہنشاہانہ مملکت کے احکام کی ہونی چاہیئے۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ سنہ ۴۴۹ ق م میں شاہ ایران نے وعدہ کیا کہ وہ چند خاص خاص مواقع میں اپنی فوج نہ لے جائیگا مگر سوال یہ ہے کہ اس قسم کے وعدے وعید سے سوائے اسکے کہ ایران کی عزت میں بٹا آئے اور اسے کیا حاصل تھا؟ ان تمام وجوہ کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر کراتیرس کے قبضے میں کوئی نوشتہ صلحنامے کی صورت میں تھا تو یقیناً وہ جعلی تھا اور "صلحنامہ کیمون" یا "صلحنامہ کالیاس" کا سرے سے وجود ہی نہ تھا۔ بہرحال ان تمام باتوں کے ساتھ ہی یہ یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ان الفاظ سے جو صلحنامے کی طرف

منسوب کیئے جاتے ہیں سنہ ۴۴۹ ق م سے سنہ ۴۷۹ ق م تک کے ایران اور یونان کے حقیقی تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔ اس چالیس سال میں ایران نے ایشیائے کوچک کے ساحلی شہروں میں کسی قسم کی مداخلت کی اور نہ بحیرۂ ایجئین میں اپنے جہاز روانہ کیئے اور دوسری جانب یونانی بھی ایران کے خلاف کسی قسم کے جھگڑے میں شریک نہوئے۔ غرض یہ ہے کہ اس چہل سالہ دور کے واقعات اس سے قبل کی نصف صدی کے واقعات سے بالکل مختلف قسم کے ہیں + بدیں وجوہ اگر نام نہاد "صلحنامۂ کیمون" سے یہ معنوی مفہوم سمجھا جائے کہ وہ ان کامیابیوں کا پتہ چلتا ہے جو کیمون کے ذریعے سے ایتھنز کو ایران پر ہوئیں تو اسمیں چنداں جرم نہیں۔ اور ممکن ہے کہ کالیاس ہی نے حکومت ایران سے یہ طے کیا ہو کہ دونوں مملکتیں ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے سے باز رہیں اور اپنا دائرۂ اثر چند معیّن حدود کے اندر رکھنے پر قناعت کریں +

کیمون کی موت سے ایتھنز کا ایک عظیم الشان سپوت ضائع ہوگیا جو جری، آزاد دست، خوش خلق اور حقیقی معنے میں شرفا پسند تھا، اور جو ضرورت کے وقت نہایت تندہی سے کام کرنے کا عادی تھا اور جب ضرورت رفع ہو جاتی تو اپنے لیئے تفریح کے سامان مہیا کرنے میں کوئی گریز نہ کرتا تھا اور اسکے ساتھ ہی عوام کی خوشنودی کے اسباب بھی اپنی جیب سے مہیا کرنے کیلیئے تیار رہتا تھا۔ اسکے باغات، اسکا دسترخوان، اسکی تھیلی، یہ سب ہمیشہ غربا کیلیئے وقف تھے + یہ درست ہے کہ سیاسیات کے متعلق اسکی ذاتی رایوں سے ایتھنز کو شاید زیادہ نفع نہ پہنچتا۔ مگر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ فارقلیس کے عمیق تر دماغ نے ایتھنز کو کچھ زیادہ ترقی کے شاہراہ پر نہ ڈالا بلکہ شاید پہلے سے زیادہ ہی ابتری پیدا کر دی + ایتھنز کبھی اسقدر قوی نہ ہوا جتنا دور کیمون میں۔ یہ سچ ہے کہ ایتھنز کے اقتدار کا باعث صرف کیمون ہی نہ تھا اسلیئے کہ میرونیدیس بھی اسی دور کا ایک فرد تھا + کیمون کی مثال سے عمدہ نتائج پیدا ہوئے + اسکے عہد اور دور فارقلیس میں یہ فرق ہے کہ اسکے زمانے میں تو حکومت میں دیگر قابل افراد کیلیئے بھی جگہہ تھی مگر آخرالذکر کا یہ حال تھا کہ فارقلیس نے اپنے تمام معصروں کو ماند کر دیا تھا۔ دونوں ایسے زمانے میں مرے جب ایتھنز معرض خطر میں تھا۔ فرق یہ تھا کہ کیمون کی موت کے وقت صرف فوج کو خطرہ تھا، فارقلیس کی موت کے وقت خود شہر ایتھنز میں زوال آرہا تھا + غرض تمام باتوں پر نظر کر کے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کیمون خوش قسمت تھا، فارقلیس بدقسمت +

چودھواں باب

فارقلیس کے حالات تیس سال کے صلحنامہ تک

گو کیمون کی موت کے بعد ایتھنز تنہا فارقلیس کا دست نگر ہو گیا تھا مگر زمانۂ دراز تک اسے کیمون کے ایک ساتھی طوسی ویدش ولد ملے سیاس سے جنگ زرگری کرنی پڑی۔ ان دونوں میں اچھے تعلقات اسلیئے ناممکن تھے کہ طوسی ویدش بھی فارقلیس کی طرح جمعیت عوام کی رہبری کرنا چاہتا تھا اور کیمون کیطرح اسکا میلان جنگ کی طرف نہ تھا[1]۔

ابتدا میں فارقلیس کو اپنی تمام تر توجہ خارجی معاملات کے طرف مبذول کرنی پڑی۔ اسی نے یہ تحریک کی تھی کہ کالیاس سوس بھیجا جاوے اور اس سفارت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنز کے تمام مطالبات حاصل ہو گئے اور شہر ایتھنز نہ صرف دور فارقلیس میں بلکہ کلیون اور نکیاس کے عہد میں بھی امن چین سے رہا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایک ایسا مدبر جسکا اصول یہ ہو کہ جنگ ایران کا خاتمہ ہو جائے اس سے زیادہ اپنے شہر کیلئے کچھ نہ کر سکتا تھا اور یہ کہنا کہ "صلحنامۂ کیمون" فارقلیس کی ناکامیوں میں سے ایک تھا بالکل خلاف واقعہ ہے[2]۔ اسکے ساتھ ہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جو کاشت فارقلیس درو کر رہا تھا

---

[1] پلوٹارک کی حیات فارقلیس (۹ - ۱۵) میں جن سیاسی اوصاف کا ذکر ہے وہ غالباً تھیوپومپس کے اختراع ہیں اور یہاں توجہ کے قابل نہیں۔ فارقلیس کی وہی تصویر وہاں پیش کی گئی ہے جو عام طور پر کھینچی جاتی ہے۔ یعنی ایک فارقلیس جو گویا فطرتاً اشراف پسند ہے (کرتیس ۲ ۲۰۱ - ۴۸) جو سرا نوہی زینے کے ذریعے سے مقبول عوام ہو جاتا ہے اور جب اپنے مخالفوں کا خاتمہ کر دیتا ہے تو خود مصنوعی چہرہ اتار کر پھینک دیتا ہے اور شاہی طرز اختیار کر لیتا ہے۔ مگر یہ فارقلیس تاریخی فارقلیس نہیں ہے۔ وہ دراصل گویا عمومیت پسند ہی پیدا ہوا تھا اپنے اپنے گروہ کے اصولوں کی بلانغل وغش تکمیل کی اور کبھی اس ذمہ داری سے گریز نہیں کیا جو اس پر بحیثیت سرگروہ عوام عائد تھی۔ ہمارے پاس اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ وہ ان اصلاحات کو جنھیں عام طور پر اسکی طرف منسوب کیا جاتا ہے (مثلاً خدمت ملکی کا معاوضہ) دل سے منصفانہ نہ سمجھتا تھا اور اسکے اعمال کی بنا پر ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ حکومت عموم کا یکساں موید رہا ہے۔

[2] ڈنکر نے بالکل غلط فرض کر لیا ہے کہ فارقلیس کو یہاں ناکامی ہوئی (تاریخ قدیم جلد ۹ باب ۲)۔

اسکی تخم ریزی کیمون نے کی تھی کیونکہ پر اتھنز یوں کو شکست مل چکی تھی، اور سلامس کی فتح ان کے لیئے ویسی ہی کار آمد تھی جیسے تناگرا کی فتح اسپارٹیوں کے لیئے۔ اگر کیمون چند روز اور زندہ رہتا تو یقیناً جنگ جاری رہتی، مگر یہ طرز عمل فارقلیش کے فطری میلان کے خلاف تھا اور وہ جنگ کو ایک نیک مقصد کی تکمیل کیلیئے ایک بالکل غلط راستہ سمجھتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ایک خاص تدبیر سے اتھنز کو ایک باسطوت مملکت بنادے، اور اسکے نزدیک ایران کے ساتھ مسلسل مناقشے اسکے قطعی منافی تھے۔

یہ بادی النظر میں عجیب وغریب معلوم ہوتا ہے کہ عین اسوقت یونان حقیقی مشکلات میں مبتلا ہو گیا۔ صورت حال ماقبل سے جسکو عام طور پر "صلحنامۂ کیمون" کا لقب دیا گیا ہے، اتھنز کا روپیہ اور اسکے بہت سے شہریوں کی جانیں بچ گئیں۔ اور اسکا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ یونان میں ایک نہایت طاقتور مملکت بن جاتا۔ مگر حالات اسکے بالکل برعکس نظر آتے ہیں اسلیئے کہ اول پیلوپونیزیوں نے اتھنز پر حملہ کر دیا اور سب سے تعجب خیز امر یہ ہے کہ انھیں اس حملے میں، گو نہ کامیابی بھی ہوئی۔ ان امور کی سب سے بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ کیمون اب موجود نہیں تھا۔ اسکی شخصیت کا تعلقات اتھنز و پیلوپونیز پر دہرا اثر تھا، ایک تو وہ اسپارٹا سے دوستی رکھنا چاہتا تھا اور دوسرے پیلوپونیزی اس بات سے واقف تھے کہ وہ میدان جنگ میں نہایت قابل سپہ سالار ہے اور نہ صرف وہ اسے اچھا آدمی سمجھتے تھے بلکہ یہ جانتے تھے کہ اگر اتھنز سے جنگ ہوئی تو کیمون ان کے لیئے ایک تازیانے کا کام دیگا۔ اسکی موت کے بعد ایک طرف تو اتھنز کے تعلقات اسپارٹا سے ویسے نہ رہے جیسے پیشتر تھے اور اسپارٹی بھی اب اتنے خوفزدہ نہ رہے اسلیئے کہ نہ تو انھیں فارقلیس سے کسی قسم کی امید تھی اور نہ وہ اسکی مہارت حربی سے ڈرتے تھے۔ اسپارٹا اور اتھنز میں یوں تو آئے دن جھگڑے پیدا ہوتے [illegible] رہتے ہی تھے۔ اسپارٹا کو علم تھا کہ کیمون کی موت کے بعد دونوں ملکتوں میں کبھی نہ کبھی لڑائی ہونی ہے، وہ یہ چاہتا تھا کہ اتھنز کی عظیم الشان قوت کو توڑ دے اور اس عزم میں وہ کامیاب ہوا۔

تنازعات کی ابتدا غالباً ۴۴۸ ق م میں ایک نہایت معمولی واقعے سے ہوئی۔ اسپارٹیوں نے مذہبی حیثیت کی ایک مہم سر کی اور دیلفی کا بت خانہ فوکس کے باشندوں کے قبضے سے نکال کر خود دیلفی کے باشندوں کے حوالے کیا۔ مگر انکی واپسی پر اتھنز ہی آگئے اور پرانا انتظام عود کر آیا۔[۳]

---

[۳] طوسی دیدیش۔ ۱، ۱۱۲۔ پلوٹارک: فارقلیس۔ ۲۱۔ مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ۔ ۴، ۲۲ (دیب)۔

مگر روز بروز معاملات الجھتے ہی گئے یہانتک کہ بالآخر صدائے جنگ بیوطیہ سے اٹھ گئی[۱] بیوطیہ میں ایتھنزی فوج کی تعداد اسکے معاملات کی صحیح طور پر حفاظت کرنے کیلئے بالکل ناکافی تھی اور مختلف شہروں سے اتنے ایتھنزی نکل جانے پر مجبور ہو گئے تھے کہ اورخومینس اور خیرونیہ جیسے اہم مقامات پر بیوطیوں نے قبضہ کر لیا + آخر کار ایتھنزیوں نے تولمیدس کو مع ایک ہزار ہوپلائٹوں کے خیرونیہ بھیجا اور انھوں نے اس شہر پر قبضہ کر لیا۔ مگر واپسی میں انکی مڈبھیڑ خیرونیہ کے قریب اسی فوج کے ساتھ ہوئی جو مذکورہ بالا شہروں پر قابض ہو گئی تھی اور اپنے حریفوں سے مقابلے میں جنکے ساتھ لوکرس اور یوبیہ کے جلا وطن باشندے بھی تھے ایتھنزیوں کو سخت شکست ہوئی + یوں بھی یہ شکست ایتھنز کیلئے ایک سخت زک تھی مگر چونکہ گرفتار شدہ شہریوں میں ایتھنز کے چند نہایت سربرآوردہ لوگ تھے اسلئے اسکا اثر اور بھی دلخراش ہوا۔ اور ان قیدیوں کی واپسی کے عوض ایتھنز نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ بیوطیہ کے معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کریگا۔ اسکے ساتھ ہی بیوطیہ کے ان باشندوں کو بیوطیہ سے چلے جانے کی اجازت دیدی گئی جو ایتھنز کا دم بھرتے تھے +

بیوطیوں کی اس حکمت عملی کی اس درخشاں کامیابی کے بعد اب ناٹک کا دوسرا منظر ہمارے سامنے آتا ہے + یوبیہ اور بیوطیہ کے چند باشندوں نے ایتھنز کی سی مملکت کے خلاف اسقدر کامیابی حاصل کرلی تھی کہ اب اسپر ایک عظیم الشان حملے کی طیاریاں ہونے لگیں اور سب سے پہلے تو یوبیہ نے بغاوت کر دی۔ یوبیہ کی بغاوت نے ایتھنز کے پہلو میں نشتر کا کام دیا اور ایک لشکر کو لیکر خود فارقلیس بغاوت فرو کرنے کیلئے اٹھا۔ مگر وہ یوبیہ پہنچا ہی تھا کہ اسے خبر ملی کہ میگارا بھی آمادہ بغاوت ہوگیا ہے اور سوائے نشائیہ کے باقی تمام میگاری شہروں سے ایتھنزی نکال دئے گئے ہیں اور کارنتھی، سکیونی اور ایپی داوری باغیوں کے مددو معاون ہیں۔ ان تمام خبروں کے ساتھ ہی اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیلوپونیشی بڑے زور وشور سے اٹیکا کے حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں + ان واقعات کا علم ہوتے ہی فارقلیس ایتھنز واپس آیا مگر پلائیس تونا کس ولد پوسانیاس میدان تھریاسس پر جو ایلیوسس کے قریب ہے قابض

---

۱ طوسی دیدیش ۱، ۱۱۳ - طوسی دیدیش ۱، ۷۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۴۴۷ ق م میں انہی شہروں نے ایتھنز سے الحاق کی خواہش ظاہر کی۔ شاید دونوں فریقوں میں توازن ہوگا اور دونوں میں آسانی سے انکو سیاسی انقلاب پیدا کرنیکی قابلیت ہوگی +

ہوچکا تھا اور گو بالفعل فارقلیس نے اسکے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی اسکے واپس آتے ہی پلوپونیزی فوج اسپارٹا واپس چلی گئی + یہ خطرہ رفع ہوتے ہی فارقلیس یوبیہ جانے کیلئے تیار ہوگیا اور وہاں پہنچتے ہی اسنے بغاوت فرو کردی فارقلیس نے سوائے ہستائیہ کے یوبیہ کے شہروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ مگر ہستائیہ کے باشندے جلاوطن کردیئے گئے اونکی اراضی ایتھنزی ہجرت کرنے والوں میں تقسیم کردی گئی اور شہر کا نام بدل کر اوریوس رکھ دیا گیا[۵] + طوسی دیدش لکھتا ہے کہ ان واقعات کے کچھ عرصے کے بعد ۴۴۵ق م میں ایتھنزیوں، لاکے دیمونیوں اور انکے حلفا کے درمیان تیس سال کیلئے صلح ہوگئی اور ایتھنز نسائیہ، پیگاسے، تروزین اور اکائیہ سے دست بردار ہوگیا +

طوسی دیدش کی کتاب میں جس سے مذکورۂ بالا بیان اخذ کیا گیا ہے بہت سی ایسی باتیں ہیں جو قابل غور ہیں + یوبیہ اور میگارہ کی بغاوتوں، بیوطیہ کے ہاتھوں شکست اور پلوپونیزی حملہ اٹیکا کے باعث ایتھنز نہایت سخت شرائط صلح منظور کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں اور بیوطیہ اور میگارہ کے ملک ایک حصہ ارگوسی آکتے اور اکائیہ سے دست بردار ہوجاتے ہیں + گو عام حالات میں واقعات مذکورۂ بالا کیوجہ سے بہت کچھ تبدیلی ہوگئی تھی مگر سوائے بیوطیوں اور میگاریوں کے باقی کوئی مملکت اس تبدیلی سے کلیتہً خوش نہ تھی۔ اور اسپارٹا میں تو اسقدر بے چینی پھیلی ہوئی تھی کہ شاہ پلیئس توانائکس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اسنے فارقلیس سے رشوت لے لی ہے اور وہ بالآخر اسپارٹا چھوڑ دینے پر مجبور ہوگیا + اسکے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پلیئس توانائکس ضرور اپنی ہی ذمہ داری پر اسپارٹا سے واپس آیا ہوگا ورنہ اگر ایفوروں کی ہدایت سے واپس آیا ہوتا تو اسپر یکہ یہ الزام عائد نہ کیا جاتا۔ بہرنوع کم از کم رشوت ستانی کا قطعی ثبوت نہیں ہے + باوجود اظہار ناراضی کہ اسپارٹی فوج ایک بادشاہ کی سرکردگی میں اٹیکا گئی اور یوبیہ کو مدد دینے کے بغیر جیسے خود اسپارٹا نے

[۵] خالکس کے ساتھ جو عہد نامہ ہوا اسکے اجزا اسوقت تک موجود ہیں۔ لکھنے دیکھئے "مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۴، ۲۷ (الف) اور ڈٹن برگر۔ ۱۰ دیکھنا چاہیئے۔ + جو برتاؤ ہستائیہ کے ساتھ کیا گیا وہ خالکس سے سخت تھا (پلوٹارک "حیات فارقلیس" ۲۳) + بیوسولٹ (۲، ۵۵۵) کے نزدیک صلحنامے پر جو طوسی دیدش ۱، ۱۱۵ میں دیا ہوا ہے، موسم سرما ۴۴۶/۴۴۵ق م میں دستخط ہوئے تھے +

بیوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات مفصلۂ ذیل ہے۔

لاکے دیمونی مہم فوکس ۴۴۸ق م (۲، ۵۴۴)، جنگ کورونیہ ۴۴۷ق م۔ (۲، ۵۴۶) +

بغاوت پر آمادہ کیا تھا واپس چلی آئی اسمیں شبہ نہیں کہ اسپارٹی اپنی کامیابی پر کلیتہً غیر مطمئن نہ تھے ورنہ وہ شرائط صلح ماننے کیلئے طیار نہ ہوجاتے۔ اصل میں انکا کفارہ بیچارے پوبیہ نے ادا کر دیا تھا۔ اور گو پلئیستو اناکس کی تیزی اور مستعدی سے ممکن ہے کہ اسپارٹی فوج کو زیادہ کامیابی ہوتی مگر اسوقت بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسے ناکامی ہوئی ہو۔ اور اسمیں شبہ نہیں کہ ایتھنز کے خلاف بغاوتیں عمدگی سے طیار کی گئی تھیں اور انھیں نہایت خوبصورتی سے انجام کو پہنچایا گیا تھا ٭

فارقلیس کو اپنے فوجی جوہر دکھانے کا تو موقع ہی نہیں ملا مگر اسنے اپنی مدبری کی ایک عمدہ مثال قائم کردی اور ایتھنز کا یوبیہ پر قبضہ اسکی ہی گفت و شنود کیوجہ سے باقی رہا ٭ یہ قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا ١٨٥ کہ اس نے اس بغاوت سے پیشتر اپنا فرض بحیثیت حاکم ایتھنز پورا کیا یا نہیں۔ کم از کم ایتھنز کو ایسا انتظام کرنا چاہیئے تھا کہ ایک ہی وقت میں مختلف اطراف سے اس پر زد نہ پڑے۔ دوسرے قرین قیاس صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اب ایتھنز کو اپنی قوت برقرار رکھنا اپنی اختیار سے باہر ہوگیا تھا اسمیں تو کوئی شبہ نہیں کہ بالفعل تو ایتھنز کو فارقلیس نے ایک شدید مصیبت سے اپنے تدبر کو کام میں لا کر نجات دی مگر یہ آئندہ کیلئے کوئی ضمانت نہ تھی اسلئے کہ اسپارٹا کو نیچا دکھانے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا اور وہ یہ تھا کہ ایتھنز اپنے فوجی جاہ و حشمت کے بالاعلان نمائش کرے ٭

آخر میں یہ کہنا ضروری ہے کہ اگر بجائے پلئیس تواناکس کے ایتھنزی کمان ایک بڑا اسی دا اس کے پاس ہوتی جو ضرورت کے وقت ایفوروں کو اپنا ہم خیال بنائے رکھتا تو ایتھنز کو ان پیچیدگیوں سے اتنی آسانی کیساتھ نجات نہ مل جاتی [ٹ] ٭

[ٹ] یہ بات قابل لحاظ ہے کہ اس صلحنامے نے ایتھنز کو پیشتر سے زیادہ طاقتور کر دیا ٭ اب اسکے پاس اندرون ملک میں کوئی مقبوضہ باقی نہ رہا تھا اور اسطرح اسے اس قسم کے مشکلات سے نجات مل گئی جنکا اس باب میں ذکر ہے یہ بجائے اسکے اب وہ ایک محض بحری مملکت رہ گیا تھا اور اب اگر اسپر کوئی دیگر مملکت حملہ آور ہوتی تو اسے صرف دار الصدر کو محفوظ رکھنا کافی تھا اسلیئے کہ سمندر پر اسکا بیڑا ناممکن التسخیر تھا اور ہار کر غنیم کو ایتھنز کو اپنے حال پر چھوڑ دینا پڑتا ٭ افسوس ہے کہ گو فارقلیس نے جنگ پیلوپونیز کے ابتدا ہی میں اسکا اظہار کر دیا تھا مگر اسے اکثر لوگ بالکل بھول جاتے ہیں ٭ یہ بھی باافسوس کا مقام ہے کہ خود شکست کی وجہ سے ایتھنز کی حالت پہلے سے بہتر ہوگئی۔ اب اس کا کسی کو خوف نہ رہا تھا اور وہ زمانہ جلد آنیوالا تھا کہ ایتھنز کی بحری سیادت پر بھی اعتراض کیا جائیگا ٭ زمانہ مابعد میں ورفیس نے بھی اپنے بڑی مقبوضات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اسلیئے کہ صرف ان ہی مقبوضات کی وجہ سے

نوٹ

حال میں فارقلیس اور اسکے دور کا مفصلۂ ذیل کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے :۔

(۱) اونکن: "اتیہ حضر و یونان" ۔ دو جلد ۔ لائپزگ ۶۶-۱۸۶۵ء ۔ (جلد ۲) +

(۲) فلیول: "تاریخ دور فارقلیس" ۔ ۲ جلد پیرس ۱۸۷۳ء جرمن ترجمہ دیولر ۔ لائپزگ ۱۸۷۴ء

(۳) کوکس: "تاریخ یونان" ۔ ۲ جلد ۔ لندن ۔ ۱۸۷۴ء +

(۴) والوئڈ: "دور فارقلیس" ۔ ۲ جلد ۔ لندن ۔ ۱۸۷۵ء +

(۵) اشمڈٹ: "دور فارقلیس" ۔ ۲ جلد ۔ ییـنا ۔ ۷۹-۱۸۷۷ء +

(۶) فون ولاموتز میولینڈورف: "شہنشاہی اٹیکا" اسکی "فلسفیانہ تحقیقات" جلد ۱ میں +

(۷) ڈنکر: "تاریخ قدیم" جلد ۹ +

(۸) ایگل ہاف: "تجزیہ تاریخ" ۔ شٹٹگارٹ ۱۸۸۹ء +

(۹) اکرٹیس: "تاریخ یونان" ۔ جلد ۲ +

ان کتابوں کے سوائے شمڈٹ کے "دور فارقلیس" میں فہرست کتب دیکھنی چاہیئے +

---

۱ اسے ایسے معاملات میں دخل اندازی کرنی پڑی جنسے وہ علیحدہ رہ سکتا تھا +

۲ اسکے لیے مفصلہ ذیل کتاب دیکھی جائے :۔

ہر دیلبرک: "اصول جنگ فارقلیس کا حال اور اسکا مقابلہ فریڈرک اعظم کے اصول جنگ سے" پرشیوی کتب سالانہ جلد ۵۲ ۔ حصہ ۳ و ۴ +

پندرھواں باب

فارقلیس کے حالات جنگ ساموس کے اختتام تک

فارقلیس پر غالباً یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ اسمیں جلبت پھرت اور تیزی نہیں ہے۔ اور وہ زمانہ بعید نہ تھا کہ اس کمی کا اثر اسکی زندگی پر پڑے۔ اشرافی گروہ ہمیشہ اسکی مخالفت پر کمر بستہ رہتا تھا اور اسنے اکروپولس کے تعمیرات کو خاص طور پر ہدف ملامت بنا لیا تھا۔ گو فارقلیس نے طوسی دیدش کا اخراج غالباً سنہ ۴۴۳ ق م میں صلحنامہ کی قرارداد کے وقت کرایا تھا اور اس اخراج سے اس نے اشرافیوں کی کمر توڑ دی مگر اسے اسپر بھی بہت ہی کم آرام لینا نصیب ہوا۔[1] ایک تاوان ریاستوں کی فہرست سے جو خراج ادا کرتی تھیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے قبل سنہ ۴۳۶ ق م میں ہی پچیس تیس شہر سلطنت ایتھنز سے علیحدہ ہو گئے تھے اور خراج کی مقدار ۴۳۳ تالنت کے بجائے (جسکا تخمینہ کیا گیا تھا) صرف ۴۰۰ تالنت رہ گئی تھی۔[2] اسکے سوائے ایونیا کی صورت حال سے گونہ تفکر پیدا ہو گیا تھا اسلیئے کہ طوسی دیدش کے بیان کے مطابق تیس سال کے صلحنامے سے چھٹے برس ساموس اور ملطہ کے مابین پری اینے کی بابت ایک جھگڑا پیدا ہو گیا جس سے خود ایتھنز کو بھی تعلق تھا اور

---

۱ طوسی دیدش کے اخراج کیلیئے پلوٹارک "حیات فارقلیس" ۱۴ و ۱۶ دیکھنی چاہیئے۔ اسکا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد فارقلیس پندرہ سال تک یعنی غالباً سنہ ۴۴۵ ق م سے سنہ ۴۳۰ ق م تک استراتیگوس یا سپہ سالار رہا تھا۔ مویو ولمٹ ڈاکٹر اور ہم اشتر یونینگ کی مخالفت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ واقعہ "بہار سنہ ۴۴۳ ق م" میں پیش آیا ہوگا۔ ڈنکر کے بیان (جلد ۹، باب ۸، صفحہ ۱۶۲ تا ۱۹۱) سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعض مورخوں نے تاریخ یونان میں ایسے واقعات کے متعلق اپنے قیاسات چسپاں کر دیئے ہیں جنکے حقیقی حالات سے ہم قطعی آگاہی نہیں رکھتے۔ اس قسم کے حالات میں وہ کچھ ایسا افسوں پھونک دیتے ہیں کہ پڑھنے والے کے دل میں یہ خیال تک پیدا نہیں ہوتا کہ اسمیں چند ذاتی تخیلات بھی موجود ہیں جب ہم کرتیس (۲، ۱۰۶) میں یہ پڑھتے ہیں کہ پہلے تو شرفائی گروہ نے اخراج کی کل فارقلیس کے خلاف چلانی چاہی اور پھر اسے طوسی دیدش کیطرف موڑ دیا جو ان ہی میں سے ایک تھا تو ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اس نظریئے کی بنیاد گروٹ کی ایک رائے پر ہے (۳۲۱)

۲ بوسولٹ ۲، ۴۵۵۔

جسکی وجہ سے اسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا[1] اس لڑائی سے نہ صرف فارقلیس کے طرز عمل کے اچھے اور برے پہلو عیاں ہو گئے بلکہ اس سے وہ بیچینی ظاہر ہو گئی جو اس زمانے میں ایشیائے کوچک کے حلفائے ایتھنز میں پھیلی ہوئی تھی + چند نوشتوں کے اجزاء اسوقت تک موجود ہیں اور اگر انکی تاویل میں غلطی نہیں ہوئی اور اگر انکا سلسلہ ان روایات سے صحیح طور پر مل جاتا ہے جو قدما سے ہم تک پہنچی ہیں تو ہم لامحالا اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس بیچینی کے آثار اس دور سے قبل ہی موجود تھے +

۱۸ جو مضمون مملکت ایتھنز کے متعلق زینوفون کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس میں یہ دکھانے کیلیئے کہ ایتھنز کی عمومیت نے حلیف ریاستوں کی اشرافی حکومتوں کا ساتھ دینے یا انکے ساتھ رواداری کا برتاؤ کرنے میں عقلمندی نہیں کی، ملطہ کے اعیان کے ہاتھوں وہاں کی جمھوریہ کی بربادی کا حال لکھا ہے + سنہ ۴۵۰ ق م یا سنہ ۴۴۹ ق م کے ایک کتبے کا ٹکڑا اسوقت تک موجود ہے جسمیں ایتھنز اور ملطہ کے آپس کے تعلقات کا ذکر ہے اور جسمیں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ملطہ کے باشندوں نے یہ منظور کر لیا تھا کہ وہاں ایک ایتھنزی لشکر رہے[2] + اس امر سے کہ گو ملطہ ایتھنز کا حلیف تھا موخر الذکر کو اس قسم کے انتظام کی ضرورت پیش آئی یہ ظاہر ہے کہ کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہوئی ہوگی جس سے امن عامہ میں فرق آگیا ہو، اور کیا عجب ہے کہ اسکے باعث وہی واقعات ہوں جنکا فقرہ مفصلۂ بالا میں ذکر ہے ۔ ایسی صورت میں ہمیں یہ فرض کرنا پڑیگا کہ ملطہ میں سنہ ۴۵۰ ق م سے پہلے اشراف ایتھنز کے زیر سایہ حکومت کرتے تھے ۔ اور جب انھوں نے ایرانی صوبہ داروں کی مدد سے

۱ جنگ ساموس کے متعلق پفلگ ہارٹنگ کی کتاب "فارقلیس بطور سپہ سالار کے" (شٹٹگارٹ ۱۸۸۴ء) دیکھنی چاہیئے + اسکے متعلق اسناد مفصلۂ ذیل ہیں :—

طوسی دیدیس ۔ ۱۱۵ - ۱۱۷ +

دیودورس ۱۲، ۲۷، ۲۸ (خاص قسم کے معلومات کیلیئے) +

پلوٹارک "حیات فارقلیس" ۲۵ - ۲۸ +

دیودورس غالباً ایفورس کا تتبع کرتا ہے اور پلوٹارک نے اسکے ساتھ ہی دورس باشندۂ ساموس سے واقعات اخذ کیئے ہ

۲ "جمھوریہ ایتھنز" ۳، ۱۱ +

"مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۔ ۴، ۲۲ (الف) (ملطہ)

"مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۹ - ۱۱ + (ایریتھرائے) +

وہاں کے عموم کو شکست دیدی تو اس جذبے کو ایتھنزیوں نے دبا دیا اور ملطہ میں اپنی فوجی چھاؤنی قائم کردی + عہدنامۂ ملطہ سے بھی اچھی حالت میں وہ عہدنامہ ہے جو ایتھنز اور ایریتھرائے کے درمیان ہوا تھا۔ اس عہدنامے میں اس برتاؤ کا ذکر ہے جو ان باشندگان ایریتھرائے کے ساتھ ہونا چاہئیے جنھوں نے جاکر ایران میں پناہ لی تھی + ان دونوں مثالوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایونیا میں اسوقت تک ایسے لوگ موجود تھے جنکے ایران کیساتھ گہرے تعلقات تھے +

طوسی دیدش کا بیان ہے کہ ملطہ اور ساموس کے آپس کے تنازعے میں ملطہ کو شکست ہوئی اور وہاں کے باشندوں نے ایتھنز سے اگر ساموسیوں کی شکایت کی۔ اسیطرح چند ساموسیوں نے جو عمومیت پسند تھے اپنے جزیرے کی اشرافی حکومت کے خلاف آواز بلند کی + اسپر ایتھنزیوں نے چالیس جہاز طیار کراکے اپنی فوج ساموس بھیجدی اور وہاں کی موجودہ حکومت ہٹاکر عمومیت قائم کردی۔ ایتھنزیوں نے اپنا ایک لشکر ساموس چھوڑ دیا اور اپنے ساتھ پچاس لڑکے اور پچاس مرد بطور یرغمال کے لیکر لمینوس آگئے + بہرحال یہ تمام کارروائیاں قطعی بے سود ثابت ہوئیں۔ چند ساموسی ارض بر اعظم بھاگ گئے تھے۔ اور وہاں ایرانی صوبہ دار سارد پسوتھینس ولد ہیستاسپیس سے مدد لیکر اور سات سو مسلح آدمیوں کو ساتھ لے راتوں رات ساموس آگئے + اسکے بعد انھوں نے جزیرے کی اشرافیہ پلٹ دی اور ایتھنزی سپاہی گرفتار کرکے پسوتھینس کے حوالے کیا اور لمینوس کے یرغمال کو کسی ترکیب سے رہا کرا کر اور ملطہ کے خلاف طیاریاں شروع کردیں۔ عین اسی زمانے میں بیزنطہ ایتھنز سے باغی ہوگیا +

بیان مندرجۂ بالا میں بہت سی باتیں غور طلب ہیں۔ اول تو لیگ کی کوئی باضابطہ تنظیم نہیں ہے اور دو حلیف ریاستیں ایک تیسری ریاست پر ٹیپی کے واسطے باہم جنگ آزما ہیں۔ ایتھنز محض ایک فریق کی شکایت پر بلا کسی قسم کی پیشگی اطلاع دیئے ہوئے ایک حلیف ریاست پر حملہ کرا دیتے ہیں + اسمیں شبہ نہیں کہ ایسے طرز عمل کے بغیر وہ اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب نہیں ہوسکتے تھے اسلیئے کہ نہ تو وہ دونوں حریفوں کی جنگ روک سکتے تھے اور نہ انھیں ساموس کے اندرونی معاملات میں دخل دینے کا کسی قسم کا اختیار تھا۔ اسکے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ملطہ کی حکومت اشراف ایتھنز کے خلاف تھی اور اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کیلیئے ایتھنزیوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) "مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۱۳ + (کولوفون) +

کیواسطے یہ ضروری تھا کہ وہ اسقدر تیزی سے اپنی قوت وسطوت کا مظاہرہ کریں کہ ملطیوں کو اس کا علم بھی ہو سکے + متقدمین کی رائے تھی کہ ملطی عورت اسپازیہ کی ترغیب سے فارقلیس نے ساموس کیساتھ جنگ چھیڑ دی، خواہ یہ سچ ہو یا نہ ہو یہ بالکل ممکن ہے کہ اسپازیہ کے کہنے سے وہ اپنے ساموسی طرز عمل پر پہلے سے زیادہ جم گیا ہو + اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو فوائد اسے اس مداخلت سے حاصل ہوئے تھے اونکو وہ برقرار رکھ سکتا تھا یا نہیں؟ برغمال اپنے قبضے میں کرنے سے کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا، مگر انکو غیر محفوظ مقام پر رکھنا صریح حماقت تھی۔ اسی طرح سے ساموس میں لشکر ضرور چھوڑنا چاہیئے تھا، مگر اس لشکر کو ہمیشہ ہوشیار رہنا ازبس ضروری تھا + ان مثالوں سے یہ ظاہر ہے کہ خود فارقلیس فوجی معاملات سے قطعی نابلد تھا اور اسکے عہد میں فوجی معاملات کماحقہ فکر و تدبیر کے ساتھ طے نہیں ہو سکتے تھے + واقعہ یہ تھا کہ حکومت یا دو مخالف سے بچ ہی نہیں سکتی تھی، اور یوبیہ، میگارہ، ساموس اور لیمنوس میں گھبراجانا محض چند افسوسناک اور ناگزیر واقعات کیطرف منسوب نہیں کیا جا سکتا + اسکے ساتھ ہی یہ ایتھنز کیلیئے باعث فخر ہے کہ ساموس کے سوا منجملہ باقی حلیفوں کے صرف بیزنطہ نے ہی بغاوت کی۔ یہ شہر فی نفسہ ایتھنز کا وفادار تھا اسلیئے وہاں ممکن ہے کہ اندرونی سازشیں متواتر کام کر رہی ہوں + اس امر سے کہ سوائے بیزنطہ کے دیگر شہروں نے بغاوت نہیں کی یہ عیاں ہے کہ ایتھنز اپنے ماتحت حلیفوں پر ظالمانہ طرز بند نہ کرتا تھا اور عام طور پر خود مختار شہروں کی طرف سے آنکھ کھول کر خبردار رہتا تھا +

ساموس اور بیزنطہ کی بغاوتوں کے بعد ایتھنز کی قوت پھر عود کر آئی اور جہانتک ہم کو علم ہے وہ پہلے سے زیادہ محتاط ہو گیا + خود فارقلیس ایتھنز سے ساٹھ جہاز لیکر ساموس چلا۔ مگر راستے میں اسنے سولہ جہاز علیحدہ کر دیئے تاکہ لیسبوس اور خیوس سے امداد آ سکے اور ساتھ ہی فنیقی بیڑے کی اچھی طرح سے مدافعت ہو سکے جسکا ہمیشہ خطرہ لگا رہتا تھا[5]۔ باقی چوالیس جہازوں کو لیکر اسنے ساموس پر حملہ کر دیا + گو ساموسیوں کے پاس پچپن[5] جنگی اور بیس[2] بار برداری کے جہاز تھے مگر خلیج لاٹمیا کے دہانے پر جزیرہ ترا گیا کے قریب ساموسیوں کو ہی شکست ہوئی[6]۔ اب

---

[5] اسوقت تک سنہ ۴۴۱ء کے سپہ سالاروں کی فہرست موجود ہے جنمیں ایک سوفوکلیس بھی تھا + اسکے لیئے بوسولٹ ۲، ۲۹ دیکھنا چاہیئے +

[6] ترا گیا کے موقع کیلیئے فون پفلگ ہارٹنگ ۱، ۱، صفحہ ۱۲۴ وغیرہ دیکھنا چاہیئے + اس لڑائی کے

ایتھنزیوں کے پاس کمک بھی پہنچ گئی جسمیں چالیس جہاز تو خود ایتھنز کے تھے اور خیوس اور لیسبوس سے پچیس[۲۵] جہاز آئے تھے، ایتھنزی ان جہازوں کے ملاحوں کو لیکر جزیرے پر لنگر انداز ہوئے اور شہر ساموس کا محاصرہ کر لیا۔ مگر جب فارقلیس نے سنا کہ فینقی بیڑہ آرہا ہے اور ساموسی ایتیساغورث پانچ جہاز لیکر انکے استقبال کو گیا ہے تو اسنے محاصرہ اٹھا لیا اور ساٹھ جہازوں کو لیکر جنوب کیطرف چلدیا۔ گویا اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ان چالیس جہازوں میں جو کمک کے طور پر آئے تھے وہ سولہ جہاز بھی شامل تھے جو ابتدا میں فارقلیس نے علیحدہ کر دیئے تھے تو ان ایتھنزیوں اور حلیفوں کے جہازوں کی تعداد جو جزیرۂ ساموس کے مقابل پڑے ہوئے تھے صرف انچاس[۴۹] رہجاتی ہے۔ اب ان باقیماندہ جہازوں نے مورچہ بندی کر کے اپنی جائے قیام لنگرگاہ کو مضبوط کر لیا۔ دوسری جانب ہمکو ارسطاطالیس کے اقتباس سے جو پلوٹارک میں دیا ہوا ہے پتہ چلتا ہے کہ ساموسیوں کا رہبر ایک شخص میلی سوس تھا جو سیاسی رہنما ہونے کے ساتھ ہی فلسفی بھی تھا۔ ساموسیوں نے خوب سوچ سمجھ کر حملہ کیا۔ پہلے تو انھوں نے ان جہازوں کو تباہ کیا جو باقیماندہ جہازوں کی حفاظت کیلیئے کھڑے کیئے گئے تھے اور پھر ان جہازوں کو جو مورچہ بندی کے حدود سے باہر نکلے شکست دیکر بندر کے گذرگاہ کو بالکل صاف کر دیا۔ مگر اس موقع پر جہاں ایتھنزی جہاز پڑے ہوئے تھے کوئی حملہ نہیں کیا۔ یہ حالت متواتر چودہ روز تک جاری رہی اور اس دوران میں ساموسی برابر اپنے شہر میں سامان رسد بھیجتے رہے۔

فارقلیس جو ایتھنزیوں کو ساموس چھوڑ کر کاوُنس اور کاریہ چلا گیا تھا اب واپس آگیا اسکا کسی مورخ نے ذکر نہیں کیا کہ راستے میں اسے فینقی بیڑا ملا یا نہیں۔ یا تو اس نواح میں اس بیڑے کا وجود ہی نہ ہوگا ورنہ اسنے اپنے پڑاؤ سے نکلنے کی جرأت نہ کی ہوگی۔ اسکے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ فینقی بیڑہ موجود تو ہو مگر فارقلیس سے خوفزدہ ہو کر بغیر جنگ آزمائی کیئے ہوئے واپس چلا گیا ہو یا جیسے پلیستوناکس کے حملے کے زمانے میں فارقلیس نے اپنے تدبر کے جوہر دکھائے تھے اسی طرح سے ایک بحری مظاہرے کے بعد اسنے غنیم سے گفت و شنود شروع کردی ہو۔ یہ بھی امکان سے باہر نہیں کہ فینقی امیر البحر اس خبر کا منتظر ہو کہ ساموسیوں نے ایتھنزی باقیماندہ جہازوں کو جو پیچھے رہ گئے تھے شکست فاش دیدی ہے تاکہ وہ عین وقت نازک پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نتیجے کے متعلق طوسی دیدس اور ایفوریس کی تو یہ رائے ہے کہ اسمیں ایتھنزیوں کو فتح ہوئی مگر بعض دیگر مورخین جیسے ارسطاطالیس بھی ہے (پلوٹارک فارقلیس ۲۴) کہتے ہیں کہ اسمیں ساموسی سپہ سالار میلی سوس کو ہی فتح ہوئی

آموجود ہوا اور دوسروں کی محنت کا پھل اپنے آقا شہنشاہ ایران کیلئے حاصل کرلے ۔ یا یہ کہ یہ تمام قصہ دراصل ساموسیوں کی ایک چال تھی تاکہ اتھنزی بیڑے کا ایک بیشتر حصہ فنیقیوں کے آنے کی غلط خبر سنکر انکے تعاقب میں چلا جائے ۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر یہ ہی انکا مطمح نظر تھا تو گو وہ اپنی چال میں کامیاب ہوگئے مگر ایسی صورت میں انکو ایک زبردست شکست اتھنیزیوں کو دینا لازم تھا اور اسکی ناکامی کی صورت میں یہ تفریح ساموسیوں کیلئے کچھ سودمند ثابت نہ ہوا۔[1]

فارقلیس نے ایک عظیم الشان بیڑا جسکا اتھنز کی آئندہ تاریخ میں ثانی ملنا محال ہے مجتمع کیا اور سمندر کی جانب سے شہر کی ناکہ بندی کردی اس بیڑے میں چالیس جہاز طوسی دیدش ہاگنون اور فورمیون کی سرکردگی میں، بیس تلے پولیموس اور انتکلیس کی ماتحتی میں اور تیس جہاز خیوس اور لیسبوس کے تھے اور ان سب جہازوں کی مجموعی تعداد نوّے تھی ۔ ان کے سوا ۱۰۹ جہاز ساموس میں پیشتر سے موجود تھے اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ ان میں سے چند ضائع ہوگئے پھر بھی اسوقت کم از کم ایک سو اسّی اتھنزی جہاز ساموس کے مقابلے کیلئے موجود ہوگئے، اسمیں شبہ نہیں کہ نہ صرف ساموسی بھی اس عظیم الشان نمائش سے لرز گئے ہونگے بلکہ اس سے تمام بلاد یونان میں حرکت پیدا ہوگئی ہوگی، ساموسیوں نے ایک آخری مرتبہ کوشش کی کہ سمندر پر اپنا اقتدار پہلے کیطرح سے قائم کریں مگر اتھنزیوں کی کثرت اور قابلیت کے سامنے وہ کچھ نہ کرسکے اور بالآخر انکو اپنی فصیل کی حفاظت پر ہی قناعت کرنی پڑی، اب ساموس کی فصیلیں پولیکراتیس کے زمانے سے نہایت مستحکم کردی گئی تھیں اور گو اتھنزیوں کو محاصروں میں یدطولیٰ حاصل تھا مگر ان استحکامات کی تسخیر کوئی آسان کام نہ تھا ۔ بہرحال اس مرتبہ انھوں نے اپنی قابلیت اور کمال کے لاثانی جوہر دکھائے ۔ دیودورس کا بیان ہے کہ کلازومینے کے انجنیر ارتیمون نے مختلف قسم کے آلات حیل جنسے محاصرے میں آسانی پیدا ہو مثلاً منجنیق، سقف نما اور دیگر آلات طیار کیئے تھے ۔

---

[1] یہ بھی کچھ بعید از قیاس نہیں کہ درحقیقت ایک ایرانی بیڑا درپیراہ تھا مگر فارقلیس نے اس کے امیر البحر کو پہلے صلحنامۂ کالیاس یاد دلایا مگر اس کا جواب ملا کہ اس صلحنامے پر باضابطہ دستخط ثبت نہ ہوئے تھے ۔ اسکے بعد فارقلیس نے اس سے پہلے کے ایک اقرار نامے کا تذکرہ کیا جو شہنشاہ اور کالیاس کے درمیان ہوا تھا اور اسکے ساتھ ہی اپنے بیڑے کی قوت اور جبروت کی طرف اشارہ کیا جو کسی صورت میں حقیر نہ تھا، قصہ مختصر آخرکار فارقلیس نے ایرانی امیر البحر کو واپسی پر آمادہ کردیا،

اور غالباً انہی سے مرعوب ہو کر شہر والوں نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے[۸] + بغاوت کو اب نو مہینے گذر چکے تھے مگر اب بھی ساموس میں یہ قدرت تھی کہ وہ برابر مقابلہ کیئے جائیں۔ اس موقع پر دو امور ایتھنزیوں کے ممد و معاون ہوئے۔ ساموسیوں کو یہ یقین تھا کہ اگر کوئی بیرونی کمک نہ پہنچی تو وہ کسی نہ کسی روز ہتھیار ڈالدینے پر مجبور ہو جائینگے اور دوسرے جو شرائط فارقلیس نے پیش کیئے وہ نہایت نرم تھے۔ ساموسیوں کو ہدایت کیگئی کہ وہ اپنے استحکامات مسمار کر دیں، یرغمال ایتھنز کے حوالے کریں، ایتھنزیوں کو خرچہ جنگ بالاقساط حوالے کریں اور اپنے تمام جہاز ایتھنز کے حوالے کر دیں[۹]۔ یہ شرط نہیں لگائی گئی کہ ساموس اپنا دستور تبدیل کر دے یا عمومیت قائم کر دے اور ممکن ہے کہ بہت سے ساموسیوں نے اس شرط کو سن کر مزید مداخلت کا خیال ترک کر دیا ہو + غرض یہ ہے کہ ان شرائط سے ساموس ایتھنزی لیگ کا ایک ماتحت رکن بن گیا +

خود ایتھنز کیلیئے بھی یہ بہتر تھا کہ بغاوت جلد فرو کر دیجائے + یہ بالکل ممکن تھا کہ بیزنطہ کیطرح دوسرے حلیف شہر بھی باغی ہو جاتے یا پیلوپونیز بھی ایتھنز کے خلاف شریک جنگ ہو جاتا بلکہ پیلوپونیزی سینات میں تو اس امر پر بحث بھی ہوئی کہ ساموس کو امداد دیجائے یا نہیں[۱۰]۔ اور زمانہ مابعد میں کورنتھیوں نے یہ مشہور کر دیا کہ در اصل ان ہی نے پیلوپونیزیوں کو ایتھنز کے خلاف

---

[۸] ذیقین کے تلخ تعلقات کا اس بات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایتھنزیوں نے ساموسی قیدیوں کے جسم پر ایک الو کی تصویر اور ساموسیوں نے ایتھنزی قیدیوں کے جسم پر ایک ساموسی کشتی کی تصویر داغی۔ اسکے لیئے بوسولٹ ۲، ۲۵۹ دیکھا جائے۔ پلوٹارک (فارقلیس ۲۶) کہتا ہے کہ ایتھنزیوں نے بھی ساموسی کشتی کا نشان لگایا تھا مگر یہ قرین قیاس نہیں +

[۹] شرائط صلح کی تفصیل کیلیئے ڈنکر ۹، ۲۱۱ وغیرہ اور بوسولٹ ۲، ۶۰۰ دیکھنا چاہیئے۔ بوسولٹ میں ان رقوم کا بھی تذکرہ ہے جو ایتھنز نے جنگ ساموس میں خرچ کیں۔ انکی تعداد ان ۲۷۶ ،۱ تالنت سے زیادہ ہوگی جو ایتھنز نے دیبی کے خزانے سے لیئے۔ اسمیں بوسولٹ بقایا خراج کے ۲۰۰ تالنت کا اضافہ کرتا ہے +

[۱۰] طوسی دیدیس ۱، ۴۰ و ۴۱ + اس جنگ سے لیگ کے اندرونی تعلقات پر بہت اثر پڑا اور اسکے بعد کاریہ کے حلیف شہروں کی تعداد میں اسقدر کمی ہو گئی کہ اس ضلع کا ایونیہ کے ساتھ الحاق کر دیا گیا اور ۴۳۹ق م میں ایتھنز نے ہر شہر کے خراج کی تعداد میں اضافہ کر دیا + (بوسولٹ ۲، ۶۰۲) + سی سالہ امن کے بعد

ہتھیار اٹھانے سے یہ دلیل پیش کر کے باز رکھا کہ ہر ایک مملکت کو یہ پورا اختیار حاصل ہے کہ کسی حلیف ماتحت کی بغاوت کو بزور شمشیر فرو کردے۔ بہر حال غالباً یہ سب کچھ محض شیخی ہی شیخی تھی اصل میں پیلوپونیزی بیٹھے دیکھتے رہے کہ اب کیا ہوتا ہے۔ ایتھنز کی جنگی طیاریاں ایک وسیع پیمانہ پر تھیں، ساموس کی تسخیر میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی اور پیلوپونیزیوں نے خیال کیا کہ اگر انھوں نے ایسے وقت میں لڑائی چھیڑ دی تو وہ نہ صرف ہدف مضحکہ بنیں گے بلکہ معرض خطر میں پڑجائینگے اور انھوں نے یہ طے کرلیا کہ ایتھنز پر اسی وقت کامیاب حملہ ہوسکتا ہے جب ساموس عرصۂ دراز تک متواتر مدافعت کرتا رہے، پہلے کیطرح اس مرتبہ بھی پیلوپونیزیوں نے علیحدگی ہی بہتر سمجھی اور منصوبے باندھنے شروع کیئے۔ اگر کورنتھیوں نے واقعی امن کی صلاح دی ہوگی تو صرف اسوجہ سے کہ انسے اور ایتھنزیوں سے کسی قسم کی پرخاش نہ تھی اور جب تک ایتھنز نے دیار مغربی میں دست اندازی نہ شروع کردی اسوقت تک دونوں کے تعلقات اچھے ہی رہے۔

یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ ایتھنز نے اپنی فتح کا بیجا استعمال کیا اسلیئے کہ جو شرائط اس نے ساموس پر عائد کیئے ان سے زیادہ نرم شرائط ناممکن تھے۔ اول تو تدبیر اور پیش بینی کا تقاضا ہی یہ تھا اور پھر اس زمانے میں فارقلیس کے برسر اقتدار ہونے کی وجہ سے بھی ترحم برتی گئی۔ فارقلیس کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ کبھی اس قسم کے مظالم کا مرتکب نہیں ہوا جیسے اسکے بعد باشندگان متی لنہ، سکیونے اور میلوس کے ساتھ سرزد ہوئے۔

جو ایتھنزی جنگ میں مارے گئے تھے انکے لئے رواج کے مطابق پبلک جنازے کا انتظام کیا گیا اور اسمیں فارقلیس کو خطبۂ عام پڑھنا پڑا جو نہایت پسند کیا گیا اور چونکہ اسی جنگ میں وہی ایتھنزیوں کا رہبر تھا اسلیئے عورتوں نے اسے پھولوں کے ہار پہنائے۔ مگر اس موقع پر بھی ایلپی نکی نے جو کیمون کی بہن تھی اسے مطعون کیا کہ اسنے خود یونانیوں ہی کو شکست دی، اسکے بھائی نے تو خیر غیروں کو نیچا دکھایا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ایتھنز اور کورنتھ کے پرانے تعلقات جو دشمنی پر ہرگز مبنی نہ تھے پھر عود کر آئے تھے۔ اصل میں دونوں کے درمیان بغض و عناد کی آگ اسوقت تک نہیں بھڑکی جبتک ایتھنز نے کورکائرہ کے معاملات میں دست اندازی نہیں کی۔

سولھواں باب

ایتھنز بعہد فارقلیس - انتظام بلدہ

واقعات اور حالات کا مزید تسلسل بیان کرنے سے پیشتر شہر اثینیہ کے اندرونی انتظامات کا حال معلوم کرنا زیادہ مناسب ہے۔

فارقلیس کے زمانے کا ایتھنز ایک نہایت عجیب و غریب ہیولیٰ ہے اور جو ندرت اسے تاریخ عالم میں حاصل ہے وہ نہ صرف اسکی شہرۂ آفاق ذہنی اور فنی ترقی کیوجہ سے ہے بلکہ اسکا ایک بہت بڑا سبب اسکی سیاسی ہیئت ترکیبی بھی ہے۔ دراصل جو نسلیں فارقلیس سے پہلے گزر چکی تھیں انھوں نے اپنے اپنے زمانے میں اس سیاسی عمارت کی تعمیر میں کچھ نہ کچھ حصہ لیا اور آخر کار مکمل ایوان فارقلیس کے زمانے میں تیار ہوگیا۔ محض سطحی اور بیرونی نقطۂ نظر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فارقلیس نے اپنی طرف سے اس ایوان کی تعمیر میں کچھ افزائش نہیں کی، مگر جب اس پر نظر غائر ڈالی جائے تو یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ اسنے نہ صرف اسکے مختلف حصوں کو ایک خاص صورت میں ترتیب دیا بلکہ اسمیں ایک بالکل نئی روح پھونک دی۔

اس دور میں مملکت ایتھنز کا نظام ایک مکمل ترقی یافتہ عمومیت پر مبنی تھا اور جہانتک ممکن تھا اسمیں عوام ہی برسر اقتدار تھے اور ان میں وہ تمام افراد شامل تھے جن پر قدما کے نزدیک اس لفظ "عوام" کا اطلاق ہو سکتا تھا اسلیئے کہ ارسطیدیش نے تو ان بندشوں کا جو سیاسی اختیارات کے ضمن میں باقی رہ گئی تھیں خاتمہ کر دیا تھا اور ایفیالٹیس نے وہ تمام رکاوٹیں اٹھا دیں جو میقات عہدہ کے متعلق تھیں اور جب اسنے اریوپاگس کا اثر زائل کر دیا تو اسکے بعد کسی اہم عہدے کیلیئے ایک سال سے زیادہ کے واسطے انتخاب نہ ہوتا تھا۔ جس شخص کے والدین اراکین ملت تھے وہ سترہ سال کی عمر میں باشندگان دیمے کی رائے لیکے اپنے باپ کے دیمے میں شامل کر لیا جاتا تھا اور اسکے بعد وہ نہ صرف اپنے دیمے کے

۱؎ فارقلیس نے کئی ہزار اشخاص کو جنکے ناموں کی فہرست شہریاں میں غلط اندراج ہو گیا تھا نکال کر شہر بدر کر دیا

اندرونی معاملات میں بلکہ تمام قوم کے سیاسیات کے متعلق مباحثات میں آزادانہ طور سے شریک ہو سکتا تھا۔[۲] مگر اس سے قبل کہ وہ پبلک معاملات میں حصہ لے اسے فوجی تعلیم نہ صرف ایتھنز میں بلکہ دور افتادہ قطعات ملک میں حاصل کرنی پڑتی تھی اور اسکے ساتھ ہی اسپر لازم تھا کہ ان سرحدی لشکروں میں جو حلیفوں کے ممالک میں جگہ جگہ پھیلے ہوتے تھے فوجی خدمت انجام دے۔ سیاسی مسائل کے تین شق تھے یعنی معاملات ڈیمے (دیہات)، معاملات فیولے (قبیلہ) اور معاملات پولیس (شہری مملکت) ان میں سے ڈیمے کی تو محض مقامی اہمیت تھی۔ کلیس تھینیس کے زمانے سے فیولے یا قبیلے کی محض مذہبی حیثیت باقی رہ گئی تھی اور اسکے ذریعے دیوتاؤں کے تہواروں کیلئے سنگتیے مہیا کیے جاتے تھے۔ اب رہی پولیس یا شہری مملکت۔ ظاہر ہے کہ اسکے معاملات نہایت اہم تھے اور سوائے غیر معمولی جلسوں کے جو ضرورۃً منعقد ہوتے رہتے تھے ہر ۳۶ روز کے میقات صدارت (پریتانی) میں چار معمولی جلسے ہوتے تھے گویا اس شہری کی مصروفیت کا سامان

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ تخفیف کر دی۔ اسکے متعلق حال میں نہایت بایک بحث ہوئی ہے۔ فلوخورس ان خارج شدہ شہریوں کی تعداد ۴۷۶۰ بتاتا ہے اور پلوٹارک اپنی "حیات فارقلیس" میں ۵۰۰۰ پر قناعت کرتا ہے۔ اسکے لیئے ڈنکر "فارقلیس کا ایک نام نہاد قانون" (برلن اکاڈمی کی رپورٹ ص۹۳۶ وغیرہ) "تاریخ قدیمہ" (۹، ۱۰۰)، بیلوخ "یونانی اور رومن دنیا کی آبادی" (لائپزگ ۱۸۸۶ء ص۷۵ وغیرہ) اور بوسولٹ (۲، ۴، ۵ وغیرہ) دیکھنا چاہیئے۔ ابتداء میں تو فلوخورس کا یہ بیان صحیح تسلیم کیا جاتا تھا کہ فارقلیس نے ایک قانون کا نفاذ کرایا جسکی رو سے صرف وہی لوگ ایتھنز کی حقوق شہریت کے مستحق سمجھے جاتے تھے جنکے باپ اور ماں دونوں ایتھنز کی شہری ہوں اور اسکے ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ یہ قانون محض ایک قدیم قانون کی تجدید تھی۔ مگر غالبًا یہ اپنی طرز کا تنہا قانون تھا جسکا مقصد محض یہ تھا کہ یہ اندازہ ہو سکے کہ ان لوگوں کے کیا کیا حقوق ہیں جو غیر معمولی حصۂ غلہ کے خواستگار تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں اس سے زیادہ فیصلہ کن امر کوئی نہ ہو سکتا تھا کہ ان کے ماں اور باپ دونوں ایتھنز کی شہری ہیں۔

[۲] ڈیمے کی طرز معاشرت کیلئے ہوسو لئے کی کتاب موسومہ "اٹیکا میں بلدی زندگی" (پیرس ۱۸۸۴ء) دیکھنی چاہیئے۔ گو اس میں صرف چوتھی صدی ق م سے ہی بحث کی گئی ہے مگر اس سے پانچویں صدی ق م کے متعلق نتائج بھی اخذ کیئے جا سکتے ہیں۔

جو سیاسی امور میں دلچسپی لے ہر ہفتے مہیا ہوا کرتا تھا۔ جمعیت کے سب سے اہم جلسے میں عمال کی ایپی خیرو توثیہ تحقیقات ہوتی تھی جس میں یہ دریافت کیا جاتا تھا کہ کسی شہری کو کسی قسم کا اختلاف کسی عامل کی کارروائی سے تو نہیں یا کسی کو کوئی اعتراض انتخاب عمال یا عمال کی مالی رپورٹ یا مملکت کے طریق حفاظت یا کسی خاص شخص کے خلاف کسی کارروائی یا الزام ای سانگیلیا پہ تو نہیں ہے۔ دوسرے معمولی جلسے میں ان محاصل کی تحریکات پر بحث ہوتی تھی جو حکومت عائد کرنا چاہتی تھی۔ تیسرے جلسے میں معاملات خارجی پر مباحثہ ہوتا تھا اور چوتھے میں مذہبی معاملات اور روئداد میں پیش ہوتی تھیں۔ جمعیت عوام میں کسی تحریک کے پیش کرنے کا حق نہ صرف ارا کین مجلس (کونسل) کو تھا بلکہ ہر ایک شہری کوئی تحریک جمعیت میں پیش کر سکتا تھا۔ مگر ہر ایک تحریک کو مجلس (کونسل) کے ابتدائی حکم (پرو بولیوما) کے ذریعے سے جمعیت میں رجوع کیا جاتا تھا اور وہ تحریکات جو محض ترمیمیں نہ ہوتی تھیں پہلے مجلس (کونسل) میں پیش ہوتی تھیں، خود مجلس کیلئے یہ ضروری نہ تھا کہ ہر ایک معاملے میں اپنی رائے دے ہی دے بلکہ وہ معاملات بر رائے زنی کیئے بغیر ہی انکا تصفیہ جمعیت عوام کے سامنے پیش کر سکتی تھی۔ ہمیں پوری طور پر یہ نہیں معلوم کہ پانچویں صدی ق م میں ایتھنز میں قوانین کیونکر بنائے جاتے تھے مگر یہ ضرور ہے کہ قانون سازی کوئی آسان امر نہ تھا۔[۳] موجودہ قوانین کے خلاف جمعیت عوام کو کوئی تجویز منظور کرنے کا اختیار نہ تھا اور قبل اسکے کہ کوئی تحریک پیش کیجا سکے وہ ایک خاص مجلس ماتحت کے سامنے پیش ہوتی تھی۔ اس پر بھی زیادہ دباؤ یہ تھا اگر کوئی رکن جمعیت عوام کوئی تحریک پیش کرے اور وہ منظور ہو جائے تو ایک سال تک وہ اس تجویز کا تنہا ذمہ دار ہوتا تھا اور اس دوران میں اسپر خلاف ضابطگی (پارانوموں) کا الزام عائد نہ ہو سکتا تھا جسکی تحقیقات معمولی جج یعنی ہیلیاشتائے کرتے تھے۔ اس مدت کے بعد بھی اسپر الزام لگایا جا سکتا تھا مگر ایسی حالت میں اسکا اثر صرف یہ ہوتا تھا کہ تجویز منسوخ ہو جائے۔

علاوہ ان مقدمات کے جو اریوپاگس کے سامنے پیش ہوتے تھے باقی تمام مقدمات ہیلیاشتائے کے حد اختیار میں تھے اور ان کی تحقیقات کے دوران میں وہی

---

[۳] وضع قوانین کیلئے دیکھو بُوسولٹ (میولر ۴، ۱،۵)؛ گرافے پارانوموں (مواخذہ خلاف ضابطگی) کیلئے گلبرٹ: "حکومت قدیمہ" ۱، ۲۸۱ - ۲۸۵ دیکھنا چاہیئے۔ بُوسولٹ (میولر ۴، ۴ ۱۴ ۱)

صدارت کرتے تھے۔ ہر ایتھنزی شہری جس کی عمر تیس سال سے تجاوز کر گئی ہو ہیلیائیا کا رکن ہو سکتا تھا۔ اسے آرخنوں کے سامنے جا کر حلف دینا پڑتا تھا اور اسکے نام کے اندراج پر اسے ہیلیائیا کے کسی جزو میں جسکے اراکین کی تعداد پانچسو ہوتی تھی شریک کر لیا جاتا تھا۔ اسکے سوا خاص خاص مقدمات کے فیصلے کیلئے مخصوص جیوریاں مقرر کیجاتی تھیں جنکے اراکین کی تعداد مختلف ہوتی تھی۔ ان جیوریوں میں دو سو ججوں سے لیکر تین ہزار تک سننے میں آئے ہیں۔ ہیلیاستائے کو قانون کے مطابق فیصلہ کرنا پڑتا تھا اور اگر قانون نہ ہو تو ان پر لازم تھا کہ وہ اپنی ضمیر کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں۔ بہر حال انکا تصفیہ قطعی تھا اور اسکی نہ تو نظر ثانی ہو سکتی تھی اور نہ مرافعہ۔ جس مقدمے میں جو چاہتے فیصلہ دیدیتے اور کسی شخص کو انسے جواب طلب کرنے کا حق نہ تھا اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ عوام کی مطلق العنانی کی ایک زندہ مثال تھی۔ ایتھنزی فطرۃً مقدمہ باز تھے اور ذاتی مقدمات کے سوا ایتھنزی حلیفوں کے مقدمات اور تنازعات بھی اس عدالت کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ بدیں وجوہ عام طور پر اسکے جج نہایت مصروف رہتے تھے[۱]۔

مجلس (کونسل) کے متعلق آخری امر جو قابل تذکرہ ہے وہ یہ ہے کہ اسکی رکنیت کیوجہ سے قوم کا ایک معتد بہ حصہ کام میں لگا رہتا تھا۔ اسکے انتخاب کے لیئے ہر امیدوار کو پہلے اطلاع کرنی ہوتی تھی تاکہ اسے مدعو کیا جا سکے۔ اور ہر ایک قبیلے (فیوُلے) سے پچاس بُولیوتائ یا نمایندے چنے جاتے تھے جنمیں سے ایک کا رتبہ باقی نمایندوں سے ذرا برتر ہوتا تھا۔ چونکہ اس مجلس کا فرض یہ تھا کہ شہر کی حکومت کی باگ اسی کے ہاتھ میں ہو اسلیئے سوا تہوار وغیرہ

---

[۱] بہت سے سیاسی معاملات عموماً اور شخصی مسائل خصوصاً ہیلیاشتاءِ کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ اسکے لیئے گرِتیس کی تاریخ یونان (۶۲، ۲۱۹) دیکھنا چاہیئے۔ مگر بلا شبہ گرِتیس کا یہ قول کہ انکا فرض یہ بھی تھا کہ عہدناموں کی جانچ کریں اور انکو منظور کریں اور انھوں نے ہی خالکِس کے عہدنامے کو اپنے حلف سے مستحکم کر دیا حقیقت حال سے بہت دور جا پڑتا ہے۔ اسلیئے کہ ان عہدناموں کی تصدیق جو آئین کے مطابق طے پائے ہوں مجالس دستوری کا فرض تھا نہ کہ محض استحقاق۔ اور جن شہریوں نے نام نہاد صلحنامۂ نکیاس کی تصدیق کی تھی انسے یہ سوال نہیں کیا گیا تھا کہ وہ اسے منظور بھی کرتے ہیں یا نہیں۔

ہیلیائیا خاص طور پر معاملات متنازعہ فیہ میں دست اندازی کرتی تھی۔ ڈنکر نے اسے "دیوان بالا" کا لقب دیکر اسکی اہمیت کو بڑھا دیا ہے۔

باقی ہر روز یہ مجلس نشست کرتی تھی۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ اتنی بڑی مجلس سے حکومت کے معمولی فرائض مثلاً امور عامہ کی متواتر نگرانی رکھنا عمدگی سے ادا ہونا ناممکن تھا۔ اسی لیئے اسکے اراکین میں سے ایک مستقل ماتحت مجلس منتخب کیجاتی تھی جسکے ممبروں کو پری تانیس کہتے تھے جو ایک ہی فیوُلے یا قبیلے کے نمائندے ہوتے تھے اور جو سال کے دسویں حصے یعنی ۳۶ روز تک ایوان پری تانیم میں مملکت کے خرچ پر رہتے تھے۔ اس ماتحت مجلس کا صدر ہر روز نیا منتخب ہوتا تھا اور وہی جمعیت عوام کی صدارت بھی کرتا تھا۔

گو ابتدا میں جماعت عاملہ کے افسر آرخن ہی تھے جو اقتدارات شاہی کے حقیقی وارث تھے مگر کلیس تھنیس کے زمانے سے انکے تمام واقعی اختیارات لے لیئے گئے تھے۔ اور جو کچھ تھوڑے بہت باقی رہ گئے تھے وہ ایسے تھے جنسے عزت تو ضرور تھی مگر اثر عشر عشیر بھی نہ رہا تھا۔ مثلاً وہ ان تمام رسوم میں جو بحیثیت حکومت کی طرف سے انجام دینی ہوتی تھیں مملکت کے قائم مقام سمجھے جاتے تھے اور بڑے بڑے تہوار و انکا انتظام اور حکومت کی طرف سے مذہبی قربانیوں کا اہتمام بھی انھی کے سپرد تھا۔ یہ فرائض اس مذہبی اقتدار کا بقیہ تھا جو قدیم بادشاہوں کو کسی زمانے میں حاصل تھا۔ عدالتی اختیارات میں سے اب انکے پاس صرف ہر ایک مقدمے کی ابتدائی تحقیقات اور عدالتوں کی صدارت باقی رہ گئی تھی مگر تجویز کا اختیار صرف جیوریوں کو تھا۔ تیسرے اہم شاہی منصب یعنی سپہ سالاری کے متعلق پہلے ہی ذکر ہو چکا ہے یہ عرصے سے استراتی گوئے کی مجلس کو تفویض ہو چکا تھا۔ آرخنوں کی بے اختیاری کا اثر مجلس اریوپاگس پر بھی پڑا جو آرخنوں ہی سے بنی تھی اور یہ مجلس بھی محض تماشتی اغراض کیلیئے استعمال ہونے لگی۔

مندرجۂ بالا واقعات محض ایک فطری ارتقا کا نتیجہ تھے۔ سولن کے دستور کو نفاذ ہوتے صرف چند ہی سال کا عرصہ ہوا تھا کہ ایتھنز کے حکومت کی باگ پئی سِستراتوس کے ہاتھ میں آگئی۔ اسکا اصول یہ تھا کہ جہانتک ہوسکے لوگ اسے مطلق العنان نہ سمجھیں اسی لیئے اسنے آرخنوں کو برقرار رکھا مگر پئی سِستراتوس یہ کرتا کہ اپنے کسی عزیز کو آرخنوں کی مجلس میں شامل کر دیتا اور فی نفسہٖ یہ مجلس بالکل بے اختیار ہو گئی تھی۔ اس خاندان کے زوال کے بعد ایساغورث نے جو آرخن اعظم تھا چاہا کہ جو اختیارات اسی مجلس کو قانوناً حاصل تھے وہ دوبارہ عود کر آئیں۔ اسی لیئے اصلاح پسند کلیس تھنیس نے

کوشش کی کہ آرخنوں کی قوت قانوناً بھی گھٹ جائے، اور انکے مقابلے کیلیئے اسنے دس فیولوں (قبیلوں) کے فوجی قائم مقاموں یا استراتی گوعی کا تقرر کیا، اور انکی اہمیت کو بڑھانا شروع کیا[5]+ ابتداءً اس نئے عہدے کے محرکوں کا یہ مقصد نہ تھا کہ یہ فوجی قائم مقام آرخنوں کے اختیارات پر تسلط کریں۔ خود جنگ مارا تھون کے ایک واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ پولیمآرخ کے ماتحت ہو گئے اسلیئے کہ جب ایسے معاملات میں جنمیں وہ متفق الرّائے نہ تھے پولیمارخ نے اپنی رائے دی اور اسی پر عمل درآمد ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس لڑائی کے زمانے میں اس عہدہ دار کا کچھ نہ کچھ واقعی اقتدار باقی تھا + مگر یہ اپنی طرز کی آخری مثال ہے اور اسکے بعد نہ تو میدان جنگ میں اور نہ جنگ کی تیاریوں کے ضمن میں پولیمارخ کا نام سننے میں آتا ہے + بعینہ یہی صورت حال تاریخ یورپ کے آخری دور میں بھی پائی جاتی ہے۔ مگر ارتقاء حالات ذرا مختلف ہے + جب یورپ میں جاگیرات کا دور دورہ تھا تو مختلف ملکتوں میں میر مجلس عدالت، سپہ سالار وغیرہ کے عہدے موروثی عہدے تھے۔ مگر جب حکمرانوں نے اپنے جاگیرداروں مستاجروں پر کافی اثر پیدا کر لیا تو ایک طرف تو وہ اپنے ہی اختیار سے بلا لحاظ حق میراث ان عہدوں کو پُر کرنے لگے

---

۵ آرخنوں کی اہمیت میں کمی اور سپہ سالاروں کی اہمیت میں افزائش دراصل پیئ سشتراتوس کے عہد ہی میں شروع ہوئی + مگر ایک جانب تو اس نے مطلق العنان کیطرح حکومت کی اور دوسری طرف آرخنوں کو اپنے اختیارات صرف ضابطہ پری کے طور پر استعمال کرنے دیئے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسنے خود اپنے لیئے ضرور کوئی ایسا دائرۂ عمل مخصوص کر لیا ہوگا جسکے اندر وہ اپنی خواہش کے موافق عمل پیرا ہو سکتا تھا اور دیگر عمال پر بھی اپنا اثر قائم کر سکتا تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ صرف ایک سپہ سالار کی حیثیت سے ممکن تھا + ہم اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ خود پیئ سشتراتوس کے عہد میں استراتی گوس آرخن پولیمارخ سے آزاد ہوگا + کیساغورث نے تو عہدہ آرخنی کی اہمیت بڑھانے کی کوشش کی تھی۔ اسکے بعد کلیئس تھنیس نے ایک طرف تو پیئ سشتراتوس کا تتبع کر کے پولیمارخ کو گویا عضو معطل کر دیا اور دوسری جانب استراتی گوعی کی مجلس قائم کر کے گویا عمومیت کا رنگ چڑھا دیا + اس اصلاح کی ترویج کیلیئے ۵۰۸ ق م یا ۵۰۷ ق م میں اور بھی سہولت پیدا ہو گئی ہوگی اسلیئے کہ ۵۶۰ ق م سے ۵۱۰ ق م کی پنجاہ سالہ مدت میں عوام الناس پولیمارخ کو لاشئے محض سمجھنے کے عادی ہو چکے تھے باعتبار اپنے عہدے استراتی گوس کے فارقلیس نہ صرف ظاہری اعتبار سے پیئ سشتراتوس کی یاد تازہ کرتا تھا (پلوٹارک: "حیات فارقلیس"، ۱) بلکہ اسکا عہدہ دراصل اس صورت حال کی تجدید تھی جسپر پیئ سشتراتوس متمکن تھا۔

اور نئے عہدہ دار پرانے بیرنوں کے فرائض انجام دینے لگے اور دوسری جانب قدیم نبلا کے قبضے میں پرانے عہدوں کے خطاب ہی خطاب باقی رہ گئے۔ یہ کلیہ فرانس کی مثال سے واضح ہو جائیگا وہاں جب شاہ فرانس نے اپنے بیڑے کی کمان ان قابل عہدہ داروں کے سپرد کر دی جو اپنے فرائض منصبی کو بہ نسبت موروثی امیر البحر کے زیادہ سمجھ سکتے تھے اسوقت بھی وہ امیر البحر بعض انتظامی اور قانونی فرائض برابر انجام دیتا رہا۔ ایتھنز میں متواتر بیرونی مہمات کی وجہ سے نہ صرف فطرۃً اِسٹراٹی گوس کی اہمیت بڑھ گئی بلکہ انہیں سے ایک باقی سب میں زیادہ با اختیار و با اقتدار ہو گئی گو اسمیں شبہ نہیں ملتیادیس، تمسطاکلیس اور کیموں کی قابلیت اور شہرت سے یہ جدید نظام پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط اور منضبط ہو گیا مگر اسکی تفصیل کا ہمکو کافی علم نہیں۔ اور بہ یقین کیساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ سال کے ابتدا میں کسی اسٹراٹی گس کو اپنے ساتھیوں سے زیادہ اختیار دیا جاتا تھا یا نہیں یہ ہم ضرور کہہ سکتے ہیں کہ کم از کم کیموں اور فارقلیس کی حیثیت تو اپنے دوسرے ساتھیوں سے برتر تھی۔[۱]

---

[۱] مضامین متعلق اسٹراٹی گوس کیلئے مفصلۂ ذیل تصانیف دیکھنی چاہئیں:-
عہدے کی از سر نو تنظیم فون ولاموِدِٹز میولینڈ ورف کی کتاب "تحقیقات متعلق لسانیات" جلد ا صفحہ ۹۳ و ۹۶ اسٹراٹی گوئی کی حیثیت اور "رہنمایان عوام" یا نسر عموموں" کی عام حالت کا اندازہ:- گلبرٹ: اضافہ جات وغیرہ، صفحہ ۱ تا ۶
عام حالات:- اوویت بے نو: "ایتھنزی اسٹراٹی گوئی" پیرس ۱۸۸۴ء - و بُوسوُلٹ ۲ / ۲۳۳۔
بُوسوُلٹ کا خیال ہے کہ کسی عام یونانی جنگ میں ایتھنزی کامیابی کیلئے اس بات کی ضرورت تھی کہ سپہ سالاری کے مکمل اختیارات ایک ہی شخص کے سپرد کر دیئے جائیں اور اسی لیئے اسٹراٹی گوس کی حیثیت اور اختیارات میں گونہ تبدیلی پیدا ہو گئی۔ بیلوخ نے اپنی کتاب "ایکائی سیاسیات بعہد فارقلیس" (لائیزگ ۱۸۸۴ء) میں صفحہ ۲۷۴ تا ۲۹۰ پر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ان افسروں میں سے ہر سال ایک افسر اعلیٰ مقرر ہوتا تھا۔ اگر اس قسم کا کوئی باضابطہ قاعدہ ہوتا تو ضرور تھا کہ ہمارے مورخ اسکا صاف صاف ذکر کرتے۔ یہاں ایک امر کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے مجلس اسٹراٹی گوئی کی صدارت محض ایک ضابطہ پر ہی تھی اور اسکے متعلق قواعد خواہ کچھ بھی ہوتے اصل اصول میں کسی قسم کا فرق نہیں ہو سکتا تھا۔ بجنسہٖ یہی سوال قدیم زمانے کی دیگر مجالس کے متعلق بھی کیا جا سکتا ہے۔

بہرحال رفتہ رفتہ اشترائی گوءِ کے ہاتھ میں نہ صرف میدان جنگ میں رہبری کا اختیار آگیا بلکہ وہ مختلف مہموں کی تیاری میں بھی نمایاں حصہ لینے لگے اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ امور خارجہ بھی قانوناً نہیں تو واقعاً ان کے حد اختیار میں آگئے۔ ایتھنز یوں کا قاعدہ تھا کہ گو وہ قانون سازی کا اختیار ان لوگوں کو تفویض کر دیتے تھے جن پر انکو اعتماد تھا مگر جہانتک ہوسکتا وہ مختلف انتظامی امور کی نگہداشت خود ہی کرتے۔ اسی لیئے امور خارجہ کے متعلق بہت سی ایسی باتیں تھیں جو انھوں نے اپنے لیئے مخصوص کر دی ہوں۔ باقی ہر ایک کام کے متعلق اشترائی گوءِ ہی کو انتظام کرنا پڑتا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایتھنز کے خارجی معاملات کی متواتر نگرانی کی ضرورت تھی اور ایتھنز کے مدبروں کا کام صرف اتنا ہی نہ تھا کہ اُن ممالک کیساتھ اچھے تعلقات رکھیں جنسے ایتھنز کے مراسم دوستانہ تھے، بلکہ ہر ایک ریاست کے حالات بہم پہنچانا انکا فرض تھا جیسے تعلقات پیدا ہوسکتے ہوں۔ بدیں وجوہ یہ امر کچھ تعجب انگیز نہیں ہے کہ ان مدبروں کو کبھی کبھی ایسے رقوم کی ضرورت لاحق ہوتی تھی جسکا وہ حساب نہ دے سکتے تھے۔ اور یہ اغلب ہے کہ اس قسم کے اخراجات جیسے وہ دس تالنت جو فارقلیس نے پلیستوناکس کے حملے اٹیکا کے وقت خرچ کیئے تھے بار بار پیش آتے رہتے تھے۔[1] فارقلیس گویا جو شخص بھی ایتھنز میں برسراقتدار ہو

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ۔ مثلاً اسپارٹی ایفوروں اور رومن عمومی ٹریبیونوں کا کون صدر ہوتا تھا؟ ظاہر ہے کہ جب کوئی قومی مہم سر کیئے جانے پر بھیجے جاتے تو عموماً ہی یہ فیصلہ کرتے کہ ان میں سے کون کون جائیگا اور ان کے ناموں کی ترتیب ہی سے گویا یہ معلوم ہو جاتا کہ کون صدارت کا مستحق ہوگا۔ ایتھنزی اشترائی گوءِ کی ایک نقل رومن فوجی ٹریبیونوں کی حالت میں پائی جاتی ہے۔ مگر رومنوں نے اس تبدیلی کو ناپسند کیا اور پھر قدیم انتظام عود کر آیا۔

[1] ان دس تالنت کا ذکر جو فارقلیس نے "بوجوہات ضروری" خرچ کیئے سب سے پہلے پلوٹارک (حیات فارقلیس - ۲۳) پلیستوناکس کے حملے کے واقعات کے ضمن میں بیان کرتا ہے۔ مگر تھیوفراسطوس کے نزدیک جسکا حوالہ اسی فقرے میں دیا گیا ہے فارقلیس ہر سال اسپارٹا پر دس تالنت خرچ کر دیا کرتا تھا۔ اگر یہ امر واقعہ ہے کہ کئی سال تک فارقلیس کو خفیہ اخراجات کیلیئے دس تالنت سالانہ دیئے جاتے تھے تو بھی ظاہر ہے کہ تمام رقوم صرف اسپارٹا ہی کو نہ جاتی تھیں۔ بلکہ یہ در اصل تدبیرانہ مقاصد کیلیئے گویا ایک سرمایہ کا کام دیتی تھیں۔

اسمیں شبہ نہیں کہ "قائم مقام" (پرو کسے نوءِ) بہت کچھ کرتے تھے۔ اُنکے لیئے مولسو کی کتاب

اسے کریمیہ سے نیپلز تک کے تمام شہروں کے حالات سے کما حقہٗ واقفیت حاصل کرنی پڑتی تھی اور وہ ان سازشوں کے حالات دریافت کرنے کیلئے جو ان میں سے کسی شہر میں ایتھنز کے خلاف ہو رہی ہوں محض کسی رازدار سیاح یا کسی ایسے ایتھنزی قائم مقام (پروکسی نوس) کی اطلاع کا انتظار (جسے خود مشکلات میں پڑ جانے کا ہر وقت اندیشہ رہتا تھا) نہ کر سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حکومت کی طرف سے عمال کو مختلف ممالک کے حالات دریافت کرنے کیلئے سفر بھی کرنا پڑتے اور اس سے زیادہ کیا خلاف عقل کارروائی ہو سکتی تھی کہ اگر کوئی ایتھنزی شہری کے اخراجات کے لیئے جو حکومت کے کام کو تجارت وغیرہ کے بہانے کارنتھ یا تھیبز جاتا جمعیت عوام کو خاص تجویز منظور کرنی پڑے۔ اس سے تو یہ بدرجہا بہتر تھا کہ کسی معتبر شخص مثلاً فارِقلیس کے پاس خفیہ معاملات کیلئے ایک خاص رقم جمع کر دی جائے۔ ہم آجکل کے زمانے میں اس قسم کے اخراجات اور معاملات کا بہ نسبت قدما کے زیادہ اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور دس تالنت کی رشوت والے قصے سے محض فارِقلیس کے دشمنوں کی مخالفت ظاہر ہوتی ہے اور بس۔

یوں تو اشترائی گوءِ ایتھنز کے عام طرز عمل کی رہبری کرتے ہی تھے، قانوناً بھی انکی دستور ایتھنزی میں ایک خاص حیثیت تھی اسلیئے کہ انھیں کا یہ کام تھا کہ امور عامّہ کے متعلق مختلف تحریکات پیش کریں۔ ایسی کوئی تجویز پر جسکی وجہ سے عموم پر بار پڑتا ہو حکم لگانے کی ذمہ داری خود جمعیت عوام پر تھی اور یہ لازم تھا کہ ایسی تمام تحریکیں اسکے سامنے بہت روشن اور مشرح پیش کی جائیں۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے محرک کیلیئے فن خطابت میں مہارت لازمی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ "یونانی قائم مقام" (پیرس ۱۸۹۶ء) دیکھنی چاہیئے۔ مگر اس امر پر قادر نہ تھے اسلیئے کہ ان کو ہر وقت یہ خطرہ رہتا تھا کہ ان ہی کے شہر والے اپنے باز پرس نہ کر بیٹھیں۔ بعض مرتبہ خود قائم مقام روپیہ لینے میں تعارض نہ کرتے تھے۔ (مونسو ص ۹۶ و ص ۱۱۳)

یونان میں جس قسم کی خفیہ کارروائیاں پانچویں صدی ق م میں ہوا کرتی تھیں انکی مثالیں ان بغاوتوں سے عیاں ہو جاتی ہیں جو جنگ کورونیہ سے پہلے ہوئی تھیں۔ جب یہ ہکو معلوم ہے کہ نکیاس کے سپراکیوز سے تعلقات تھے تو پھر اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ وہ اس ضمن میں کبھی کوئی رقم خرچ نہ کرتا تھا۔

فارِقلیس نہ صرف مستقل اشترائی گوس تھا بلکہ نگران امور عامہ اور انتھوتھیس یا منتظم تقریبات مذہبی بھی تھا اور اسطرح اسکو اپنا اثر ڈالنے کے متعدد موقع تھے۔ دیکھو گُرٹیس "تاریخ یونان" ۲ ۸ ۲۲۸

اور لابدی تھی اور یہ ضروری تھا کہ اِسْتراتی گوءیں سے کم از کم ایک نہایت اعلیٰ درجے کا مقرر بھی ہو اور چونکہ اسکی مدد کے بغیر اسکے باقی ساتھی کچھ نہیں کر سکتے تھے یہی ان سب کا افسر شمار کیا جاتا تھا۔ چونکہ عمدہ تقریر ہی مجلس اِسْتراتی گوء اور حکومت میں امتیاز حاصل کرنے کا معیار ہو گئی تھی اسلیئے گو اِسْتراتی گوس کے نام سے فوجی عہدے کا اظہار ہوتا تھا مگر اسکے فرائض منصبی کا مرکز ثقل رفتہ رفتہ اندرونی سیاسیات کی جانب ہٹ گیا؎ یہ صورتِ حال در اصل فارِقلیش کے زمانے ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ گو اسکا اصول ہمیشہ یہ رہا کہ حتی المقدور جنگ میں گئی ہو مگر وہ سال بسال اِسْتراتی گوس منتخب ہوتا اور اسی حیثیت سے ایتھنز پر حکومت کرتا۔ فارِقلیش، نکیاس اور الکبیادیس تینوں سپہ سالار بھی تھے اور رہنمایان جمعیت عوام بھی تھے اور بعض مرتبہ کلیون کو بھی سپہ سالار کا روپ بھرنا پڑتا تھا۔ مگر کلیون کے دور میں ہی دونوں عہدوں کے درمیان تفریق شروع ہو گئی اور کلیون حقیقت میں محض سیاسی رہنما اور "رئیس عموم" ہی تھا۔ مدبر اور فوجی بصر کے عہدے جو نصف صدی سے اِسْتراتی گوس ہی کے اختیارات کے اجزا تھے اب علیحدہ ہونے لگے اور ہم چوتھی صدی ق م میں "رئیس عموم" اور سپہ سالار کے مناصب ایک ہی شخص میں نہیں پاتے۔ رہنمائے عموم عام طور پر کوئی خاص افسر نہیں ہوتا مگر یہ بھی جمعیت کے سامنے تحریکات وغیرہ پیش کیا کرتا۔ یوں تو ہر ایک شخص کو اختیار تھا کہ وہ اپنی صوابدید جمعیت کے سامنے پیش کرے اور حقیقت میں یہی ایک نکتہ ہے جو ایتھنز کے عمومی اصول کا مرکز ہے۔ مگر ان تحریکات کو کامیاب ہونے کیلیئے سوائے خطابت اور مستعدی کے مختلف امور کی معلومات بھی ضروری تھی۔ اور صرف وہی شخص جسمیں اوصاف بالا موجود ہوں ایسا مشورہ دیسکتا تھا جو مضحک نہ ہو۔ اشتراتی گوس کیلیئے رہنمائے عوام بن جانا اسلیئے مشکل نہ تھا کہ ایک طرف تو اسکے دفتری تعلقات سے اسے معاملات کا علم ہو جاتا تھا اور دوسری جانب اسکو اختیار تھا کہ جب کبھی وہ چاہے جمعیتِ عوام کو یکجا کرے۔

؎ پوسانیاس (۱، ۲۹، ۱۵) نے ایفیالتیس کو "مقرر" کے نام سے خطاب کیا ہے جو "مدبر" کا مترادف ہے۔ ایتھنزی مدبر کا مقرر ہونا ضروری تھا۔ اس کی حال کی مثال خود انگریزی مدبر گلیڈسٹن تھا جو اپنے گروہ کا حقیقی رہبر صرف اس وجہ سے تھا کہ اس کا سب سے زبردست خطیب تھا۔

جہانتک مالیات کا تعلق ہے اِشتراتیگوئی کو اتنا اختیار تھا کہ وہ اس روپیہ کے خرچ کے ذمہ دار تھے جو جنگ کیلئے یا دیگر فوجی ضروریات کے لئے دیا جاتا تھا اور انکی رائے اس محاصل کے عائد کرنے کے وقت جو براہ راست لئے جائیں یا تری آرخیا (جہازی محصول) لگانے کے وقت لی جاتی تھی ایسے مالی انتظام کا پتہ جسکا تعلق خاص ایتھنز سے ہو اور لیگ سے کوئی واسطہ نہ ہو چوتھی صدی ق م میں تو پایا جاتا ہے مگر پانچویں صدی میں اسکا ذکر بھی نہیں۔ خود عموم حکومت کے ہر شعبے کی طرف یہانتک کہ مالیات کی جانب بھی متوجہ ہوتے تھے اور یہ طے کرتے تھے کہ کون کون سی رقم اخراجات کی کس کس مد میں صرف کی جائیگی۔ [9]

لیگ کی آمدنی کی دو شقیں تھیں۔ ایک براہ راست دوسرے بالواسطہ۔ بالواسطہ میں کرور گیری کی آمدنی اور لاؤریون کی کانوں کے محاصل تھے اور براہ راست آمدنی میں صرف وہ محاصل تھے جو میتوئکوئی یا غیر ملکی باشندگان ایتھنز کو ادا کرنے پڑتے تھے۔ خود ایتھنزی صرف غیر معمولی حالت میں صرف ایک ایک محصول براہ راست ادا کرتے تھے اور اس محصول کو ائس فورا کہتے تھے۔ دولتمندوں اور امرا پر ایک طرف تو بحیثیت تری آرخوں کے جنگی جہاز

(۹) چوتھی صدی ق م کی طرح پانچویں صدی ق م میں مالیات کے افسر اعلیٰ کا وجود اِدوسے نُس میں جو ایک یونانی کا شاگرد تھا اور جسنے سرابوہوں کے متعلق کتاب لکھی تھی نہیں پایا جاتا۔ اسکے سوائے ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں اور خود اسکا حوالہ پلوٹارک کے خیالات ارسطیدیش (۴) میں دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ محض چٹکلوں کے جمع کرنے والے کو کسی خاص عہدے کے نام کی صحت کی بابت زیادہ تگ و دو کی ضرورت نہ تھی۔ پلوٹارک نے حیات ارسطیدیش (۴) میں ارسطیدیش کے متعلق وہی لکھا ہے جو اسنے حیات فارِقلیس (۱۱) میں ایفیالتیس کے بارے میں لکھا ہے اور اسکا بیان ہے کہ موخر الذکر اپنی ذاتی حیثیت سے اسکا ہمیشہ کو خیال رہتا تھا کہ ایتھنز کو مالی نقصان نہ پہنچے۔ اسکے برعکس ارسطیدیش کو صاحب عہدہ بتایا گیا ہے مگر ممکن ہے کہ یہ عہدہ اِشتراتیگیا ہی ہو۔ مورخ میولر شتریوہنگ نے اس زمانے کے ایتھنزی طرز عمل کی بنیاد ایک عہدہ دار "ناظم مالیات" کو قرار دیا ہے اور وہ بیان کرتا ہے کہ اسکے لئے ہر چار سال کے بعد انتخاب ہوتا تھا۔ مگر اب اسکا کوئی دوسرا مورخ ہمزبان نہیں اور بوسولٹ کی رائے بھی (۲۴۵ ، ۳) اس کے خلاف ہے۔

تعمیر کرنا اور انکی کمان کرنا اور مملکت کو بیڑہ رکھنے میں مدد دینا ضروری تھا اور دوسری جانب ان پہ لازم تھا کہ بطور سنگت گروؤں کے مذہبی پوجا پاٹ کو برقرار رکھیں اسکے برعکس عوام ایتھنز کو حکومت سے وقتاً فوقتاً مختلف النوع منافع ہوتے اور ظاہر ہے انکا فائدہ اکثر غربا ہی کو ہوتا تھا۔ سب سے پہلے تو یہ بات قابل لحاظ ہے کہ خدمات مملکت کے صلے میں معاوضہ دیا جاتا تھا[1] مثلاً مجلس خاص کے پانچسو اراکین کو ایک درہم (قریب ۱۰ ر) یومیہ مجلس کی نشست کے دوران میں ملتا تھا جو عام طور پہ غالباً ۳۰۰ روز رہتی تھی۔ اس رقم کی مجموعی تعداد قریب ۲۵ تالنت سالانہ ہوتی تھی۔ اسی طرح ہیلیاستائی کو بھی اجرت ملتی تھی اور فارِقلیش کے زمانے میں اسکی تعداد کم از کم دو اوبول (قریب ۳ ر) روزانہ تھی۔ اس کے سوائے فارقلیش نے تھیوریکون یا ناٹک بھتہ کو بھی رواج دیا جسے دی اوبلیا کہتے تھے اور جو ہر ایتھنز شہری کو اس مالی نقصان کے معاوضے کے طور پہ دیا جاتا تھا جو اسے ناٹک دیکھنے کی وجہ سے ہوا ہو۔ ایتھنزی اس محصول سے سب سے زیادہ چمٹے رہے۔ اسلئے کہ ایک طرف تو ناٹک کی حاضری ایک مذہبی رسم تھی اور دوسری جانب امتداد زمانہ سے ایتھنزیوں کے دیگر ذرائع آمدنی مسدود ہو گئے تھے۔ بدیں وجوہ نہیں کہا جا سکتا کہ تھیوریکون کی مسلسل ادائی ایتھنزیوں کے قومی تنزل کی وجہ سے تھی بلکہ اس سے چارہ کار ہی نہ تھا۔ چوتھی صدی ق م کی ابتدا میں ان لوگوں کو جو جمعیت میں نشست کرتے تھے روزانہ ایک اوبول (قریب ۱.۵ ر) ملتا تھا بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ خود فارِقلیش کے دور میں انھیں یہ رقم ملتی تھی مگر اسکے متعلق کوئی امر یقین کیساتھ نہیں کہا جا سکتا۔ ممکن ہے کہ فارِقلیش کی عام سیاسی تنظیم میں یہ بھی شامل ہو مگر کچھ اشتہ نہ مابعد میں یہ بات ظاہر نہیں کی جاتی کہ جمعیت عوام میں حاضری کی اجرت کی ابتدا فارِقلیش نے کی ہو۔ ان تمام رقوم کے علاوہ ایتھنزی سپاہیوں اور ملاحوں کو

[1] طوسی دیدش (۵، ۲) کہتا ہے کہ یہ اجرت کا طریقہ در اصل عموم کیلئے رائج کیا گیا تھا اور جب چارسو کی مجلس مرتب ہوئی تو یہ منسوخ کر دیا گیا اور جب دستور کا طوسی دیدش اسقدر معترف ہے اسمیں اس قاعدے کو برقرار رکھنے کی صلاحیت نہ تھی۔ خدمات عامہ کے معاوضے کیلئے گلبرٹ "آئین قدیمہ" ۱، ۳۲۵ وغیرہ اور بُوسولٹ (ہیڈ لبرگ ۱۹۰۵) دیکھنا چاہیئے۔ جمعیت عوام (ایکلیزیا) میں حاضری کی اجرت کے لئے ویلوزر کی کتاب "اجرت اراکین جمعیت عوام (۱۸۹۰ء)" اور گروٹیس کی "تاریخ یونان" (۲، ۳۳۵) دیکھنی چاہیئے۔

تنخواہوں کے سوا جب کوئی حلیف حکمران ایتھنز کو تحفتہً غلہ بھیجتا یا جب صرف حکومت ہی اناج خرید کر کم قیمت پر فروخت کرتی اسوقت انکو غلے کی کثیر مقداریں ملتی رہتیں[۱۱]۔ بڑی مذہبی تقریبات کے مواقع پر بھی شہریوں کی دعوت کی جاتی تھی اور ان اشخاص کے ساتھ جو جنگ یا اپنے کسی خاص کام کیوجہ سے ناتوان ہو گئے ہوں مدد اور بعض حالتوں میں پرورش بھی کی جاتی تھی مثلاً حکومت ہی ان یتیموں کی پرداخت کرتی تھی جنکے پالنے والے جنگ میں کام آئے ہوں۔

ایتھنز نے اپنی سیاسی حیثیت سے بیشتر حصۂ یونان اور ساحل مشرق کی تجارت پر قبضہ کرنے کیلئے خوب فائدہ اٹھایا اور اسطرح بحیرۂ اسود، تھریس، الوبیا، فینیقیہ، مصر، سسریۂ اسلی اور اٹلی کی پیداوار پیریئس اور ایتھنز میں اس قیمت سے کچھ ہی زیادہ پر فروخت ہوتی تھی جو خود ان دور دراز ممالک میں غلے کی تھی[۱۲]۔

غیر ملکیوں کو بھی ایتھنز میں آباد ہونے کی ترغیب دی جاتی تھی اور بہت سے غیر ملکی پیریئس اور ایتھنز میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ ایسے آباد کار ایک محصول یعنی "محصول حفاظت" ادا کرتے تھے مگر اگر انمیں سے کوئی ایتھنز کی کوئی نمایاں خدمت کرتا تو اسے ایتھنز والوں کا مساوی الحقوق" قرار دیا جاتا اور وہ اس محصول سے مستثنیٰ کر دیا جاتا[۱۳]۔ اس عمدہ برتاؤ سے جو ایتھنزی ان کے ساتھ کرتے تھے انکے اعلیٰ تمدن اور شائستگی کا پتہ چلتا ہے۔

ان تعلقات کے بیان سے جو ایتھنز اپنے حلیفوں کے ساتھ روا رکھتا تھا اور اس طریقے کے اعادے سے جس سے وہ اٹیکا سے باہر اپنے شہریوں کی نگرانی رکھتا تھا ایک ایتھنزی کی عام زندگی کا نقشہ مکمل ہو جاتا ہے جو غالباً ہر وقت فارِقلیس کے

---

[۱۱] اٹیکا کے خرچ کا اکثر اناج باہر ہی سے آتا تھا۔ اسکے لئے بوئخ کی کتاب "مالیات ایتھنز" جلد ۱ حصہ ۱۵ دیکھنا چاہیئے یہ بھی قاعدہ تھا کہ اس اناج میں سے جو پیریئس میں آتا تھا صرف ایک تہائی کی برآمد ہو سکتی تھی۔ اور اناج کی عام تجارت کیلئے قواعد مقرر تھے اور اسکا انتظام "نظمائے غلہ" کرتے تھے۔

[۱۲] کرٹیئس: "تاریخ یونان" ۲ ۲۶۸۔

[۱۳] اسکے لئے ٹھرز کی کتاب "غیر ملکیان اٹیکا" (مطالعہ جات وائنا) اور کرٹیئس کی "تاریخ یونان" ۲ ۱۴۸ دیکھنا چاہیئے۔ اس سے قبل ملطیوں کی اس بڑی آبادی کا جو ایتھنز میں تھی ذکر کیا جا چکا ہے جس سے ان خوشگوار تعلقات کا پتہ چلتا ہے جو ایتھنز اور ملطیہ کے درمیان ہونگے۔

پیش نظر رہتا ہوگا۔

اسکی ضرورت ہے کہ ایک خاص امر پر جسپر کافی غور نہیں کیا جاتا یہاں زور دیا جائے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بظاہر تو ایتھنزی دستور کی شکل ایک مکمل عمومیت کی تھی مگر حقیقت میں فرق یہ تھا کہ عموم اسکے دعویدار نہ تھے کہ انھیں وضع قوانین کا کلیتہً اختیار ہے اور دوسرے وہ صرف ان تحریکات کو منظور کرنا پسند کرتے تھے جنکے متعلق محرک اپنی پوری ذمہ داری کرتا تھا۔ اس قاعدے کے برعکس (جو بلا پس وپیش قانون سازی پر ایک بہت بڑی روک تھی) روما میں قانون سازی کا اصول موجودہ اصول سے بہت ملتا جلتا تھا اور وہاں کثرتِ رائے کی قرارداد کے بعد محرک کی کوئی ذمہ داری باقی نہ رہتی تھی[۱۴]۔ اسکے ساتھ ہی یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ایتھنزیوں کی یہ رائے کہ جو شہری کسی قرارداد کی منظوری کیلئے تحریک کرتا ہے جسکا مقصد مختلف افراد قوم کی بہتری ہو تو اسے محض اثبات یا نفی میں رائے دینے والے سے زیادہ ذمہ داری اٹھانے کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔ یہ ایتھنزی سیاسیات کی بیشتر خصوصیات کی گویا کنجی ہے کہ ایسی عمومیت انکے فہم و ادراک سے بالاتر تھی جس میں کسی تجویز کے محرک پر دیگر اراکین جمعیت سے زیادہ ذمہ داری نہ ہو[۱۵]۔

[۱۴] اردو میں لفظ "یونانی نوموس" سے مختلف اور یونانی "سیفز" سے مشابہ تھا۔

[۱۵] اس قسم کی ذاتی جوابدہی ایتھنز کی دولت عامہ کے ہر شعبے میں پائی جاتی ہے اور اس اصول کو مدنظر رکھکر بہت سے ایسے واقعات ہماری سمجھ میں آجاتے ہیں جو اسکے بغیر سمجھنے مشکل ہیں۔ مثلاً ملتیادیس پر الزام، بہت سے رہبروں کا زوال، جلاوطنی، وغیرہ۔ اور اس ذاتی جوابدہی کے طریقے پر کاربند ہونے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس محض ناتراشیدہ اور سیدھے سادھے طرز سے ذمہ داری کا اصول ایک مضبوط بنیاد پر قائم ہوگیا۔ اس نکتے کا ذکر سقراط نے اپنی مشہور آفاق تنقید عمومیت میں تو کیا نہیں مگر جیسے ایک اچھے شہری کو کرنا چاہیئے تھا اسنے اپنے ہمسر شہریوں کی محض مطلق العنان تجویز کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دیا۔ لفظ "سرانیوہ" بھی جسے زمانہ مابعد میں ارسطو فانیس اور دیگر مصنفوں نے خراب معنے پہنا دئے در اصل ایک نہایت معزز فرض کا نام تھا جسے اس سخت حکم میں رہنمایان قوم کی گران ذمہ داری کا لحاظ کرکے بہت کچھ ترمیم کرنا پڑی۔ جوشیومان (۱، ۳۱، ۱۸۶) اور دیگر مورخ عمومیت پر لگاتے ہیں۔ گرتیس نے بھی جہاں یونانی قانون (Gesety) کی اسقدر تعریف کی ہے (۲، ۶، ۱۵۸) اور ایتھنزی عمومیت

فارِقلیس کی تنظیم جسمیں اشتراکی عنصر خاص طور پر نمایاں تھا اور جسکی نقل زمانۂ مابعد میں روما میں کیگئی تھی اسکے موجد کی موت کے بعد زیادہ دن تک قائم نہ رہ سکی۔ یہ ایک کلیہ ہے کہ جس قوم کو اس حد تک سوراج کی خواہش ہو اسکے لیئے ضروری ہے کہ خود اپنی روک تھام کر سکے۔ اور ایتھنز یوں میں یہ قابلیت بالکل نہ تھی[۱۶]۔ ان کی فروگذاشتیں اس وجہ سے اور بھی زیادہ نمایاں ہو گئی تھیں کہ لوگ اور انکی مال و دولت مشرقی بحیرۂ روم کے سیاسی اور تجارتی مستقر میں جمع ہونے کی وجہ سے امیر اور دولتمند اپنے عیش و عشرت میں پھنس گئے تھے۔ خود فارِقلیس کے رشتہ دار الکیبادیس کے حالات سے ہمیں یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس عہد میں نیکی اور بدی کس حد تک موجود تھیں۔ بہرحال یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ایتھنز اپنے شہریوں کے زنانہ خصائل کی وجہ سے برباد ہو گیا۔ اسکی وجہ دراصل ادہر ہی تھی اور ہم عنقریب دیکھینگے کہ فارِقلیس نے اسکے استیصال کی کیا کوشش کی اور وہ کیوں ناکام رہا۔

نوٹ

فارِقلیس کے ایتھنز کے دستور پر آثار قدیمہ کی دو مشہور کتابوں میں تبصرہ کیا گیا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ذکر کیا ہے وہاں اس ذمہ داری کا کافی انداز نہیں کیا ہے جو کسی تجویز کے محرک پر عائد ہوتی تھی۔

[۱۶] افلاطون کی رائے جو اسنے "گورجیاس" ۵۱۵ وغیرہ میں فارِقلیس پر لگائی ہے اکثر صائب قرار دی جاتی ہے مگر ہم اسے ماننے کیلیئے تیار نہیں ہیں اسلیئے کہ یہ فقرہ درحقیقت کج بحثیوں سے ملو ہے۔ افلاطون کا قول ہے کہ ایک قابل منتظم ان جانوروں کو جو اسکے زیر تعلیم ہوں سدھاتا ہے۔ فارِقلیس کے زیر تربیت ایتھنزی نہایت شریر ہو گئے اور بالآخر خود اپنے منتظم ہی پر مقدمہ قائم کر دیا گو کہ فارِقلیس مردہ تسلیم کر لیتا ہے کہ انسانوں پر جانوروں کا حکم لگانا مناسب نہیں ہے مگر سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ افلاطون یہ بھول جاتا ہے کہ آدمی گھوڑے نہیں۔ دوسرے اگر گھوڑوں کے محافظ تعلیم کے دوران میں کوئی شخص خارج ہو تو گھوڑے بھی وحشی ہو جاتے ہیں۔ اور یہ ہمکو معلوم ہے کہ فارِقلیس کو بدقسمتی سے اپنے راستے پر نہیں چلنے دیا گیا۔ گو افلاطون کی یہ تنقید تاریخی نقطۂ نظر سے خفیف ہی ہے مگر اس جگہ یہ اسوجہ سے یہاں بیان کی گئی ہے کہ

ایک گلبرٹ کی کتاب دستور قدیمہ" اور دوسری بوسولٹ کا تذکرہ (میولر کی وستی بیاض جلد ۲) اور ناظرین کو مختلف اقتباسات مطالعہ کرنے کیلئے ان دو کتابوں کا حوالہ ضروری ہے۔ میں نے محرک تجاویز کی ذمہ داریوں پر اسلیئے زیادہ زور دیا ہے کہ عام طور پر انکی اہمیت واضح نہیں کی جاتی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ فارقلیس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس طرز کا ایک عمدہ حکمراں بنجائے جو سقراط کا مقصود تھا۔

سترھواں باب

ایتھنز بعد فارِ قلیس لیگ کے ارا کین۔

جو رتبہ ایتھنز کو لیگ میں حاصل تھا در اصل اسی پر اس کی تمام تر قوت و جبروت کا دار و مدار تھا۔ اور ایتھنز نے اس رتبے میں مزید اضافہ کر کے گویا لیگ کی سیادت حاصل کر لی تھی گو اس کا سنگِ بنیاد ۴۷۹ ق م کے بعد ہی رکھا گیا تھا مگر بیس سال کی قلیل مدت میں وہ اپنی معراج کمال کو پہنچ گئی[1] ۴۴۲ ق م کے بعد جب تمام سلطنت

[1] لیگ کا نام ابتدا میں "ہے آتھنے نائیون سیئومافیا" ("محالفہ ایتھنز") تھا مگر بہت جلد اسکی بجائے "ہے آرخے ہے آتھنے نائیون" ("سلطنت ایتھنز") پڑ گیا اور مختلف حلفاء "بلدیات" کہلانے لگے۔ (بوسولٹ ۲، ۱۸۱م) ۔ ارسطو فانیس کہتا ہے کہ لیگ میں ایک ہزار شہر شامل تھے مگر بیان میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے ۔ اور ہمیں صرف ۲۸۰ بلدیات کا علم ہے جنکے نام کرشہوف نے "مجموعہ نوشتہائے قدیم" جلد ا صد ۲۲۶ وغیرہ میں اور گرتیس نے "تاریخ یونان" ۲۲ صفحہ ۸۶ ۵ تا ۸۸ ۵ میں جمع کیئے ہیں اور گرتیس نے ایک نقشے کے ذریعے سے انکے مواقع بتائے ہیں ۔ اس موضوع کے لیئے بوئخ کی کتاب "مالیات ایتھنز" بھی مطالعہ کرنا چاہیئے ۔

جنگ دریائے یوریمدون کے بعد بھی ہالی کارناسوس پر لیگڈ اموس ہی حکومت کرتا رہا ہوگا اسلیئے کہ بالکل ممکن تھا کہ ایک شہر پر کوئی خود سر حکمراں بھی ہو اور ساتھ ہی وہ شہر ایتھنز کی لیگ کا بھی رکن ہو ۔ لیگ کے ارا کین کی تعداد میں بظاہر کمی بیشی اسلیئے ہوا کرتی تھی کہ ہر سال بقایا وصول نہ ہوتی تھی اور بعض مرتبہ باقی دار حلیف کے تہدید میں عرصہ لگ جاتا تھا (بوسولٹ۔ ہیولر کے مجموعہ صد ۲۱۲ میں) اور ساتھ ہی پونتوس کے شہروں کو بھی لیگ میں شامل کرنے کی کوشش برابر جاری تھی ۔ ایک اور وجہ تعداد کے کمی بیشی کی یہ تھی کہ بعض چھوٹے چھوٹے شہر بڑے شہروں کے ساتھ شامل ہو کر روپیہ ادا کرتے تھے اور بعض مرتبہ بطور خود ۔ مثلاً ۴۳۹ ق م میں

(سوائے ان بلدیات کے جن کا فرض جہاز مہیا کرنا تھا) پانچ صوبوں یعنی ایونیہ، ہیلیسپونٹ،

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - حلقۂ ایونیا حلقۂ کاریا کے ساتھ شامل کر دیا گیا جسکی وجہ سے باجگزار ریاستوں کی تعداد میں کمی ہو گئی۔ (اس کے لیئے گرٹیس کی رائے اسکی تاریخ یونان " ۶۲ " ۳۲ میں دیکھنی چاہیئے۔

سلطنت ایتھنز کی مردم شماری کا اندازہ یقیناً خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ اس موضوع پر بیلوخ کی کتاب "یونانی اور رومن دنیا کی مردم شماری" نہایت پر از معلومات ہے (لائپزگ ۱۸۸۶ع) اگر چندے کی مقدار اور تعداد نفوس میں وہی مناسبت تھی جسکا بیلوخ نے حساب لگایا ہے تو ایتھنز کی سلطنت کے شہروں میں ۹۰۰۰ سے ۰۰۰۰ تک کی آبادی ہوگی۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ساموس ملطہ کا مقابلہ کر سکتا تھا تو یہ قیاس بعید نہیں کہ دونوں کی آبادی قریباً مساوی ہوگی۔ بیلوخ (صفحہ ۲۳۲) کا یہ خیال ہے کہ ساموس ستر سہ طبقہ جہاز ایتھنز کے حوالے کر سکتا تھا اسلیئے اسکی آبادی تقریباً نو ہزار نفوس ہوگی۔ ملطہ دس تالنت ادا کرتا تھا اور اسکی آبادی کا اندازہ آٹھ ہزار کچھ زیادہ نہیں۔ اگر اسکے برعکس یہ فرض کر لیا جائے کہ بعض اراکین اس سے چوگنا خراج ادا کرتے تھے یعنی ہر دو ہزار شہریوں پر دس تالنت خراج لیا جاتا تھا تو اس مناسبت سے ۶۰۰ تالنت سے یہ مراد ہوگی کہ سلطنت ایتھنز میں نوے ہزار (۹۰۰۰۰) شہری آباد تھے۔ مگر غالباً یہ تخمینہ حقیقی آبادی سے بہت کم ہے۔ یہ امر یقین کے ساتھ نہیں بیان کیا جا سکتا کہ ایشیائی ساحل پر کتنے ایسے باشندے تھے جنکو حقوق شہریت حاصل نہ تھے۔ یہاں صرف بیلوخ کی رائے کا اعادہ کافی ہے کہ جزیرۂ خیوس میں جو جزیرۂ ساموس سے دوگنا ہے ایک لاکھ غلام اور بیس ہزار آزاد شہری آباد تھے اور اگر سلطنت ایتھنز کی آبادی کا بھی اسی مناسبت سے اندازہ کیا جائے تو بیس لاکھ نفوس کچھ بعید از قیاس نہ ہونگے۔ اسی مورخ کی رائے میں یوبیہ، جزائر اسپورادیس (افشاق) اور کیکلادیس (حلقہ دار) میں ایک لاکھ اور اٹیکا میں دو لاکھ تینتیس ہزار نفوس آباد تھے۔ مگر محض انسانی آبادی کے شمار سے سلطنت کی عظمت کا صحیح اندازہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جبتک ذہنی اور علمی دولت کا بھی خیال نہ کر لیا جائے۔ اور اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ ایتھنز کی سلطنت اس دولت میں بھی ممتاز تھی اور اتنے شہروں کے اتحاد کی نظیر ملنی جو اس درجے دولتمند، متمدن اور ترقی پذیر ہوں نہایت مشکل ہے۔

جزائر، تھریس اور کاریہ میں تقسیم کر دی گئی۔ ۴۲۵ ق م کے چند نوشتے اسوقت تک موجود ہیں جن میں سے ایک نوان باجگزار ریاستوں کی فہرست ہے اور دوسرے نوشتے میں اس نذرانے کی تفصیل درج ہے جو بقدر قریب ڈیڑھ فیصدی کے اتھینا دیوی کو نذر کیا جاتا تھا۔

سلطنت ایتھنز پانچ صوبوں میں منقسم تھی۔ صوبہ جزائر میں سوائے دو ریانی جزیرہ میلوس کے جو جنگ پیلو پونیز تک فتح نہ ہوا تھا مکمل مجمع الجزائر کیکلاڈیس (حلقہ دار جزیرے) شمال و مشرق میں امبروس اور لیمنوس اور ایتھنز کے قریب جزیرہ آئی گینا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اسمیں شبہ نہیں کہ سلطنت ایتھنز کے عام اراکین کو عموماً اور جزائر کو خصوصاً ایتھنز کے تجارتی طرز عمل سے جس سے وہ خود ایک تجارتی مرکز بن گیا تھا نقصان پہنچا۔ اور یہ امر خاص طور پر قابل غور ہے کہ جب کبھی بغاوت کی صدا بلند ہوتی ہے تو صرف جزائر سے مثلاً نائسوس نے ۴۶۶ ق م میں، تھاسوس نے ۴۶۵ ق م میں، ساموس نے ۴۴۰ ق م میں لیسبوس نے ۴۲۸ ق م میں، خیوس نے ۴۱۳ ق م میں بغاوت کر دی،

اسکے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض جزائر کے قبضے میں ساحلی اراضی تھی اور یہ ہی بہت سے جھگڑوں اور تنازعات کا باعث ہوا کرتی تھی۔ جیسے ساموس اور ملطہ میں بعض ساحلی مقبوضات کے متعلق جھگڑا ہوا، ایسے ساحلی مقبوضات کی بہت سی مثالیں ملیں گی۔ مثلاً تھاسوس کی کانیں ساحل ہی پر تھیں، روڈس، لیسبوس یہانتک کہ ٹینیڈوس کے قبضے میں ساحلی علاقہ تھا اور کم از کم ۴۱۳ میں خیوس اور ایریتھرائے کے درمیان سیاسی اتحاد پایا جاتا ہے۔ براعظم کے ساتھ اس تعلق کی وجہ سے یہ جزیرے ایشیائی تجارت میں بھی حصہ لے سکتے تھے۔ مگر وہ خود صرف اس تجارت سے براہِ راست مستفیض ہو سکتے تھے جو دو مقاموں کے درمیان ہو۔ اور اس پر ایتھنز نے اجارہ قائم کرنا چاہا اور اسکے اس طرز عمل سے ان جزائر میں بغاوت کی آگ مشتعل ہو گئی۔ گو تھریس کے شہروں میں بھی جمہوریت کے جذبات موجزن تھے اور ساتھ ہی دولت مند اور باثروت بھی تھے مگر ان کو ایتھنز سے اس درجہ شکایات نہ تھیں اور وہ اس کی مخالفت پر کمربستہ نہ ہوئے۔

شامل تھے۔ صوبۂ تھریس یا تھراکی شہر ائی سون اور مے تھونے سے جو دریائے ہالیاکمون کے جنوب میں واقع ہے شہر ائی نوس تک (جو نہایت خوبصورت سکوں کی وجہ سے جن پر ہرمیس کی تصویر بنی ہوئی ہے مشہور ہے) پھیلا ہوا تھا، اور اس میں ائی ینیا سے پوتی دیہ تک کی تمام بستیاں، مینڈے (جہاں کے سکوں سے بالخصوص دیوتا کی پرستش ظاہر ہوتی ہے)، سکیونے، اولنتھوس (جو دیموس تھنیس کے دور میں نہایت مشہور و معروف ہوگیا)، توروونے۔ سنگوس، اکروتھوائس، اولوفیکسوس، غرض گنجان خالکدیس کے تمام شہر اس میں شامل تھے۔ اسی صوبے میں ارسطاطالیس کا مسقط الراس ستاگیرا، آرگیلوس، دولتمند جزیرہ تھاسوس جہاں جمالیات کی بہت قدر ہوتی تھی، مصروف کار ابڈیرا جو تمدن اور شائستگی میں نہایت ممتاز تھا، اور مارونیہ جہاں کی شراب یکتائے زمانہ تھی، شامل تھے۔ تیسرا صوبہ ہیلیسپونٹ تھا جس میں خرسونیز کے تمام شہر تھے جن میں سب سے ممتاز سیستوس، بحیرہ مارمورا کے شمالی ساحل کے شہر مثلاً بیسانتھے، پرنتھوس، سلیمبریا، اور خود بائی زنطہ، اور ایشیائی ساحل پر اشتاکوس، کیوس، واسکلیون، کیزکوس، جزیرۂ پروکونے سس، پاریون، لمپساکوس (جسکے سکوں کے حسن کی اتنی شہرت تھی جتنی خود کیزکوس کے سکوں کی)، پرکوتے، ابی دوس، سگیوم اور کیبرینے (جو دریائے سکامانڈر پر واقع تھا) شامل تھے۔ صوبۂ ایونیہ شمال میں ایسوس سے شروع ہوتا ہے (جسے بعض مرتبہ آسوس بھی کہتے ہیں۔ یہ شہر اپنے بتخانے کی وجہ سے مشہور تھا)۔ اسکے بعد جزیرۂ لیسبوس کے شمال میں گارگارہ اور انتیرا اور اسی جزیرے کے جنوب میں پتانے، گری نیوم اور میرنا (جو زمانہ حال میں ان برتنوں کی وجہ سے نہایت مشہور ہوگیا ہے جو ماہرین آثار قدیمہ نے زمین سے کھود کر نکالے ہیں) اور چند دیگر نہایت نفیس بستیاں بھی اسی صوبے میں شامل تھیں جنکی اہمیت کا اندازہ یہاں نہیں کیا جا سکتا مثلاً کیمے، فوکائیہ، کلازومنائے، آیریتھرائے، تیوس، لیبیدوس، کولوفون اور اس کا متعلقہ بندرگاہ نوتیون، ایفی سوس، پری اینے، می اوس، ملطہ

اور جزائر اکاروس، لیروس اور نسی روس۔ منجملہ ان بلدیات کے ملطہ اور افی سوس خصوصاً ممتاز تھے اور تیوس اور ایریتھرائے کا پلہ بھی ان دونوں سے کچھ ہی کم تھا۔ ایک بات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ سمرنا (جسکی ایک صدی سے مختلف محالوں میں تقسیم ہوگئی تھی) اور دونوں مگنیشیا اتھنزی لیگ کے اراکین نہ تھے۔ چوتھا اور آخری صوبہ کاریہ تھا۔ اسمیں اوّل تو وہ شہر تھے جو ملطہ کے مغرب میں واقع تھے یعنی ہیروموس، میلاسا اور پیداسوس جن کی تاریخ میں اتنی زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ دوسرے یاسوس، کاریاندا، مِیندوس، ترمیرا، ہالی کارناسوس، کنیدوس مع جزیرہ نمائے متعلقہ، اور جزائر کالیڈنا کوس، سیمے، کارپاتھوس، کاسوس، رودس کا بڑا اور دولتمند جزیرہ جس کے مختلف شہروں کا اسوقت تک جزیرے کے صدر مستقر کے ساتھ الحاق نہیں ہوا تھا، لِدیہ کے بیشمار بلدیات تھے اور فاسے لس لیگ کے مقبوضات میں جنوب ومشرق کی جانب سب سے آخر شہر تھا۔

یہ سب بلدیات خراج ادا کرتے تھے اور صوبے باجگزار صوبے تھے اسی لیئے فوروس یا خراج کی فہرستیں صوبہ وار مرتب کی جاتی تھیں[۲] اور ان بستیوں کا

۲۔ کرشہوف ("نوشتہائے قدیمہ" جلد ا صــ۲۲۶ـــ) کے نزدیک مفصلہ ذیل ان شہروں کی فہرست ہے جو اولمپیاد ۸۱، ۳ (۴۵۴ ق م) میں دو تالنت یا اس سے زیادہ خراج ادا کرتے تھے:-

ا۔ خراج صوبہ الیونیہ:-

فوکیہ	تیوس	ملطہ	لیبے دوس	کیمے	کولوفون	ایبنی سوس	ہئے ریوئی*
۳ت	۶ت	۱۰ت	۳ت	۱۲ت	۳ت	۱ت، ۲۰۰۰ درہم	۳ تالنت

ایریتھرائے

۷ت

(* تیوس کے مغرب میں ایک شہر ایرائے تھا۔ طوسی دیدیش (۸، ۱۹، ۲۰) کہتا ہے کہ یہاں کے باشندوں کو ہئے ریوائی کہتے تھے۔ اسکے لیئے کیپیرٹ کا نقشہ مغربی ایشیائے کوچک (نقشہ ۷) اور رؤگے کا مضمون برلن کے ہفتہ وار "جریدہ فلسفہ" ۱۸۹۲ء

جو خراج کی بجائے جہاز اور ملاح مہیّا کرتی تھیں یعنی جزیرۂ لیشبوس اور خیوس

بقیۂ صفحۂ حاشیۂ گذشتہ ۔ ص ۲۳۹ ملاحظہ ہو) +

۲۔ خراج صوبۂ ہیلشپونٹ:۔

خالکدون	کیتبریتے	پیپاکوس	پرنتھوس	تینیدوس	خرسونیز کے شہر
۹ ت	۳ ت	۱۲ ت	۱۰ ت	۴ ت ۳۰۰۰ درہم	۱۸ ت
ابی دوس	ارِشیبے	بائی زنطہ	کیزِکوس	پرُوکونے سوس	سَیلیمبتریا
۴ ت	۲ ت	۱۵ ت تا ۲۱ ت	۹ ت	۳ ت	۵ ت

۳۔ خراج صوبۂ تھریس:۔

ابڈیرا	ائے نوس	افیتہ	قوم بوتیہ	دکائیا	تھاسوس	تھرامبیے اور اسکیونے
۱۵ ت	۱۲ ت	۳ ت	۲ ت	(؟) ۴ ت	۳۰ ت (بعد اولپیاڈ ۸۲)	۶ ت
مینڈے	پیپے پارے تھوس	ساموتھریس	سنگوس	اکانتھوس		
۸ ت	۳ ت	۶ ت	۴ ت	۳ ت		
پوتی دیہ	سرمیلے	تورونے				
۶ ت تا ۱۵ ت	۱۲ ت	۴ ت تا ۱۲ ت				

۴۔ خراج صوبۂ کاریہ

کنیدوس	باشندگان کیالندیا	مرناسائے	لندوس	ترمیرا	فاسیلِس
۳ ت	۲ ت	۲ ت	۸ ت ۲۵۰۰ درہم	۲ ت ۳۰۰۰ درہم	۶ ت
قوم خرونی سی	استی پالیا	کوس	باشندگان لسیہ	یالی سوس	کامیروس
۳ ت	۲ ت	۳ ت	۱۰ ت	۱۰ ت	۴ ت

(اسطرح روڈس تو ۲۴ تالنت دیتا تھا مگر ہالی کارناسوس سے صرف ایک تالنت صرف ا ت ۔ ... ۴ درہم وصول ہوتے تھے) {واضح ہو کہ یالی سوس، کامِروس، لندوس جزیرۂ روڈس میں تھے ۔ مترجم}+

۵۔ خراج صوبۂ جزائر:۔

کارستوس	ائی گینہ	اندروس	لیمنوس	کورلیوس	سیرلفوس
۷ ت ۳۰۰۰ د	۳۰	۱۲	۹	(جزیرۂ کیوس) ۲ ت ۵۰۰۰ د	۲ ت

اور ساموس کے مثل دولتمند جزیروں کے شہر شامل تھے کہیں ذکر نہیں + ہم ان اسباب کے متعلق جن کی وجہ سے اس نہایت مفید اصول سے (یعنی بجائے روپے کے جہاز مہیا کرنا) دیگر شہروں نے استفادہ حاصل نہیں کیا محض قیاس سے ہی کام لے سکتے ہیں + ابتدا میں تو یہ سب بالکل خود مختار شہر تھے جو محض ایران کے حملے کی مدافعت کے لیئے آپس میں متحد ہو گئے تھے۔ اسوقت تو ایتھنز کا یہ ارادہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ سب شہر بجائے اسکے کہ بنے بنائے جہاز ایتھنز کے حوالے کریں ایک رقم معینہ اسکی نذر کر دیا کریں۔ مگر امتداد زمانہ سے ان میں سے اکثر شہروں نے مختلف وجوہ سے رفتہ رفتہ جہازوں کی طیاری کا مکمل انتظام خود ایتھنز ہی پر چھوڑ دیا + [۳] اغلب ہے کہ ان میں سے بہت سے شہر تو ابتدا ہی سے جہاز مہیا کرنے کے قابل نہ ہونگے اور انھوں نے نہایت خوشی سے جہاز سازی کا کام ایتھنز ہی کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ۔ ایریتریہ　خالکس　تھےرا　اشیزوس　کیوس　کیتھنوس　ناکسوس

۵ ات	۱۰ ات	۳ ت	۶ ت	۱ ت	۳ ت	۶ ت...۱۶ و

پاروس　سفنوس　تینوس +

۱۶ ات ۱۲۰۰ و	۳ ت	۳ ت

ظاہر ہے کہ خراج کا بار سب سے زیادہ جزائر ہی پر پڑتا تھا +

[۳] پلوٹارک (حیات کیمون ۱۱) کی رائے ہے کہ کیمون کے سوائے دیگر ایتھنزی سپہ سالاروں نے بھی لیگ کے ان حلفا کو سزا دی جو خراج تو ادا کرتے تھے مگر "ملاح" اور "جہاز" مہیا نہ کرتے تھے۔ مگر کیمون نے ان حلیفوں کو جو لڑنا نہیں چاہتے تھے یہ اجازت دی کہ وہ محض خالی جہاز مہیا کرنے اور "صلاح نیک" دینے پر اکتفا کریں + اگر اس بیان کی صحت فرض کر لیجائے تو اس سے دو امروں کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ ایتھنز میں یہ خیال کہ بہ نسبت جہازوں کے روپے لینے میں زیادہ فائدہ ہے غالب نہ تھا۔ اور دوسرے یہ کہ اس امر کا تصفیہ اکثر مختلف سپہ سالاروں پر ہی چھوڑ دیا جاتا تھا + ایتھنزی مدبروں نے اس کلیے کی بنیاد جسپر ایتھنز عام طور پر عمل پیرا ہو گیا۔ بتدریج ڈالی اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسکا ہر جگہ ایک ہی طرز پر نفاذ ہوتا تھا + مثلاً طوسی دیدیش کے

سپرد کر دیا ہوگا اور اسکے معاوضے میں روپے کی ایک خاص مقدار ادا کرنے لگے ہونگے اور یہی طریقہ برابر جاری رہا ہوگا۔ بعض حلیف ایسے بھی ہونگے جنھوں نے محض اپنے آرام اور سہولیت کے خیال سے ابتدا ہی سے سیاسیات کے پیچیدہ مسائل اور انتظام جنگ کو ایتھنزیوں پر چھوڑ دیا ہو۔ انکے سوائے ایسے بھی حلیف تھے جنھوں نے ابتدا میں تو جہاز ہی مہیا کیئے مگر ایتھنز کے خلاف بغاوت کے جرم میں انکو یہ سزا دیگئی کہ آئندہ بجائے جہازوں کے نقد روپیہ خزانے میں داخل کیا کریں۔ مشکل یہ ہے کہ ان تمام اسباب کو مدنظر رکھنے کے باوجود بھی وہ وجوہ صاف طور پر ظاہر نہیں ہوتے جنکی وجہ سے صرف لیسبوس، خیوس اور ساموس ہی ایسے حلیف رہ گئے تھے جو خراج نہ ادا کرتے ہوں۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ ابتدا ہی سے ایتھنز نے یہ ترکیب چلی ہو کہ اراکین لیگ حتیٰ المقدور روپیہ ہی ادا کیا کریں اور ظاہر ہے کہ حلفا میں سے بہت سے ایسے ہونگے جنھوں نے بلا جنگ آزمائی کیئے ہوئے بتدریج اس اصول کو تسلیم کر لیا ہو +

اسکے ساتھ ہی ہمیں طوسی دیدیش کا یہ فقرہ یاد رکھنا چاہیئے کہ لیگ کے آغاز ہی میں خود ایتھنزیوں نے جہاز مہیا کرنے والے اراکین کی ایک فہرست مرتب کر لی تھی اور خراج گزار اراکین کا تعین کر لیا تھا۔ اس سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ ابتدا ہی سے ایتھنز کو اپنے حلیفوں پر کافی اقتدار اور نئی عضویت کے ترتیب دینے کیلئے اسے کافی اختیارات حاصل تھے جو بالکل ایسے قانون ساز کے اختیارات کے مساوی تھے جو یونانی سیاسیات کے میدان میں ذی اقتدار ہو + اسکے سوائے ایک اور امر کا اعادہ ضروری ہے۔ طوسی دیدیش کا بیان ہے کہ خراج ادا کرنے میں تساہل کرنے کی پاداش میں حلیف ریاستوں کو جبراً مغلوب کیا گیا۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ تمام ریاستیں جنھیں خراج دینا پڑتا تھا کبھی نہ کبھی ضرور مغلوب ہی کیگئی ہوں۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ ایک فقرے سے (۵، ۱۸) یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ممکن تھا کہ ایک شہر خراج بھی ادا کرے اور ساتھ ہی اسے اندرونی معاملات میں اختیارات بھی حاصل ہوں +

حقیقت حال یہ ہے کہ محض ان ہی ریاستوں پر تشدد روا رکھا گیا تھا جنکی صورت حال اور واقعات انکے لیئے ناموافق تھے + نظر برایں امر ہم یہ کلیۂ عام پیش کر سکتے ہیں کہ باجگزار حلیفوں کے تعلقات مختلف نوع کے تھے[۴]، اور تمام شہروں کے متعلق ایک ہی رائے قائم کرنا کسی طرح سے درست نہیں ہے + مختلف حلفا کے خراج کے تعین کا کام ارسطیدیش نے اپنے ذمے لیا اور ہر ایک شہر کے خراج کی تعداد مقرر کردی طوسی دیدیش کے نزدیک[۵] پہلے ہی سال میں خراج کی تعداد چار سو سات تالنت

---

[۴] محض خراج کی ادائی سے کوئی بلدیہ سپاہی مہیا کرنے سے بری الذمہ نہ ہوتا تھا + اور یہ امر اور ہے کہ بہت جلد بری جنگ ایران کا خاتمہ ہوگیا اور ایتھنز کو سپاہیوں کی ضرورت اسقدر زیادہ نہ رہی اسکے لیئے میولنیڈورف کی کتاب "تحقیقات بابت مسائل لسانیات" جلد ا ص ۱، تا ۳، دیکھنا چاہیئے جسمیں فاضل مورخ نے یہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ ایک محدود دائرے سے باہر جو حلیف تھے وہ ہی سپاہی مہیا کیا کرتے تھے اسلیئے کہ غالباً اونکی حیثیت پہلے سے کم ہوگئی تھی + اسکے خلاف بوسولٹ کا نظریہ ہے (۲ ، ۳۵۱ و ۲، ۴) +

[۵] طوسی دیدیش (۱ ، ۹۶) کے نزدیک پہلے سال کے خراج کی مقدار ۴۰۳ تالنت تھی۔ مگر کرشہوف کی تنقید کے بعد (ہرمیس ۱۱ ، ۳) منجملہ دیگر مورخین کے گلبرٹ (۱، ۳۹۳) اور بوسولٹ (۳ ، ۲ ، ۳۵۲) اسے غلط قرار دیتے ہیں اور بہت سے مصنفوں کا یہ گمان ہے کہ طوسی دیدیش متذکرۂ بالا فقرہ در اصل زمانہ مابعد کا اختراع ہے + مگر بیلوخ طوسی دیدیش کو صحیح سمجھتا ہے ۔ اسکا خیال ہے کہ در اصل ارسطیدیش کے زمانے ہی سے اکثر ارکین لیگ میں شامل ہوگئے تھے اور انہیں سے ایک جزیرۂ روڈس بھی تھا + وہ یہ بھی کہتا ہے کہ لیگ کی جغرافی تقسیم سے (جو ۴۴۲ ق م یا اس سے پہلے ہی عمل میں آئی ہوگی) یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مختلف ارکین کب لیگ میں شامل ہوئے +

خراج کی مقدار کے متعلق طوسی دیدیس (۲ ، ۱۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آغاز جنگ پیلوپونیز کے وقت حلفا سے ۶۰۰ تالنت سالانہ کی آمدنی تھی۔ مگر فہرست ہائے خراج سے ۵۰۰ سے کم ہی کا پتہ لگتا ہے + اسکے لیئے بوسولٹ کا (میولر ۴ ، ۲۱۶) مطالعہ کرنا چاہیئے + غالباً طوسی دیدیش نے ساموسی چندہ بھی اپنی رقم مقررہ میں شامل کرلیا ہے +

سالانہ تھی + مورخین مابعد نے اس خراج کا نام تشخیص ارسطیدیش" رکھا ہے۔ مگر اب اس تمام قصے کو خلاف حقیقت سمجھا جاتا ہے اسلیئے کہ بعض مورخوں کا قول ہے کہ جنگ دریائے یوریمدون کے بعد تک خراج کی مقدار اسقدر نہیں ہوئی +

گو اس جنگ سے لیگ کے حلقۂ اثر میں گونہ اضافہ ضرور ہو گیا تھا مگر ہمیں شبہ نہیں کہ خراج نہیں بڑھایا گیا - بہر حال اس سے یہ تو لازم نہیں ہوتا کہ اس لڑائی سے پیشتر مقدار میں کچھ کمی تھی - اغلب یہ ہے کہ جو کچھ خراج لیا جاتا ہوگا وہ ان جہازوں کی تعداد پر منحصر ہوگا جو حلفا کو ایرانیوں کے خلاف مہیا کرنے پڑتے تھے - یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ پانچویں صدی ق م میں ایک جہاز کی تیاری میں ایک تالنت صرف ہوتا تھا اور تری ارآخ (کپتان) کے سالانہ اخراجات بھی اسی قدر ہوتے تھے - فی ملاح چار او بول یومیہ بطور تنخواہ و اخراجات طعام ملتے تھے - گویا اگر جہاز سال میں آٹھ ماہ بسرکار رہا تو قریب ۲۰۰ ملاحوں کو ۲۴۰ یوم تک یہ رقم ملیگی جسکی سالانہ مقدار ۳۲۰۰۰ درہم ہوتی ہے - اور اگر اس رقم میں ایک چوتھائی تالنت بطور سود قیمت جہاز اضافہ کیا جائے تو گویا کل سالانہ خرچ سات تالنت ہوا + بعض گویا ۴۶ تالنت سے صرف ۶۶ سہ طبقہ جہازوں کا انتظام ممکن ہے اور جب یہ دیکھا جائے لیگ کا حلقۂ اثر جزیرہ کپوس سے بائی زنطہ تک اور بائی زنطہ سے ملطہ اور جزیرۂ روڈس تک پھیلا ہوا تھا تو (گو بعض حلیف جہاز بھی مہیا کرتے تھے) یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ رقم کچھ زیادہ نہ تھی + ماسوائے جہازوں کے مہیا کرنے کے ایتھنز کو سپاہیوں کی خوراک اور وردی کا بھی انتظام کرنا پڑتا تھا اور ۵۰۰۰ سپاہیوں کے لیئے اکثر ۶۰۰۰ درہم روزانہ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ - ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جنگ و جدال کے زمانے میں زیادہ روپیہ کی ضرورت تھی - مگر جب دائرہ جنگ میں کمی ہوئی تو یقیناً حلفا کو شکایت کا موقع ملگیا کہ مقدار خراج کم نہیں کی گئی - وہ کہہ سکتے تھے کہ ارسطیدیشں کو تو ضروریات جنگ پوری کرنا تھا مگر اس کے جانشین محض جبر و تشدد پر تلے ہوئے تھے + نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت اول تو یہ قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ قریباً تمام اہم شہر ارسطیدیشں کے زمانے میں ارکین لیگ نہ تھے - اور دوسرے ممکن ہے کہ جنگ دریائے یوریمدون کے بعد حلیفوں کو یہ امید ہو گئی کہ مقدار خراج کم کر دیجائیگی مگر یہ امید اپوری نہ ہوئی ہو اسکے لیئے گروٹس "تاریخ یونان" ۶۲، ۲۴۳ دیکھنا چاہیئے

درکار ہوتے ہونگے جس کے حساب سے صرف فوج کے اخراجات کے لئے سالانہ ۶۰۰ تالنت درکار ہوئے + اگر ایتھنز اپنی جیب سے یہ رقم ادا کرتا تھا اور اسکے ساتھ ہی ۶۶ سہ طبقہ جہاز بھی تیار رکھتا تھا تو گویا اسکے ذمے باقی سب حلفا کے مجموعی خراج سے نصف عائد ہوا حالانکہ حلیف ابتدا میں ایتھنز سے چھ گنے زیادہ مالدار تھے اور یہی مناسبت حلیفوں اور ایتھنز کے آبادی میں بھی + اگر دریائے یوریمدون کی لڑائی کے بعد خراج کی مقدار میں اضافہ نہیں کیا گیا تو اس سے ایتھنز کی انصاف پسندی عیاں ہوتی ہے اس لئے کہ اسنے اتنی ہی مجموعی رقم برقرار رکھی جو کسی زمانے میں اس نے ضروری سمجھی تھی اور ارا کین لیگ سے انفرادی مطالبہ جات میں کمی کر دی + اس کے سوائے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ مطالبہ جات نہایت قلیل تھے مثلاً ۴۳۶ ق م میں بائی زنطہ نے اتھینا دیبی کو اپنے خراج کا ساٹھواں حصہ ادا کیا گویا اس خراج کی مجموعی مقدار ۱۵ تالنت سے کچھ ہی زیادہ ہوگی۔ اور بائی زنطہ حقوق تجارت کے معاوضے میں یہی قلیل رقم ادا کرتا تھا۔ درآنحالیکہ اگر وہ خود انتظام کرتا تو یقیناً اس رقم سے تین جہاز بھی مہیا نہ ہو سکتے جو چھوٹی سے چھوٹی مہم کے لئے بھی کافی نہ ہوتے اور قربانیاں مزید برآں ہوتیں اس کے برعکس ساموسیوں کو ۶۰ سہ طبق جہاز تیار رکھنے کی قدرت تھی اور انکے پاس مستقل طور پر ۳۵ جہاز تھے جن پر وہ سالانہ ۸۰ تالنت خرچ کرتے تھے + بوجوہات متذکرہ بالا یہ کوئی انصاف کے خلاف امر نہ تھا کہ ایتھنز وہ روپیہ جو حفاظت عامہ سے پس انداز ہوتا تھا اپنی ذاتی ضروریات پر خرچ کرتا تھا + قریب ۴۵۴ ق م میں لیگ کا خزانہ دیلوس سے ایتھنز کو اسلئے منتقل کر دیا گیا کہ دیلوس جیسے مختصر اور غیر محفوظ مقام پر خزانہ رکھنا خطرے سے

---

۶ پلوٹارک "ارسطیدیس" ۲۵ + "مجموعہ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۲۶۰ میں اس سال (۴۵۴ ق م) کا تعین کیا گیا ہے اور اسی کی تطبیق ساؤپے نے گیوٹنگن کے "رسالہ انجمن علمیہ" ۱۸۶۵ء میں اور کیوہلر نے اپنی تصنیف "نوشتہائے (صفحہ ۱۰۲)" میں کی ہے + انتقال مستقر کی تحریک ساموس کی جانب سے پیش کی گئی تھی +

خالی نہ تھا۔ اب اس خزانے کی محافظہ بجائے دیلوسی اپولو کے اتھینا دیبی ہو گئی اور اسکا اتھینا کا بت خانہ ہی اسکا مستقر بنا دیا گیا۔ ہر سال خراج کا ساٹھواں حصہ یعنی ہر ٹالنٹ پر ایک مینا اس دیبی کے نذر کیا جاتا تھا اور یہ رقم بطور ایک رقم محفوظ کے ایتھنز۔ اور لیگ کی اغراض کیلئے جمع ہوتی رہتی تھی۔* اگر ایتھنز پس ماندہ رقوم کو (جن کا اصل مقصد تو مصرف جنگ ضرور تھا مگر جسکی ضرورت نہ پڑتی تھی) اتھینا دیبی کی تزئین میں خرچ کرتا تھا تو ایسا کون سا یونانی تھا جو اس کا الزام ایتھنز پر لگا سکتا۔ اس لیئے کہ یونانیوں کے نزدیک تزئین اور تحسین تو مذہب کے گویا زر خرید لونڈیاں تھیں۔†

گو ایتھنز یہ نہیں چاہتا تھا کہ ان بلدیات کے اندرونی معاملات میں بھی، جو خراجگزار تھے، دست اندازی کرے مگر بالکل ممکن ہے کہ ابتدا ہی سے انھیں چند شرائط کی پابندی کرنی پڑی ہو جو ایتھنز اور لیگ نے عائد کیئے ہوں۔ ایتھنز کی یہ عام خواہش تھی کہ ان شہروں میں عمومیت کا دور دورہ ہو، مگر اسکی یہ خواہش ہمیشہ پوری نہ ہو سکتی تھی۔ اس ضمن میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جو رسالہ "مملکت ایتھنز" کے موضوع پر ہم تک پہنچا ہے اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بعض مرتبہ ایتھنز اشرافیہ کا بھی طرفدار ہو جایا کرتا تھا اسلیئے کہ وہاں کے عموم کا کبھی کبھی یہ بھی خیال پیدا ہو جاتا تھا کہ مواقع پیش آسکتے ہیں جب بہ نسبت ایک انبوہ کثیر کے جسکی رائے میں مطلق

* زمانہ حال کے مورخ اس بات پر متفق نہیں ہیں کہ آیا علاوہ بت خانے کے خزانے کے ایتھنز میں کوئی اور بھی ملکی خزانہ تھا جسے لیگ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ (بوسولٹ ۲، ۲۳۱ ھ) + اکثر مورخوں کی رائے ہے کہ ایسا خزانہ ضرور تھا اور کرشہوف اور بوسولٹ (میولر ۴، ۱۸۹) اس نظریئے کو تسلیم کرتے ہیں مگر بوئخ اور بیلوخ کی رائے خلاف ہے + کرشہوف کی رائے اس کے مضامین رسالہ برلن اکاڈمی ۱۸۶۲ء و ۱۸۷۴ء و ۱۸۷۶ء میں دیکھنی چاہئیں + کرٹیس (تاریخ یونان ۲، ۲۵۱-۲۵۲) کا نظریہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ساٹھواں حصہ منہا کرنے کے بعد باقیماندہ روپیہ مملکت کا مملوکہ ہو جاتا تھا اور خود عامۃ القوم کے زیر انتظام آجاتا تھا مقدس خزانے سے جسمیں یہ ساٹھواں حصہ جمع ہوتا تھا حکومت صرف روپیہ قرض لیکر خرچ کرنیکی مجاز تھی۔

† اگر مملکت کے خزانے کا روپیہ دار المملکت کی آراستگی میں صرف کیا جاتا ہے تو یہ جرم نہ صرف ایتھنز سے سرزد ہوا

دیرپائی ہو وہ شرفا کے مختصر جماعت پر زیادہ بھروسہ کر سکتے تھے۔ ساموس کی مثال سے مطلب براری ہوسکتی ہے۔ وہاں ابتدا میں تو فار قلیس نے عمومیت قائم کی مگر ۴۱۲ق م میں اشرافیہ برسر اقتدار ہوگئی تھی[۹]۔ بعض مرتبہ ایتھنز اپنے کسی حلیف کے محض اندرونی معاملے میں براہ راست دخل اندازی کرتا تھا اور بالآخر تمام معاملات کا تصفیہ ایک عہد نامے کے ذریعے سے عمل میں آتا تھا۔ اس قسم کے ان عہد ناموں کے اجزا جو ایتھنز، ملطہ اور ایریتھرائے کے درمیان ہوئے ہم تک پہونچے ہیں۔ اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بلکہ ہر ایک دار الریاست سے سرزد ہوتا ہے۔

۹ طوسی دیدیش ۸، ۲۱۔ مجھ کو گلبرٹ (۱، ۱۴۰۰) کی رائے سے اتفاق نہیں ہے اور میں کوئی وجہ نہیں سمجھتا کہ باشندگان سلیمبریا کو تبدیلی دستور کی جو آزادی دی گئی تھی وہ کیوں مستثنیات سے شمار کیجائے۔ بوسولٹ (۲، ۴۲۶، ۲) اور دیگر مصنفین کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز اور ہر حلیف ریاست کے تعلقات جداگانہ تھے۔ یہاں یہ بیان کرنا بھی لازمی ہے کہ اشرافیہ اور عمومیہ کی حد بندی اسقدر صاف اور صریح نہیں ہے کہ ہم قطعی طور پر تصفیہ کر سکیں کہ ان میں سے کون طرز حکومت کسی خاص عہد میں رائج تھا۔ ایتھنز کیلئے تو سب سے زیادہ اہمیت اس فریق کے برسر اقتدار ہونے میں تھی جو ایتھنز کا ہمنوا ہو۔ اور اگر اسکے دوست تعداد میں تو کم تھے مگر تھے دولتمند تو اسکے لیئے عدیدیت سے بہتر کوئی طرز حکومت نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ ضروری نہیں تھا کہ ہمیشہ طبقہ ادنیٰ کے افراد ہی ایتھنز کے مداح ہوں اور اسکے برعکس تجارتی بلدیات میں تو قرین قیاس یہ تھا کہ امرا ہی کے تعلقات ایتھنز سے ہونگے اس لیئے اس کی حفاظت میں وہ بہ آسانی بحری تجارت کر سکتے تھے۔

تھسالوی معاملات کی حالت میں اسدرجہ یکسوئی نہ تھی جو بوسولٹ فرض کرلیتا ہے (۲، ۴۴، ۴۴) اسکی رائے ہے کہ طبقہ امرا (جو قبائل الیوادئے اور شکوپادوئے کے زیراثر تھا) ایتھنز کے اقتدار کا دشمن تھا۔ ممکن ہے کہ بوسولٹ کا استدلال حقیقت پر مبنی ہو مگر الیوادئے جو ہر نوع عمومیت پسند نہ تھے ایتھنز کی دوستی کا دم بھرتے تھے۔ غرض سیاسیات کی عام صورت حال اسوقت بھی وہی تھی جیسی اب ہے اور ملک کا سیاسی بہا

ان سے یہ پتہ لگتا ہے کہ ایتھنز اور اسکے حلفا کے تعلقات محض عام سیاسی اصولوں پر مبنی نہ تھے بلکہ وہ ہمیشہ واقعات متعلقہ اور ماحول کا اندازہ کرلیا کرتا تھا۔ واضح ہو کہ بجنسہ یہی حالت رومنوں کی بھی تھی اسلیئے کہ روما نے اپنی سلطنت کے بعض صوبوں میں مختلف قبائل کو بالکل مختلف نوع کے اختیارات دے رکھے تھے۔

ایتھنز نے حلفا کو سکے بنانے کی ایک حد تک آزادی دے رکھی تھی، اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انھیں محض رعایا نہیں سمجھتا تھا۔ سکوں کے عام مسئلے پر ہم نے ایک علیحدہ حاشیہ میں مفصل بحث کی ہے۔[۱]

اب عدالتی انتظامات پر غور کیجیئے۔ یہ امر ثابت ہے کہ اگر کوئی بلدیہ یا کوئی شخص ایتھنز کے خلاف غداری کرتا تھا تو اسے خود ایتھنزی عدالتوں کے سامنے پیش ہونا پڑتا تھا[۱] اور غالباً ایسے جرائم کی تحقیقات بھی جنکی سزا موت تھی ایتھنز میں ہی ہوتی تھی اور چونکہ حلیفوں کو بہ نسبت مقامی عدالتوں کے ایتھنزی عدالتوں سے زیادہ انصاف کی امید تھی اسلیئے اس ضابطے سے کسی کی کوئی خاص حق تلفی مقصود نہ تھی۔ اسکے سوا یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ دیگر معاملات میں مقامی عدالتوں کو کسقدر اختیارات حاصل تھے اور اسکی بابت قوانین وضوابط فرض کرلینا صریحاً غلطی ہے۔ اغلب تو یہ ہے کہ اول تو حلیف شہروں کی عدالتوں کے حد اختیار میں امتیاز تھا اور دوسرے امتداد زمانہ سے انکے اختیارات برابر کم ہی ہوتے گئے، خاص خاص ریاستوں کے حد اختیار کے متعلق ان عہدناموں سے پتہ چلتا ہے جو ہم تک پہنچے ہیں مگر عام حدود کی بابت صرف مختلف مصنفین کی تحریریں پیش کیجاسکتی ہیں جو ہرگز اس قدر وقیمت کے مستحق نہیں ہیں جو عام طور پر خیال کیجاتی ہے۔ مثلاً "مملکت ایتھنز"

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اصول پرستی کے خیال سے نہیں بلکہ سودمندی کے لحاظ سے تیار کیا جاتا تھا۔ اور حق تو یہ ہے کہ خود اسوقت بھی دنیا میں عمومیت کا راج نہیں کہا جاسکتا۔

حاشیہ ۱۔ طویل ہونے کی وجہ سے باب کے آخر میں لکھا گیا ہے۔

۱۔ غداری کے مقدمات کے تصفیے کیلیئے اسطوفانیس کا ناٹک "صلح" ۶۳۹ وغیرہ دیکھنا چاہیئے اور اسکے ساتھ ہی گلبرٹ ۱، ۲، ۴۰۴ کا بھی مطالعہ کیا جائے۔

نامی کتاب میں جو اس وقت تک زیر مباحثہ ہے یہ لکھا ہے کہ ہر ایک تجویز کے لیئے حلیف ایتھنز آنے پر مجبور تھے۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ ہر ایک معاملے کے تصفیے کے لیئے ہر ایک اہل معاملہ کا ایتھنز آنا قرین قیاس نہیں ہے۔ اور چونکہ اس وقت تک یہاں اس رسالے کے متعلق یہ طے نہیں ہو سکا کہ یہ قابل وثوق ہے یا نہیں اس لیئے یہ نہیں کہا جا سکتا حلفا کی بیشتر تعداد بھی ایسی تھی جنکے باشندوں کو تجویز مقدمات کیلیئے ایتھنز آنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ اور سوائے محض قیاس کے اور کوئی امر ہماری رہبری نہیں کر سکتا کہ وہ کون سے امور تھے جنکے تصفیے کیلیئے وہاں آنا لازم تھا۔ غالبًا وہ مقدمات جنمیں فریقین ایک ہی ریاست کے شہری ہوں اور مناط نالش ایک خاص رقم سے تجاوز نہ کر گئی ہو انکو ایتھنز لانے کی ضرورت نہ ہوگی اور وہ معاملات جنمیں بنائے دعوی کوئی معاہدہ ہوتا غالبًا اسی جگہ ہوتے ہونگے جہاں معاہدے کی قرارداد ہوئی ہو۔ یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ ایتھنزی خلاف انصاف تصفیہ کرتے اور اپنی سیادت کا بیجا استعمال کرنے پر تلے رہتے۔ نہ یہ صحیح ہے کہ حلیفوں کو ایتھنز جانے میں طرح طرح کی صعوبتیں اور تکالیف برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ اس لیئے کہ ہر ایک حلیف زیادہ سے زیادہ دو روز میں ایتھنز پہنچ سکتا تھا اس ضمن میں آخری امر جو قابل لحاظ ہے یہ ہے کہ ایتھنزی جیوریوں پر یہ لازم نہ تھا کہ انکو مختلف حصص سلطنت کے مقامی قوانین پر عبور رہی ہو اور ایسے معاملات میں وہ محض اپنی ضمیر اور ذاتی پسند کے اعتبار سے تجویز دیتے تھے۔ اسی لیئے فریقین کا فرض تھا کہ وہ ججوں کو تمام فراز و نشیب سمجھائیں۔ بہرحال یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اول تو ایتھنز جانا کچھ زیادہ تکلیف دہ نہ تھا اور اگر بالفرض فریقین وہاں جانا نہ چاہتے اور آپس میں سمجھوتہ کر لیتے تو اس سے بہتر کیا ہو سکتا تھا اور حلیفوں کو اس سے شکایت کا کیا موقع تھا۔[۱۲]

---

۱۲ تفصیل کے لیئے بوسولٹ (۴۳ ۲، ۱) مطالعہ کیا جائے۔ بعض مورخوں کی رائے میں "خود مختار" بلدیات کے حد اختیار میں کوئی کمی نہ تھی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ لفظ "خود مختار" نہایت مبہم ہے اور محض اس لفظ کی بنا پر ہماری معلومات میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔

اراکین لیگ ماہ ایلافے بولیون میں ایتھنز اگر خراج مخصوص افسروں کو جنکا نام ہیلے نوتامی اسے تھا ادا کرتے تھے + اسکی ادائی کی نگرانی مجلس خاص کرتی تھی اور اگر وقت پر خراج ادا نہ کیا جاتا تھا تو ایتھنز سے ایک عہدہ دار محصل خراج "ازیکلوگائس" جنگی جہازوں میں باقی دار شہروں میں تحصیل خراج کے لیئے جاتے تھے + جملہ دعاوی متعلق خراج ایتھنزی عدالتوں میں ہی طے پاتے تھے + بہت سے شہروں میں ایتھنزی فوج مخصوص افسروں یعنی "فرلورآرخی" کے ماتحت میں رہتی تھی اور انکے سوائے حکومت کے طرف سے ناظر بھی مقرر تھے جنکا سیاسی رنگ تھا۔ مگر ایتھنزی عدالتوں کے عملے میں سے گلے تورپس ہرکارے اور ایپی ملے تائی (منتظم) ہوتے تھے جنکا کام یہ ہوتا تھا کہ لیگ کے شہروں میں ایتھنزی سیادت کی حفاظت کریں یعنی مقدمات میں ترتیب دیں اور بوقت ضرورت خود بھی صدارت کے فرائض انجام دیں +[۱۳]

سال میں آٹھ مہینے ایتھنزی جہاز بحیرہ ایجین میں گشت لگاتے تھے تاکہ تمام ریاستوں کو معلوم ہو جائے کہ سلطنت اندرونی اور بیرونی دشمنوں کی مدافعت کرنے کیلیئے مستعد ہے + عام طور پر ایتھنز مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرتا تھا۔ مگر لیگ میں ایتھینا دیبی کو گویا ایک قسم کی خصوصیت حاصل تھی اور حلیف اسکے لیئے نذرانے لانے پر مجبور تھے ایتھنزی ایلیوسس کے دیوتاؤں کو بھی الہیہ لیگ سمجھتے تھے اور انکے سامنے حلیفوں کے نام سے چڑھاوے چڑھاتے تھے +[۱۴]

ابتدا میں تو مجالس لیگ جس میں حلیف شہروں کے قائم مقام ہوتے تھے ڈیلوس میں منعقد ہوتی تھیں۔ مگر یہ رفتہ رفتہ مسدود ہو گئیں[۱۵]۔ اور اس میں شبہ ہے

۱۳؎ فرآرخوئے کیلیئے میولینڈورف کی کتاب تجسسات ۱ / صـ ۳ و صـ ۴ دیکھنا چاہیئے۔ مناسب مقامات پر قلعے بنے ہوئے تھے جنمیں نوجوان ایتھنزیوں کی فوج رہتی تھی جسکی نگہداشت فرئوراۓ اور فرئوارخوئے (محافظ اور صدر محافظ) کرتے تھے + آئیس کوپوئے (ناظر) کا تعلق ملکی انتظامات سے تھا۔ اسکے لیئے میولینڈورف صـ ۵ و ۶ کا مطالعہ کرنا چاہیئے

۱۴؎ پلوٹارک: حیات فارقلیس" + اگر ایتھنزی لیگ کو ایتھینا دیبی کا اتحاد کہا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا +

۱۵؎ طوسی دیدش ۱ / ۹۶ - ۹۷ + ان مجالس کے جلسوں کے خاتمے کے وجوہ بالکل قرین قیاس ہیں + ہر حلیف کے ایتھنز کے ساتھ مختلف قسم کے تعلقات تھے +

جب جلسے ہونا بند ہو گئے تو ایتھنز نے ان شہروں سے جو جہاز مہیا کرتے تھے کبھی عام مسائل کے متعلق رائے لی یا نہیں۔ اسمیں تو شبہ نہیں کہ جب فارقلیس برسر اقتدار تھا تو اس زمانے میں کسی شخص کو لیگ کی مجلس طلب کرنے کا خیال بھی نہ آتا تھا۔

چونکہ ذہنی آزادی مذہب کے حدود کے اندر شمار کیجاتی تھی اور ایتھنز نے اپنے حلفا کو مذہبی معاملات میں مکمل آزادی دیدی تھی اسی لیئے انکو ذہنی آزادی بھی حاصل تھی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اسنے اسکے برعکس اپنے لئے نہایت سخت مذہبی قوانین بنائے تھے اور ایتھنزی شہریوں کو قدیم مذہبی عقائد کی خلاف ورزی یا نئے دیوتاؤں کی پرستش کی مطلق اجازت نہ تھی۔ مگر دیگر شہروں کے مذہبی عقائد سے وہ کلیتاً علیحدہ رہتا تھا۔ یہ تو عیاں اور ناقابل انکار ہے کہ ایتھنز نے اپنے شہروں کے لیئے تو مذہبی آزادی محدود کردی مگر ساتھ ہی اسنے ناروا داری کی تبلیغ کا بیڑہ اپنی چار دیواری سے باہر کیلیئے نہیں اٹھایا۔ اور وہ شخص جو مذہب میں آزادی پسند ہونے کی وجہ سے ایتھنز میں قیام نہ کرسکتا تھا لیگ کے ان شہروں میں نہایت اطمینان کیساتھ اپنے عقائد کی تبلیغ کرسکتا تھا جہاں کا قانون اسے اجازت دے۔

شہر اور مملکت بالکل ہم معنے تھے اور مذہب کا ان دونوں سے نہایت گہرا تعلق تھا اسی وجہ سے یہ مسئلہ پیدا ہی نہیں ہوا کہ دور افتادہ ریاستوں کو شہری حقوق دیکر مملکت کو وسیع کیا جائے۔ غیر ملکی فرداً فرداً ایتھنزی بن سکتے تھے مگر بستیاں کی بستیاں ایتھنزی قومیت حاصل نہ کرسکتی تھیں۔ اور بائی زنطی بائی زنطی ہی رہے اور پاروسی پاروسی۔ مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بطور پیتوئکی کے غیر ملکیوں کو خاص کر ایسی حالت میں خوش آمدید کہا جاتا تھا جب وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ تعین خراج کا مسئلہ ایتھنز اور فرداً فرداً ہر ایک ریاست پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ ایتھنز کا کوئی دستور بھی نہ تھا جو مابہ النزاع ہوسکتا، اور اگر مسئلہ جنگ ایران پر بھی ان مجالس میں بحث نہیں ہوئی تو پھر آخر کوئی معاملہ زیر بحث نہیں ہوسکتا تھا اور مجالس کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی تھی۔ ایسی حالت میں اگر لیگ امور مباحثہ طے کرلیتی اور ایک ضابطے کا اختراع کرلیتی تو یہ نہایت تعجب کی بات تھی۔ زمانہ حال کے مورخوں کی رائے کیلیئے بوسولٹ ۲ ا ۱۴ سہ دیکھنا چاہیئے۔

بوجہ فضیلت دولت یا علم یا ہنر برتر ہوں + باوجود اس امر کے ملطہ، بائی زنطہ اور
ہالی کارناسوس کے باشندے بہ نسبت اپنے شہروں کے ایتھنز میں رہنا زیادہ
پسند کرتے تھے۔ اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ کسی بات میں کم ہوں۔ انمیں
سے بعض تو اسقدر طاقتور تھے کہ انھوں نے ایتھنز کے خلاف علم بغاوت بلند کیا
اور انہیں کامیابی حاصل کی اور خود جزیرہ رو ڈس نے تو عین دوران جنگ پیلوپونیز
میں اپنے صدر مستقر رو ڈس کی بنیاد ڈالی۔ اور ان حلیف شہروں نے جو
بر اعظم کے کناروں پر آباد تھے باوجود ایتھنز کے دست نگر ہونے کے اپنے
ان ہمسایوں کو جو تہذیب و تمدن میں اسنے کم تھے برابر شائستگی اور تمدن کا سبق
دینا جاری رکھا اور اپنا اقتدار گھٹنے نہ دیا + ان میں سے سب سے زیادہ کارہائے
نمایاں تھر یسی بلدیات کے تھے۔ مگر جب ہم انکا مقابلہ ایتھنز کے حالات سے
کرتے ہیں تو ہم پر یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ ہم انھیں کسی طرح سے ان روشنی کی شعاعوں
سے تشبیہ نہیں دے سکتے جو ایتھنز کی فضا سے نمودار ہوتی تھیں +

ایتھنز نے حلیف اضلاع میں اپنی سیادت اور اثر کو ایک اور طریقے
سے تقویت پہنچائی۔ اسنے بجائے اپوئکیائے یا پرانی طرز کی نوآبادیوں
کے کلیروخیاں یعنی نئی طرز کی نوآبادیاں قائم کرنا شروع کیا +[۱]

---

[۱] کلیروخیوں کیلئے پلوٹارک کی حیات فارقلیس ۱۱ اور ر کرشہوف کی کتاب کلیروخیاں
اور طریق تحصیل خراج (مضامین انجمن علمیہ۔ برلن۔ ۱۸۷۳ء) اور فوکارٹ کی کتاب
"پانچویں صدی ق م کے ایتھنزی نوآبادیاں" دیکھنی چاہئیں + بریا کی نوآبادی کا حال اسکے
نوشتہ ضابطۂ آبادکاری (مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۳۱) سے معلوم ہوتا ہے + مختلف
کلیروخیوں کے حال کیلئے جنکا اس کتاب میں ذکر ہے بوسولٹ کے مفصلۂ ذیل اجزا کا
مطالعہ بہتر ہے :-
۲، ۴۴۳ (ائیون)۔ ۴۰۸ ۳۹ (سکیروس)۔ ۲۵۶ (خرسونیس)، ۳۸۔ ۵۲۰ (لیمنوس
اور امبروس۔ ۵۴۰ استوف، امی سوس، استاکوس۔ اسکے لئے ۱، ۳۲۸ بھی
دیکھنا چاہیئے)۔ ۵۴۲ ۴ (یوبیہ)۔ ۳، ۵۴۴ (ناکسوس، اندروس، بریا)۔

عام یونانی نوآبادیاں تو خود مختار شہر تھے مگر ایتھنزی اور رومن نوآبادیوں کی خصوصیت یہ تھی وہ بیرونی ممالک میں شہریوں کی بستیاں تھیں جنکے افراد بتواتر مادر وطن کے دست نگر رہتے اور جنکے اصل حقوق شہریت میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوتی + ان کا ایتھنز سے بجنسہ وہی تعلق تھا جو میسینہ کو اسپارٹا سے، سوائے اسکے کہ جغرافی نقطۂ نظر سے انکو مادر شہر سے اس درجے قرب حاصل نہ تھا بلکہ اسکے مساکن دور و دراز مقامات پر تھے اور انکا مقصد رومن شہریوں کی طرح محض روتہ ہی پیدا کرنے کے بجائے اپنی سلطنت کی حفاظت کرنا بھی تھا + رومنوں کی طرح وہ بعض مرتبہ سلسلہ وار اضلاع میں جاکر آباد ہو جاتے اور وہاں سلطنت جمہوریہ ایتھنز کے اندر ایک ایسی ہی مملکت کی بنیاد ڈالتے جیسے زمانہ مابعد میں ہجرت اقوام کے دور میں جرمنوں نے رومن شہنشاہیت کے اندر قائم کرلی تھی + کلیروخیوں کا دستور بالکل جداگانہ تھا جسمیں ایتھنز ہی کی طرز پر آرخن، مجلس خاص، ایکلیزیا اور اشترانی گوئے تھے، مگر انکے خاص قسم کے مقدمات ایتھنز ہی میں طے پاتے تھے + اس طرز آبادکاری کا اختراع اسوقت ہوا جب چھٹی صدی ق م کے آغاز میں ہی ایتھنزیوں نے سلامس پر قبضہ کرلیا۔ مگر اسکا زمانہ مابعد کے کلیروخیوں سے فرق یہ تھا کہ سلامس ایتھنز سے اسقدر قریب تھا کہ وہ گویا اٹیکا کا ایک حصہ شمار ہونے لگا + جن کلیروخیوں کا تعلق چھٹی صدی ق م کی تاریخ سے ہے وہ سب تھریسی شہر الیون کے سنہ ۵۰۶ ق م کے ناکام حملے کے بعد

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ لیمنوس اور اندروس کیلئے بوشولٹ (۲، ۲۰) اور کرافٹ کی کتاب "تھریسی خرسونیز کے سیاسی حالات سنہ ۵۶۰ ق م سے سنہ ۴۱۳ ق م تک" (ڈیو بگن سنہ ۱۸۷۷ء) دیکھنا چاہیئے +

باوجودیکہ جب کسی جگہ کے باشندوں کو کلیروخی کیلئے اپنی اراضی حوالے کرنی پڑتی تھی تو (کرتھیوف کے قیاس کے مطابق) عام طور پر خراج کم کردیا جاتا تھا مگر اسکو اصلی باشندے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور ممکن ہے کہ یوبیہ کی بغاوت کا اصل سبب یہ کلیروخیاں ہی ہوں + امفی پولس اور ھفوریئی کی نوآبادیاں اس لئے ناکام ثابت ہوئیں کہ اس میں غیر ملکی عنصر بہت تھا اور یہاں کے نئے باشندوں کی سیاسی حیثیت

قائم ہوئیں اور وہ مفصلہ ذیل تھیں :-
(۱) اسکیروس بزمانۂ کیمون ۔
(۲) تھریسی، خرشونیز، لیمنوس، امبروس، یوبیہ، ناکسوس، انڈروس، بزمانۂ فارقلیس +
(۳) تھریسی بریا
(۴) اسنوپ، امی سس، استاکوس، جنسے ممالک افشین میں ایتھنز کا اقتدار بہت بڑھ گیا ۔
(۵) یوبیہ کی دوبارہ فتح کے بعد شہر ہستائیہ کی جگہ اوریوس کی بنیاد +

ڈنکر کا خیال ہے کہ اس سی سالہ تک جب گویا اسپارٹا نے ایتھنز کی سیادت کا خاتمہ کر دیا ... ۱۵ ایتھنزی اس قسم کے کلیروخیوں میں جاکر آباد ہو چکے تھے + جزائر سکیروس، لیمنوس اور امبروس ایتھنز کی ذاتی ملک قرار دیئے گئے اور چوتھی صدی میں بھی جب ایتھنز کی قوت بالکل زائل ہو چکی تھی یہ جزیرے برابر اسی کے ماتحت رہے اور خود روما نے بھی انھیں اسی حالت میں رہنے دیا + اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نصف صدی سے کچھ ہی زیادہ عرصے میں قریب ... ۱۵ ایسے شہریوں کو جنکی جائداد نہایت قلیل تھی دیگر ممالک میں بھیج کر اراضی کا مالک بنا دیا گیا اور وہ کم از کم زیوگتائی بن گئے + خود اٹیکا میں ایتھنزی شہریوں کا اندازہ ... ۲۰ (یا بیلوخ کے نزدیک ... ۳۵) کیا گیا ہے [۱]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ متذکرہ بالا کلیروخیوں کی سیاسی حیثیت سے بالکل مختلف تھی ۔ اس موضوع کیلئے گرٹیس ۴، ۶ ۔ ۴۰ کا مطالعہ کیا جائے +

[۱] بیلوخ ۶۱، ۴۳ + اس تعداد کے ساتھ ہی اگر ... ۹ میٹوئی بھی ملائے جائیں تو آبادی ... ۴۵ شہریوں تک پہنچ جاتی ہے (ص ۵۳) + آبادی کا اندازہ لگانے کے وقت بیلوخ ان کلیروخیوں کو جو نامکمل حالت میں پھیلی ہوئی تھیں اٹیکا ہی میں شمار کرتا ہے +

آخر میں یہ بتانا ضروری ہے کہ بہ نسبت ان محاصل کے جو زرکسیز نے ایشیائی یونانیوں اور جزائر کے باشندوں سے وصول لئے ایتھنز کے محاصل سے چھے گنے تھے ایرانی محاصل کیلئے کتاب ہذا باب چار کا مطالعہ کیا جائے

اور اگر مملکت اُن کے سوائے ... ۵ ازمینداروں پر جو بیرونی ممالک میں پھیلے ہوئے تھے بھروسہ کر سکتی تھی تو اِس سے اسکی وقعت اور اقتدار میں گونہ اضافہ ہوا ہوگا۔ کلیروخی کے باشندے اسی قبیلے اور دیمے کے اراکین رہتے تھے جسکے وہ ترک وطن کرنے سے پیشتر رکن تھے۔ چونکہ اولین رومن نوآبادیاں سلامس کی آبادکاری کے بعد ہی قائم ہوئیں اسلئے یہ قیاس کہ ان کا اثر رومنوں پر پڑا ہوگا کچھ غلط نہ ہوگا۔

اب یہ سمجھنا دشوار نہیں کہ ایتھنز ہی کو کسقدر حظ اور فائدہ بحری ملازمت اور لیگ کے دستِ نگر بلدیات وہ دورہ کرنے اور وہاں کے باشندوں کی وفاشعاری کے اظہار سے حاصل ہوتا ہوگا۔

اسنادِ متعلق باب ۱۷

سب سے زیادہ اہم چند نوشتے ہیں جنکے اجزا ہم تک پہنچے ہیں۔ یہ دو شقوں میں تقسیم کیئے جا سکتے ہیں۔ یعنی وہ فہرستیں جنہیں ان حصوں کا اندراج تھا جو خراج میں سے اتھینا دیوی پر چڑھایا جاتا تھا (" مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۱ ، ۲۲۶) ۔ اور ۴۲۵ ق م کے تشخیص محاصل (نوشتہائے قدیمہ ۔ ۳۷) ۔ ان سب کو کرشہوف اور کیوہلر نے جمع کر کے اس قابل بنا دیا ہے کہ انسے تاریخ میں مدد لی جاسکے۔

اس موضوع پر خاص خاص کتابیں مفصلہ ذیل ہیں:۔

(۱) کیوہلر، "نوشتہ جات و تحقیقات دربارۂ تاریخ مشارکت دیلوس و اٹیکا"۔ انجمن علمیہ برلن۔ ۱۸۷۹ء۔

(۲) کرشہوف: دیلوسی اٹیکائی مشارکت اپنے حیات کے پہلے دس سال میں ہرمیس ۱۱ ، ۱ وغیرہ۔

(۳) کرشہوف: فہرستہائے خراج ۔ اولمپیاد ۸۵ ، ۲ تا ۸۸ ، ۱ ۔ انجمن علمیہ برلن ۱۸۷۹ء۔

(۴) لیو: آغاز مشارکت دیلوس و اٹیکا - ویسباڈن سنہ ۱۸۷۷ء
(۵) فرانکل: ایتھنزی لیگ کے حالات - وغیرہ - لائپزگ - سنہ ۱۸۷۸ء +
(۶) شتال: "مشارکت ایتھنز" - منشٹر - سنہ ۱۸۸۱ء +
(۷) بوئخ: "مالیات ایتھنز" - تیسری اشاعت +
(۸) گلبرٹ: "قدیمیات یونان" حصہ ۱ +
(۹) بوشولٹ: " " (میئولر ۴، ۲۱۰ وغیرہ)
(۱۰) ژیرو: "شرائط حلفا" - وغیرہ - پیرس سنہ ۱۸۸۳ء +
(۱۱) بوسولٹ: "تاریخ یونان" - جلد ۲ +
(۱۲) گرتیس: " " ۲ - خاصکر صفحہ ۲۴۷ وغیرہ +

حاشیہ نمبر (۱۰) سب سے پیشتر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ ایک اِستاتر کا وزن (جو مختلف یونانی سکوں کی گویا بنیاد ہے) مفصلہ ذیل تھا:-

آئی گینہ کے معیار کے مطابق	۱۹۴	انگریزی گرین
ایرانی " "	۱۷۷	"
بابلی " "	۱۶۹	"
یوبیائی - اٹیکائی "	۱۳۵	"
فنیقی معیار "	۱۱۲	"

اور ایک استاتر کی قیمت مختلف مقامات میں اس درجے مختلف تھی کہ فینیقی استاتر ائی گینہ کے استاتر کے نصف سے کچھ ہی زیادہ تھا - اور گو ایک استاتر دو درہم کے مساوی ہی شمار کیا جاتا ہے مگر فینیقی استاتر بعض مرتبہ صرف ایک درہم کے برابر ہوتا تھا - بابلی اور ایرانی استاتر تقریباً ہموزن تھے اور دونوں ائی گینہ کے استاتر سے ذرا چھوٹے تھے - اس پیچیدگی کی وجہ سے خاص خاص مواقع پر یہ طے کرنا نہایت مشکل امر ہے کہ سکوں کا کوئی خاص سلسلہ کس معیار کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - مطابق ہے + اسی لئے ہیڈ تو بعض سکوں کو ائی گینہ کے معیار کے مطابق بتاتا ہے (صفحہ ۱۱۷)
مگر دیگر مورخین کی رائے ہے کہ گو وہ وزن میں ایرانی معیار سے ذرا کم تھے مگر در اصل اسی معیار سے متعلق تھے + لطف یہ ہے کہ متعدد معیار مختلف شہروں میں یکے بعد دیگرے اختیار کئے جاتے تھے - اسی لئے اکثر مسئلوں کا تصفیہ محض ذاتی رائے پر چھوڑ دینا پڑتا ہے اور معیاروں کے اوزان سے مختلف سکوں اور بلدیات کی تواریخ کا تعین نہایت دشوار امر ہے +

سلطنت ایتھنز میں سونے چاندی اور الکٹرون (مرکب نقرہ و زر) کے سکے ڈھالے جاتے تھے + سونے کا سکہ رائج الوقت ایرانی دارائی تھا (غالباً اس لفظ کا تعلق شاہ داریوش سے نہ تھا ("دارا" کے معنی محض شہنشاہ کے ہیں - آجکل بھی ایران میں ایک سکہ رائج ہے جسے "شاہی" کہتے ہیں - مترجم) الکٹرون ایشیاء کوچک میں مسکوک کیا جاتا تھا اور ایتھنز اور بہت سے اور شہروں میں چاندی کے سکے رائج تھے + اب ہم سلطنت ایتھنز کا مفصل حال بیان کرینگے اور ان شہروں کا شمار کرینگے جہاں ہمارے علم میں سکے ڈھالے جاتے تھے +

ایتھنز میں ۱۰ درہم، ۴ درہم، ۲ درہم، درہم ۳ اوبول، ۱½ اوبول، اوبول، ½ اوبول چاندی کے تھے اور انکے ایک طرف ایتھینا دیبی اور دوسری جانب ایک الو کی تصویر تھی - اسی لئے انھیں کوراٹے ("زاغی") یا گلاوکیس ("بومی") کہتے ہیں - عجیب بات یہ ہے کہ فنون لطیفہ کی ترقی کی مناسبت سے ان تصاویر کی خوبصورتی میں ترقی نہیں ہوئی اور اتھینا دیبی کی تصویر اپنی قدیم طرز پر بے ڈھنگی ہی رہی - اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ سکوں کا عام انداز برابر وہ ہی رہا جو قدیم زمانے میں تھا - یہ سکے غالباً غیر یونانی اقوام میں بہت ہر دلعزیز تھے اور وہ یہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان میں کسی قسم کی تبدیلی کی جائے - اس قسم کے تعصب کی مثال آجکل کے زمانے میں بھی مشرقی افریقہ میں مل سکتی ہے جہاں ماریا ٹیریزا کا ڈالر اسوقت تک رائج ہے + ارسطوفانیس کی ناٹک "غوکان" (۲۰) سے قدما نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ جنگ پیلوپونیز میں ایتھنزی سونا ڈھالتے تھے - مگر ہیڈ (۳۱۳ / ۴ ۳۱) کی رائے میں یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا + بہرحال اس دور میں سکے بنانے میں بے پروائی ہونے لگی اور اتھینا کے سر کی وہ قدیم حالت قائم نہ رہ سکی +

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ یوبیہ میں مخصوص یوبیائی معیار عرصہ دراز سے رائج تھا اور اسی کو زمانہ مابعد میں ایتھنز اور کورنتھ نے بھی اختیار کر لیا ۔ مگر سلطنت ایتھنز کے زمانے میں صرف تین شہروں یعنی کارستوس، خالکس اور اریتریا میں ٹکسالیں تھیں ۔ اور جب یوبیہ سلطنت سے علٰحدگی کی ۴۴۵ ق م میں کوشش کی تو یہ ٹکسالیں بھی بند ہوگئیں ۔

اس بغاوت کے فرو ہونے سے چونتیس سال تک ایتھنز نے اسکو سکے بنانے کی اجازت نہیں دی مگر ۴۱۱ ق م میں وہ دوبارہ باغی ہوگیا اور یوبیائی لیگ کی طرف سے علٰحدہ سکے ڈھلنے لگے جن پر لفظ "یوبوئے" کندہ تھا ۔

موجودہ معلومات کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جزائر ایجین میں صرف جزیرۂ سفنوس ہی ایسا تھا جہاں ٹکسالیں تھیں اور اس جزیرے ہی میں سونے اور چاندی کی کانیں بھی پائی جاتی تھیں (ہیڈ ۴۱۹ ۔ ہیرودوٹس ۳، ۵۷) ۔ اس جزیرے کے بعض سکے تو اٹیکائی معیار کے مطابق ہیں اور بعض آئی گینہ کے معیار سے متعلق، اور آئی گینہ کا معیار ہی نہ صرف جزائر میں بلکہ جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں سوائے کورنتھ کے باقی تمام ارض یونان میں رائج تھا ۔

آئی گینہ میں بھی جو اس زمانے میں ایتھنز کا باجگزار حلیف تھا برابر اس کے مخصوص سکے "خیلونائی" رائج رہے (ہیڈ ۳۳۲) ۔ جب ۴۳۱ ق م میں وہاں کے باشندے ملک بدر کر دئیے گئے تو سکے ڈھلنا بھی بند ہوگیا ۔

ہیڈ کی رائے ہے کہ جزیرہ نمائے خالکدیس میں ائی نیہ، پوتیدیہ، مینڈے، سکیونے، اولنتھوس، تیرونے اور اکانتھوس میں یوبیائی معیار کے سکے بنتے تھے ۔ مگر ۴۲۴ ق م میں غالبًا براسیداس کی مداخلت کے بعد انھوں نے بجائے یوبیائی کے فنیقی معیار اختیار کر لیا اور یہی مقدونیہ میں بھی عام طور پر رائج الوقت ہوگیا اور پانچویں صدی ق م میں خود مقدونی بادشاہ بھی اس کے مطابق سکے ڈھالنے لگے ۔ دریائے اسٹریمون کے کنارے پر صرف ترا گی لوس (؟) ہی ایسا شہر ہے جہاں فنیقی اوزان کے چھوٹے چھوٹے سکے ڈھالے جاتے تھے (ہیڈ ۱۹۰) ۔

تھریسی ساحل کے شہروں میں ابدیرا، دکائیا (جسکا ابدیرا سے دیرینہ تعلق تھا)، مارونیہ اور ائے نوس کے سکے اس وقت تک موجود ہیں جنمیں سے مارونیہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ اور ائے نوس کے سکے تو یوبیائی اٹیکائی معیار کے مطابق بنائے گئے ہیں اور باقی تین شہروں کے سکوں میں فینیقی معیار قائم رکھا گیا ہے۔ یہ امر ضرور قابل لحاظ ہے کہ ابدیرا اور مارونیہ کے سکوں پر عمال کے نام کندہ ہیں۔ یہ یونان میں اپنی طرز کی پہلی مثال ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے باشندوں میں جمہوری احساس ضرور تھا مگر اشرافی حکومت کی طرف زیادہ میلان نہ تھا۔ فون سالیٹ کہتا ہے کہ چونکہ ائے نوس کے سکوں پر وہاں کے عمال کے نام کندہ ہیں اسلئے وہاں کی طرز حکومت عدیدیت لئے ہوئے تھی۔ مگر یہ لازم نہیں۔ (ہیڈ ۱۲۴)

اندرون تھریس کے اضلاع کا ایک چار درہم کا سکہ سیتارادوکوس اول (ق ۴۳۰ تا ۴۲۴ ق م) کے زمانے کا ہے (ہیڈ ۲۳۹) اور چند دو درہم کے سکے سیوتھیس اول کے (جنپر "سیوتھاکوما یا سیوتھا آرکیریون" (سکہ سیوتھیس یا "نقرۂ سیوتھیس") کندہ ہے) موجود ہیں۔ یہ سکے اٹیکائی معیار کے مطابق ہیں اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ تھریس میں ایتھنز کا معتدبہ اثر ہوگا جزیرہ تھاسوس بابلی معیار کا تابع تھا اور یہ معیار ساحلی اضلاع پانگائیا اور ایماتھیا میں مروج تھا مگر اسکا استاتر نسبتاً ہلکا ہوتا تھا۔ استاتر کے وزن میں ایتھنزی سیادت کے زمانے میں متواتر کمی ہوتی گئی یہانتک کہ وہ بالکل اٹیکائی استاتر کے برابر ہوگیا۔ جب تھاسوس ایتھنز سے ۴۱۱ق م میں علحدہ ہوا تو اسنے خالکدیسی شہروں کی طرح فینیقی اوزان استعمال کرنا شروع کردئے۔ اور ہیڈ (۲۲۷) اس دور کے ایک تھاسوسی سکے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے اسکی ساخت میں اتنی ہی مہارت دکھائی گئی ہے جتنی شاید خود فدیاس دکھاتا۔

یہ قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ تھریسی خرسونیز اور شہر خرسونی سوس کے بعض سکے اسی زمانے سکے ہیں۔ جن سکوں کو میں ملتیادیس کی طرف منسوب کرتا ہوں انکے لئے اس کتاب کا باب ۱، حاشیہ ۱۱ دیکھنا چاہیئے۔

ابتدا میں ایولونیا (پونتوس) کی طرح سلیمبریا کے سکے ایرانی معیار کے مطابق تھے مگر بعد میں اسنے اٹیکائی معیار اختیار کرلیا۔ اس کے برعکس خود پونتوس کے شہر میسمبریا میں ۴۱۵ق م کے بعد اٹیکائی معیار کے مطابق سکے ڈھالے جاتے تھے۔

پانتی کاپیم کے طاقتور شہر کا ایتھنز سے عرصۂ دراز سے تعلق تھا اور چونکہ ممکن ہے کہ وہاں کے اشکیپٹ قوم کو ایتھنزی سکے پسند آگئے ہوں اس لئے پانچویں صدی ق م تک ایتھنزی سکے ہی وہاں مروج تھے اور خود شہر میں مطلق سکے نہ ڈھالے جاتے تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - تجارت کا مرکز اسقوف تھا اور اس شہر میں جو معیار قائم تھا وہ فینیقی یا ایٹکائی معیار سے ذرا کم تھا اور وہاں کے دو فینیقی درہم آئی گینہ کے ایک درہم کے برابر ہوتے تھے (ہیڈ ۴۳۳ تا ۴۴۴)

اب مغرب کی جانب چلئے اور ایشیائے کوچک کے شہر شمار کیجئے + اقشینی ہرقلیہ میں ۴۱۵ ق م سے پیشتر سکے ڈھالے نہ جاتے تھے مگر اسکے بعد وہاں اسقوف کے سکوں کے ہم وزن سکے بننے لگے + خالکدون میں ایٹکائی معیار کے پانچویں صدی ق م کے جزو آخر میں بنے ہوئے سکے اسوقت تک موجود ہیں + شہر بائی زنطہ میں ۴۱۶ ق م سے پیشتر صرف لوہے کے سکے رائج تھے سونا اور چاندی اسوقت تک مسکوک نہ ہوا تھا (ہیڈ ۲۲۹) + اشترابو کا قول ہے کہ گو استاکوس میں ۵۲۳ ق م میں ہی اینھنزی نو آبادی قائم ہوگئی تھی مگر پھر بھی پانچویں صدی ق م میں اس کا معیار وہی ایرانی ہی رہا + ان تمام تمثیلات سے یہ واضح ہوگیا کہ باسفورس کے ایشیائی ساحل پر اینھنزی اثر تھا تو ضرور مگر غالب نہ تھا +

کی زکوس معاملات زر کے ضمن میں نہایت اہم شہر ہے - اس میں پانچویں صدی میں سب سے پہلے سکے ڈھالے گئے (ہیڈ ۴۲۹) - اسکے استاتر اور ہیکتائے تو الکترون کے تھے اور سونے کے سکے کی جگہ خالص سونے کے ایرانی دارائیاں چلتی تھیں جو پانچویں اور چوتھی صدی ق م تک کے طلائی سکوں میں سب سے زیادہ ممتاز تھیں اور اسوقت تک متواتر رائج رہیں جب فیلقوس شاہ مقدونیہ نے مقدونوی طلائی زر کو رواج دیا + یہاں کے سکوں کا ذکر اکثر اینھنزی نوشتوں میں آتا ہے اور ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت خوبصورت تھے اور مختلف طرز کے تھے - ان کی بابت بہترین تذکرہ کیپٹن گرین وال کی کتاب "کی زکوس کے الکترون کے سکے" میں ہے جس سے یہ عجیب و غریب واقعہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے باشندے اپنے سکوں پر دیگر بلدیات مثلاً گیلا اور پوسیڈونیا کی مہریں کھدواتے تھے + یہاں کے اور لیمپسکس اور فوکائیا کے استاتر کا وزن ۲۵۰ گرین تھا مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایونیہ کے بہت سے شہروں کے قدیم الکترون کے سکے اور لمپساکوس اور ابی دوس کے سکوں کے اوزان ان سے مختلف تھے +

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ لمپساکوس کے الکٹرونکے سکوں کا ابتدا میں تو وہ ہی معیار تھا جو ملطہ کا تھا (۲۲۰ گرین) مگر پانچویں صدی ق م میں یہ ۲۳۲ گرین کے ہوگئے (ہیڈ ۲۵۶) کیزی کوس کی طرح اٹیکائی نوشتوں میں یہاں کے خوبصورت استاتروں کا بھی ذکر ہے۔ اور درآنحالیکہ چاندی کے سکے سنہ ۵۰۰ ق م سے پیشتر فینیقی معیار کے مطابق مضروب کیئے جاتے تھے مگر اسکے بعد ایرانی معیار ہی ملحوظ رکھا گیا +

چھٹی صدی ق م میں ابی دوس میں الکٹرون ملطہ کے معیار کے مطابق مضروب ہوتی تھی مگر پانچویں صدی ق م اسکے سکے ڈھلنے بند ہو گئے اسلیئے کہ غالبًا اس شہر کی اہمیت لمپساکوس سے کم ہو گئی مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس صدی میں چاندی ضرور ایرانی اوزان پر مضروب کی جاتی تھی +

ہیڈ (۴۷۰) کا خیال ہے کہ پانچویں صدی ق م میں بھی مثل چھٹی صدی ق م کے کیبرینے میں الکٹرون کے ہیکتائے ڈھالے جاتے تھے اور داردانوس میں (۴۷۱) الکٹرون کے ہیکتائے فوکائیا اور کیزی کوس کے اوزان پر اور استاتر ملطہ کے معیار کے مطابق مضروب کیئے جاتے تھے اور چاندی کے سکوں کیلیئے ایرانی وزن کا خیال رکھا جاتا تھا + سکیپسس میں چاندی کی کانیں تھیں اور وہاں چاندی کے سکے ڈھالے جاتے تھے جو غالبًا ایرانی معیار کے مطابق ہوتے تھے (ہیڈ ۴۷۲)

متی لنہ اور فوکائیہ کے درمیان جو عہدنامہ موخرالذکر شہر کے سکوں کی بابت غالبًا سنہ ۴۰۰ ق م میں ہوا تھا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لیسبوس اور فوکائیہ میں الکٹرون کے ہیکتائے مضروب ہوتے تھے (اسکے لیئے لنورمان کی کتاب "سکہ جات قدیمہ" ۲، ۲۶ اور ہیڈ کی کتاب صفحہ ۴۸۴ دیکھنی چاہئیں + اسکے سوا متی لنہ میں چھوٹے چھوٹے چاندی کے سکے، یعنی ثمنا یا لوبیائی اٹیکائی درہم (ہیڈ ۴۸۸) اور لیسبوس میں ایسے سکے بھی ملے ہیں جنہیں صرف ۴۰ فیصدی چاندی ہے اور جو عام طور پر "کانسے کے سکے" کہلاتے ہیں۔ یہ غالبًا خوردے کیلئے استعمال ہوتے تھے (لینورمان ۱، ۱۹۷ - ہیڈ ۴۸۳) +

چھٹی صدی ق م میں ایونیہ میں الکٹرون کے سکے رائج تھے اور ملطہ انکا گویا مرکز تھا + یہاں کا استاتر لدیہ کی معیار کے مطابق ۲۲۰ گرین کا تھا اور فوکائیہ، لیسبوس

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ اور کیزیکوس سے بقدر ۴۰ یا ۵۰ گرین چھوٹا تھا مگر کلازومینائے ، ایریتھرائے ، خیوس ، ایفی سوس ، ساموس اور ایولیائی شہر داردانوس اور کیوسے اور ہالی کارناسوس کے سکوں کے ہموزن تھا ۔ ہمارے پاس ۲۷۰ گرین کا ایک اسٹاتر بھی ہے جو ایجی نیٹہ کے معیار کے مطابق تھا اور یہ اسٹاتر ہیڈ کی رائے میں سنہ ق م سے بعد کا نہ ہوگا ۔ بہرحال پانچویں صدی ق م میں ملطہ کے الکٹرون کے سکے مضروب ہونا تو بند ہوگیا مگر فوکائیا میں ہیکتائے ڈھالے جاتے رہیں اور اسٹاتر کا ذکر بھی پڑھنے میں آیا ہے ۔ الکٹرون کے یہ تمام سکے اتنے ہی مروج تھے جتنے کیزیکوس کے ۔

پانچویں صدی خاص طور پر ایونیائی شہروں کے چاندی کے سکوں کے لئے ممتاز تھی اور صرف ملطہ ہی ایسا شہر تھا جس نے غالباً اس وجہ سے اسکے ایتھنز کے ساتھ نہایت عمدہ تعلقات تھے اس صدی میں کوئی چاندی کا سکہ نہیں ڈھالا ۔ جن شہروں میں چاندی کے سکوک ہوئی مثلاً خیوس میں اور قریب کی ساحلی بستیوں میں مثلاً کلازومینائے ایریتھرائے اور ایفی سوس میں فنیقی معیار کا خیال کیا جاتا تھا ۔ اسی معیار کا خود ساموس میں بھی لحاظ تھا مگر اسکے سکوں کے چند خصوصیات ہیں جو دیگر بلدیات میں نہیں پائی جاتیں ۔ کلازومینائے میں اٹیکائی معیار کے مطابق سکے ڈھلتے تھے اور تیوس میں ابتداہی سے ایجی نیٹہ کے معیار کے مطابق عمل ہوتا تھا اور سنہ ۴۰۰ ق م کے بعد فنیقی اوزان اختیار کر گئے ۔ کولوفون اندرون ملک میں واقع تھا اور اسنے ایرانی نمونے کا تتبع کیا ۔ خیوس کا دو درہم کا سکہ نہایت وزنی تھا یعنی اسمیں بجائے ۱۱۲ گرین کے ۱۲۳ گرین بلکہ بعض مرتبہ ۱۳۰ گرین تک چاندی ہوتی تھی ۔ ساموسی سکوں کا وزن ساموس کیلئے ہی مخصوص تھا مگر پ ، گارڈنر اپنی کتاب "ساموس اور ساموسی سکے" صفحہ ۵۲ میں بالکل صحیح لکھتا ہے کہ سوائے اسکے کہ یہاں بجائے ۲۰۲ گرین کے ۲۰۴ گرین کے سکے ڈھالے جاتے تھے باقی فنیقی معیار کا تتبع ہی لازم ہوگا ۔ بہرحال ۴۳۹ھ میں ساموس کو شکست ہوئی اور اسکے بعد ساموس کے سکے اٹیکا کے سکوں کے ہموزن بننے لگے ۔ ان سکوں کی شبیہ سے ان کی تاریخ ضرب کا اندازہ ہوتا ہے ۔ ان پہ زیتون کی شاخ بنی ہوئی ہے جن پر الفاظ "سا" اور "ایتھنز" کندہ ہیں اور جنکا ذکر پہلی مرتبہ بوریل اور بعد میں کرتیس نے اپنی "تاریخ یونان" (۶۲۔ ۸۲۹) میں کیا ہے ۔ کارلونز کی تصنیف صفحہ ۴۶ دیکھنا چاہیئے ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - اسکی رائے ہے کہ شل بہت سے اور سکوں کے یہ بھی دوسری مرتبہ مضروب ہوا تھا - کاریہ کے سکوں کے اقسام غالبًا ایونیہ کے سکوں سے بھی زیادہ ہیں + جزیرہ رودوس کے مقابل ساحل پر شہر استیرا میں بابلی معیار کی مطابقت کیجاتی تھی مگر وہاں کا استاتر بجائے ۱۶۹ اگرین کے صرف ۵۰۵-۱۵۹ اگرین کا تھا (ہیڈ ۵۲۱) + کنیدوس اور اسکے سامنے والے جزیرہ سامیں ائی گینہ کے اوزان کا تتبع کیا جاتا تھا - مگر جب ۴۱۲ق م میں کینڈوس نے ایتھنز کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو اس نے فنیقی اوزان ہی اختیار کر لئے + شہر کامروس کے سکے بھی جو رودوس کے مغربی ساحل پر واقع تھا ائی گینہ ہی کے نمونے پر ڈھالے جاتے تھے مگر بلدیات یالی سوس اور لندوس جو جزیرے کے شمال و مشرق میں واقع تھے فنیقیہ کا تتبع کرتے تھے + ان ہی کی طرح ہالی کارناسوس نے بھی جہاں غالبًا اس سے پیشتر چاندی مسکوک نہ ہوتی تھی فنیقی اوزان اختیار کر لئے مگر جزیرۂ کوس میں اٹیکائی معیار کے مطابق سکے بنتے تھے اسلئے کہ اسکے تعلقات ایتھنز کے ساتھ نہایت گہرے تھے - یہ امر خاص طور پر قابل غور ہے کہ کاریہ اور تھریس دونوں میں ایتھنز سے علٰحدگی کے موقعے پر فنیقی معیار اختیار کیا گیا اور اسے ہی فیلقوس اور سکندر اعظم نے خود مقدونیہ میں رواج دیا (ہیڈ ۱۹۶ - ۱۹۷) + ترمرا کے شاہی سکے غالبًا پانچویں صدی کے ابتدائی حصے کے ہیں (ہیڈ - ۵۳۲)

لسیہ کا شہر فاسےلس کے سکے جو ایتھنز ی لیگ کے شہروں میں سب سے مشرق میں واقع تھا ایرانی معیار کے مطابق ہوتے تھے - مگر اسکے برخلاف خاص خطۂ لسیہ کے سکے بابلی اوزان کے مطابق بنائے جاتے تھے مگر کہیں کہیں وہ یوبیہ کے معیار پر بھی اتر آتے تھے +

اس بیان کے آخر میں ہکو یہ کہنا ہے کہ مشطاکلیس نے مگنیشیہ میں ایٹکائی دودرہم کا سکہ مسکوک کیا +

امور بالا کا لحاظ کر کے ہم مفصلۂ ذیل نتائج اخذ کر سکتے ہیں :-

(۱) سونے کے سکے تو زیادہ سے زیادہ صرف ایتھنز میں پائے جاتے ہیں اور وہ بھی نہایت درجے کمیاب ہیں +

(۲) فنیقی معیار کے مطابق الکترون کے سکے کیز کوس، لیسبوس اور فوکائیا میں پائے جاتے ہیں - لمپساکوس کے اوزان ذرا مختلف ہیں -

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ (۳۲) چاندی کے حسب ذیل اقسام کے سکے پائے گئے ہیں۔

معیار ائی گینہ:۔ ائی گینہ، تیوس، کنیدوس، خرسونیز، کاہروس +

معیار ایران:۔ پونتوسی اپولونیا، داردانوس، سکیپسیس، لمپساکوس، ابی دوس، کولوفون، فاسےلس +

بابلی معیار:۔ تھاسوس، استیرا، لسبیہ +

یوبیائی اٹیکائی معیار:۔ ایتھنز، خالکدیس، ائی نوس، تھریس، تھاسوس، سیلیمبریا، خالکدون، ایسبوس، کلازومےنائے، ۴۳۹ ق م کے بعد ساموس، کوس، لسبیہ +

فنیقی معیار:۔ مارونیہ، دکائیا، ابدیرا، کلازومےنائے، ایریتھرائے، خیوس، ساموس، یاسوس، لنڈوس + خالکدیس کے شہروں اور تھاسوس نے بھی بغاوت کے بعد یہی معیار اختیار کر لیا تھا۔

ان سکوں کے سوا ایرانی داریائیاں بطور سونے کے رائج الوقت سکوں کے عام طور پر استعمال کی جاتی تھیں + تانبے کے سکے سب سے پہلے جنگ پیلوپونیز کے اختتام پر ایتھنز میں مضروب کئے گئے (ہیڈ ۳۱۵) اور اسی زمانے میں غالباً مشرقی یونان میں رائج ہوئے +

اس سے یہ ظاہر ہے کہ سکوں کے اقسام غیر معمولی طور پر زیادہ نہیں ہیں + صراف ہر جگہ موجود تھے اور بٹہ لیکر ایک شہر کے سکوں کو دوسرے شہر کے سکوں میں تبدیل کر دیتے تھے۔

یہ عام کلیہ سمجھنا چاہیئے کہ ایتھنزیوں کی خواہش تھی کہ اپنے چاندی کے سکوں کو دیگر بلدیات میں رائج کریں۔ مگر انھوں نے کسی کا حق ضرب سلب نہیں کیا اسلیئے کہ حلفا (اندرونی معاملات میں) بالکل خودمختار تھے + اسکے ساتھ ہی یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہر ذی اختیار ریاست کیلئے ضروری تھا کہ وہ سکے بھی ڈھالے اور ابتدا میں تو صرف وہی ریاستیں سکے ڈھالتی تھیں جنکے پاس چاندی کی وافر مقدار تھی اور ایسی ریاستیں تعداد میں بہت کم تھیں + یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یوبیہ اور ائی گینہ میں اسقدر چاندی کہاں سے آگئی کہ وہاں کے باشندے خود اپنے سکے مضروب کرنے لگے۔ اسکے متعلق ہم صرف یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ لئوریوں کا خطہ ایک طرف یوبیہ اور ائی گینہ کے درمیان واقع تھا اور غالباً ان خطوں کو وہاں سے بہ نسبت ایتھنز کے زیادہ چاندی ملتی ہوگی + جزائر کیکلادیس میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - صرف سفنوس ہی ایسا جزیرہ تھا جہاں دو ریاست ایتھنز میں چاندی سکوک ہوتی تھی اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بہ نسبت ایشیائے کوچک اور تھریس کے یہ جزیرے ایتھنز کے زیادہ دست نگر تھے اور بظاہر محض ملطہ ہی ایسا جزیرہ تھا جو اپنے آپ کو بالکل ایتھنزی شمار کرتا تھا +

باب اٹھارہ

ایتھنز بعہد فارقلیس

یونان کی رہبری کا مسئلہ -

ایتھنز سنے ایک ایسی شہنشاہی کی بنا کی بھتی جو نہ صرف وسیع بھتی بلکہ اس میں نفیس اور نادر بلدیات بافراط موجود بھتے اور جسمیں ایک خاص خوبی یہ بھتی کہ اسکے مختلف اجزا کے درمیان دیگر ممالک حائل نہیں بھتے بلکہ یہ سب بلدیات سمندر کے واسطے سے متحد ہو گئے بھتے + یہ ممکن بھتا کہ ایتھنز اپنی قسمت کی یاوری پر قانع ہو جاتا مگر ان مملکتوں کے جنکو اپنی طاقت اور قوت پر ناز ہوتا ہے + اور جنکے لئے قدرت کوئی بیرونی سرحد متعین نہیں کرتی یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی سرحد کو وسعت دینے کی کوشاں رہتی ہیں - اور چونکہ ہم کو یہ غلط خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ جیسے جیسے انکے حدود وسیع ہو جائینگے ویسے ہی شہنشاہی کی حفاظت بھی آسانی سے ہو سکیگی اس لئے جسقدر دشمن انکے سدراہ ہوتے ہیں اتنا ہی انکے شوق وسعت میں ترقی ہوتی ہے + یہ ہی وہ اسباب بھتے جن سے ایتھنز ارض یونان میں اپنے حدود وسیع کرنے کے درپئے رہتا بھتا - مگر اسکو علم بھتا کہ اگر براہ راست اسکی کوشش کی گئی تو اسکے مخالفین کے جوش کی آگ اور بھی زیادہ بھڑکے گی اور اسکی مطلب برآری نہ ہو سکیگی اور اگر وہ دوریائی مملکتوں میں (جو اسپارٹا کی جانبدار بھتیں) غیر دوریائی عناصر پر اثر ڈالے گا تو یقیناً اسپارٹا کو خبر ہو جائیگی اور وہ اپنی حفاظت کیلئے مستعد ہو جائیگا + اسکے ماسوا پیوٹیہ کی طرح وہ مملکتیں جو دوریائی انسل نہ بھتیں صرف ایسی حالت میں ایتھنز کی ہمنوا ہوتی بھتیں جب انسے اسپارٹا سے صریح دشمنی ہوتی + ان تمام وجوہ کی بنا پر یہ ناممکن بھتا کہ ایتھنز کبھی تمام یونان کا

سیاسی مستقر بن جائے[۱] +

۱۔ اس کتاب کے پڑھنے والوں پر عیاں ہو گیا ہوگا کہ اس میں عام یونانی طرز عمل یا قومی آرزوؤں اور امیدوں کے
باب میں یا ان لوگوں کی تعریف و توصیف میں کچھ نہیں لکھا گیا جنکے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں
نے ارض یونان کو متحد کرنے کی کوشش کی ۔ اس ظاہری نظر اندازی کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے
استدلال سے یہ خطرہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ سیاسی حالات اور واقعات و امکانات قدیم یونان سے
وابستہ ہو جائینگے ۔ درانحالیکہ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پانچویں صدی ق م کے یونانیوں کا سیاسی
تخیل شہری مملکتوں (پولیس) سے آگے نہیں بڑھا ۔ انکے نزدیک زیادہ سے زیادہ دو کسی پولیس کے سیاسی اقتدار کی توسیع
میں صرف یہ گنجایش تھی کہ وہ دیگر بلدیات پر قابو پا جائے مگر کسی ایسے بلدیے کو اپنی سیاسی شخصیت
کا جزو بنانا قوی سے قوی شہر کیلئے بھی بالکل ناممکن تھا + اس قسم کا قابو ایتھنز کو حاصل ہو گیا تھا
مگر جب اسپر پیلوپونیزیوں کا حملہ ہوا تو یہ اقتدار قائم نہ رہ سکا + اسکے برعکس پیلوپونیزیوں نے
ایک لیگ بنائی جو دوسروں کو تو مغلوب کر سکتی تھی مگر خود اپنے بچاؤ کی قابلیت نہ رکھتی تھی + بوجوہات
ہذا اتفاق اور اتحاد کی صرف ایک ہی صورت تھی کہ کیمون اور کالیکراتی دیس کی آرزو کے مطابق
ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان ایک محالفہ ہو جائے مگر مثل دیگر بین قومی معاہدوں کے یہ بھی
دیرپا نہ تھا + پائدار اور مضبوط بندش صرف اسطرح ممکن تھی کہ مفتوحہ شہر دشمن جابجا لشکر متعین
کیئے جائیں ۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ اسپارٹا ایتھنز کو اسطرح قابو میں نہ رکھ سکا اور جب ایتھنز
مغلوب ہو گیا تو اسپارٹا نے وہاں لشکر رکھنے کی کوشش بھی نہیں کی ۔ غرض یہ ہے کہ جب تک
یونانیوں میں یونانی خون موجزن تھا اسوقت تک یہ ممکن نہ تھا کہ ایتھنز ہی اس طرز عمل کا آغاز
کریں اور پیلوپونیز کو اپنی ماتحتی میں رکھیں + ایک حقیقی متفقیت صرف اسی وقت قائم ہو سکتی ہے
جب مختلف مملکتوں کے وکلا کو مکمل سیاسی اختیارات سپرد کر دیئے جائیں ۔ مگر پانچویں صدی
ق م کی یونانی ریاستیں ایسے سیاسی بندوبست کو نہایت تعجب کی نگاہ سے دیکھتی تھیں جمیں کوئی
مملکت اپنے اختیارات قربان کر دے ۔ اور وکلا کی تجاویز اسوقت تک قابل نفاذ نہیں سمجھی
جاتی تھیں جبتک کہ مختلف مملکتوں نے انھیں فرداً فرداً منظور نہ کر لیا ہو + حقیقت یہ ہے کہ
یونانیوں نے کبھی ایسے اتفاق کی خواہش نہیں کی جسکی زمانہ حالیہ کے قریب قریب ہر ایک قوم
آرزومند ہے ۔ اور ہمیں یہ کلیہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ قدیم یونان میں قومی اتحاد صرف کسی بیرونی

مگر کیا کسی دوسرے طرز سے بھی ایتھنز یونان کا سردار نہیں بن سکتا تھا؟ اس کا جواب فارقلیس کے عہد میں اسوقت دیا گیا جب ایتھنز نے سیادت یونان حاصل کرنے کی کوشش کی جسے پلوٹارک مفصلہ ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"جب اسپارٹا کو ایتھنز کی روز افزوں قوت اور اقتدار ناگوار ہونے لگا تو فارقلیس نے چاہا کہ لوگوں پر ایتھنز کی اہمیت اور بھی زیادہ آشکارا ہو جائے اور اسنے عوام ایتھنز سے ایک تجویز منظور کرائی جسکا ماحاصل یہ تھا کہ یورپ اور ایشیا کے تمام چھوٹی اور بڑی یونانی مملکتوں کے شہری اپنے اپنے نمائندے ایک کانگریس ایتھنز میں بھیجیں جو ایتھنز میں منعقد ہو اور ان سے ان معبدوں کی بحالی کے متعلق استفسار کیا جائے جو ایرانیوں نے برباد کر دیئے تھے اور ان قربانیوں اور چڑھاووں کی بابت مشورہ کیا جائے جنکی یونانیوں نے اسوقت منت مانی تھی جب ایشیائی حملہ آور سرزمین یونان میں موجود تھے۔ اسکے سوائے چونکہ یہ بھی ضروری تھا کہ یونانی بہ اطمینان کامل سمندر پر سفر کر سکیں اسلیئے فارقلیس نے یہ خواہش کی کہ حملہ بحری سال بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) خطرے کے مقابلے کے وقت ممکن تھا۔ اس قسم کا خطرہ جنگ ایران کے سال ہا سال بعد تک نہیں پیدا ہوا اور نہ تو یونانیوں نے اتحاد کی کوشش وقت پر کی اور نہ اسکی کبھی تکمیل ہوئی۔

سلطنت ایتھنز کی بنیاد اس اصول پر تھی کہ لیگ شکست نہیں ہو سکتی اور جو ریاستیں اس سے علیحدہ ہونا چاہیں وہ غدار شمار کی جائیں مگر ظاہر ہے کہ سوائے ایتھنز کے کسی حلیف ریاست نے اس عجیب و غریب اصول کو تسلیم نہیں کیا۔ بجنسہ اسی قسم کا مسئلہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں شمالی ریاستوں اور جنوبی "شراکتی" ریاستوں کے درمیان مابہ النزاع تھا۔ اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خود ہمارے زمانے میں ایک اتحاد کے اراکین نے جنکے حقوق بالکل مساوی تھے اور جنکی آرا کا ہر ایک معاملے کے تصفیئے کیلیئے پورا لحاظ کیا جاتا تھا یہی نظریہ پیش نگاہ رکھا ہے کہ ہر ایک رکن کو اجازت ہونی چاہیئے کہ جب چاہے متفقیت کی رکنیت سے علیحدہ ہو جائے تو ہم نہایت آسانی سے یہ تصور کر سکتے ہیں کہ پانچویں صدی ق م کے یونانیوں کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ یکجا ہو کر ایک مملکت قائم کریں

اسی کانفرنس میں طے پا جائیں + ان امور کی قرارداد کیلیئے اسنے دونوں براعظموں کی تمام بڑی چھوٹی مملکتوں کے وکلا ایتھنز میں طلب کیئے اور اس مقصد کی تکمیل کیلیئے بیس ایسے ایتھنزی سفیر اطراف یونان کو روانہ کیئے گئے جنکی عمر پچاس سال سے متجاوز تھی، انمیں سے پانچ سواحل و جزائر ایشیا، پانچ ہیلیسپونٹ و تھریس مع بائی زنطہ، پانچ بیوتیہ، فوکس اور پیلوپونیز اور لوکرس، اکارنانیہ اور امبریسیہ اور پانچ یوبیہ، اوئتیہ اور خلیج مالیہ اور فطیہ کے اکائیائیوں اور تھسالویوں کے پاس روانہ کیئے گئے + مگر چونکہ پیلوپونیزی اس کانفرنس کے اصول ہی کے مخالف تھے اسلیئے اس تگ و دو کا کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا + اس تحریک کے پیش کرنے میں ایتھنزی مدبروں نے نہایت ہوشیاری کی چال چلی تھی + ایتھنز کو اپنی پرہیزگاری اور اتقا پر ناز تھا اور اسی لیئے یہ تحریک مذہبی رنگ میں رنگی گئی تھی ظاہر ہے کہ اگر اسپارٹا اسے تسلیم کر لیتا تو تمام یونانیوں کا ایتھنز ہی کو اپنا مذہبی پیشوا مان لینا کچھ بیجا نہ ہوتا + افسوس ہے کہ اس واقعے کی صحیح تاریخ کا پتہ چلنا دشوار ہے۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ یہ تجویز سنہ ۴۴۴ ق م کے موسم خزاں میں منظور ہوئی تھی۔ مگر اس سنہ کے مان لینے میں یہ دقت پیش آتی ہے کہ ایسی تحریک صرف اسوقت کی جا سکتی تھی جب ایتھنز کو کافی اقتدار حاصل ہو اور بلاشبہ سنہ ۴۴۴ ق م میں ایتھنز کو اسدرجہ اقتدار ہرگز حاصل نہ تھا + پلوٹارک کے بیان مفصلۂ بالا کے ابتدائی الفاظ سے یہ ہرگز نہیں پتہ چلتا کہ یہ تیس سال کے امن کے بعد کا واقعہ ہے۔ اور اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ "ایتھنز کی روز افزوں قوت" محض ادبی مبالغہ آمیزی کا شگوفہ ہے پھر بھی تجویز کے الفاظ سے ہرگز سنہ ۴۴۴ ق م کا تعین نہیں کیا جا سکتا + تجویز سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسوقت تک نہ تو معبدوں کی مرمت کی گئی تھی اور نہ وہ نذریں گزرانی گئی تھیں جنکی یونانیوں نے منت مانی تھی۔ اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور حقیقت تو یہ ہے کہ انھیں اس قسم کے اتحاد کی آرزو ہی نہ تھی + دراصل مقدونیہ کی فتح یونان اسی اصول کا نتیجہ تھا + میرا یہ بھی عقیدہ ہے کہ عدم اتحاد کیوجہ سے یونانیوں کو کوئی ایسا نقصان نہیں پہنچا جو اتحاد کی صورت میں نہ پہنچتا۔ مگر اس مسئلے پر یہاں تفصیل کیساتھ بحث نہیں کیجا سکتی +

یہ قیاس نہایت دشوار ہے کہ یونانی مملکتوں میں کوئی بھی ایسی ہوگی جو چھتیس[۳۶] سال متواتر اسقدر اہم مذہبی معاملے کو معرض التوا میں ڈال رکھے - اور بحری حفاظت کا انتظام تو خود ایتھنز اور اسکے حلیف کر ہی چکے تھے + اگر بالفرض سنہ ۴۴۲ ق م میں ایتھنز ہی کوئی ایسی تحریک پیش کرتے تو اسکا جواب یقیناً یہ ہوتا کہ آپکی خواہش کی تکمیل تو ہو بھی چکی اور اسکی تعمیل تو خود آپ ہی کر چکے ہیں + بدیں وجوہ اغلب ہے کہ یہ واقعہ سنہ ۴۴۲ ق م سے پیشتر ہی کا ہو اور ممکن ہے کہ فارقلیس کے اقتدار کے ابتدائی زمانے یعنی قریب سنہ ۴۴۶ ق م کا ہو + خود نفس تجویز سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا پیش کنندہ ایک نوعمر شخص ہے جسکو ابھی تجربے نے یہ نہیں بتایا کہ کسی اہم معاملے کی تجویز اسوقت تک نہیں کرنی چاہیئے جبتک کہ اسکی تعمیل کم و بیش قابل یقین نہ ہو +

ماسوائے امور متذکرۂ بالا کے سفارتوں کی تقسیم بھی نہایت درجہ اہم ہے. اول تو دس سفرا ایتھنز کے بحری لیگ کے اراکین کے پاس روانہ کیئے جاتے ہیں - پانچ ان ریاستوں کو جنسے اسپارٹا کے خاص قسم کے تعلقات تھے اور باقی ماندہ پانچ لیگ ہمسائیگان" کے شمالی ریاستوں اور بوبیہ کو + اگر یہ کانفرنس مجتمع ہوتی تو ممکن ہے کہ اسکی وجہ سے خاص خاص یونانی مملکتوں کے درمیان مخالفے کی کوئی صورت نکل آتی جس سے لیگ ہمسائیگان کی اہمیت کم ہو جاتی - اسی وجہ سے میرا خیال ہے کہ ایتھنز کی یہ چال دراصل اس تحریک کے خلاف چلی گئی تھی جو اسپارٹا نے اپنی لیگ کی بازتنظیم کی تھی ہمیں یاد ہے کہ اسوقت اسپارٹا چاہتا ہے کہ ان تمام ریاستوں کو جنپر غداری کا الزام آسکتا ہے خارج کر دیا جائے - ایتھنز نفی میں جواب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمیں فیاض الطبیعت اور صاحب ہمت ہونا چاہیئے اور پرانے نیئے سب حلیفا کو خوش آمدید کہنا چاہیئے - اس واقعے کا تذکرہ باب ۹ میں آچکا ہے + فارقلیس کی سفارتوں کی تقسیم سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ایتھنز اپنی مطلوبات کے مطابق عملدرآمد چاہتا تھا - اور اگر ایتھنز کی چال چل جاتی تو آئندہ لیگ میں اراکین کی نصف تعداد تو ایتھنز کے حلیف ہوتے، ایک ربع اسپارٹا کے حلیف

اور باقی اراکین لیگ ہمسایگاں سے لیئے جاتے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی عضویت اسپارٹا کے پسند نہ ہوتی اسلیئے کہ جب کبھی رائے لینے کا موقعہ آتا تو اسکا پلہ ہمیشہ جھکا رہتا۔ بہرحال ان تمام باتوں سے یہ صاف ظاہر ہے کہ جنگ ایران کے بعد اسپارٹا اور ایتھنز دونوں نے کوشش کی کہ تمام یونان کے لیئے ایک دستور مرتب کیا جائے خواہ وہ دستور کتنا ہی سست و ضعیف ہو۔ اسپارٹا یہ چاہتا تھا کہ اسکا مرکز بڑی قوت ہو اور اسے ایتھنز کی جانب سے زک پہنچے۔ ایتھنز کوشاں تھا کہ اسکا دار و مدار اقتدار بحری پر ہو اور اسکا سد راہ اسپارٹا ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قدرت ہی نے تو ان کو ایسا بنایا تھا کہ انکی مملکتوں میں باہمی اتحاد و اتفاق ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

اس امر کے لیئے کہ فارقلیس یونانیوں پر ایتھنز کی اخلاقی سیادت قائم کرنا چاہتا تھا پلوٹارک کے سوائے کوئی اور سند نہیں ہے۔ الیوسس کے ایک نوشتے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی مقصد کے حصول کے واسطے ایک اور کوشش کی گئی۔ اسمیں عوام ایتھنز کی ایک تجویز درج ہے جسمیں سنہ تو دیا ہوا نہیں ہے مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنہ ۴۴۶ ق م کے بعد کی اور جنگ پیلوپونیز سے پیشتر کی ہے۔ بعض مورخوں کا قیاس ہے کہ سنہ ۴۳۹ ق م کی ہے اور بعض سنہ ۴۲۳-۴۱۸ ق م کا بتاتے ہیں۔ اسمیں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ الیوسس کی دیبی کو ایتھنز کی اور اسکے حلیف گیہوں کی پیداوار کا ۶۰۰ واں اور جو کی پیداوار کا ۱۲۰۰ واں حصہ بطور نذرانے کے پیشکش کریں اور اسکا جمع کرنا ایتھنز میں ہو تو ویارخوں اور دیگر بلدیات میں ایکلوگیس کے سپرد ہو (دیکھو باب ۱۷)۔ ان احکام کے بعد مفصلۂ ذیل عبارت درج نوشتہ کی گئی ہے۔

اسکے ساتھ ہی مجلس خاص کو یہ ہدایت کیگئی کہ وہ دیگر یونانی مملکتوں کو بھی اس تجویز کی نقول روانہ کردے اور انکو مطلع کردے کہ ایتھنز ہی اور اسکے حلیف یہ چڑھاوا دیبی کے سامنے چڑھاتے ہیں مگر وہ یہ نہیں چاہتے کہ دیگر یونانیوں پر اسکا بار ڈالیں [یہ غالباً اسلیئے کہ اسکا جمع کرنا ناممکن ہوتا] مگر اسکے ساتھ ہی وہ درخواست کرتے ہیں کہ ڈلیفی کے کاہن کے قول کے مطابق

عملدرآمد کیا جائے اور تمام یونانی شہر ایتھنز کی طرح اپنی اپنی طرف سے نذرانے پیش کریں۔ اسکے ساتھ ہی نوشتۂ مذکور میں اسکا بھی ذکر ہے کہ ایتھنز ہی اپنے ہی اختیار سے چندے کا ایک جزو بطور چڑھاوے کے چڑھائینگے اور جس ریاست کیطرف سے غلہ وغیرہ آیا ہو اس کا نام بھی مشتہر کر دینگے۔ اس تمام تجویز کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ ایتھنز کا مقصد تھا کہ تمام یونانی ایلیوسس کے بت خانے کو اپنے مقدس ترین مندروں میں سمجھیں اور اس ذریعے سے ایتھنز کا وقار بڑھ جائے۔ ہمیں اسکا علم نہیں اس تجویز کی کس حد تک تعمیل ہوئی۔ ایسوکراٹیس ضرور کہتا ہے کہ اکثر یونانی ملکتوں نے اپنے غلے کا ۱۰۰ واں حصہ ایتھنز روانہ کر دیا۔ مگر ممکن ہے کہ مثل دیگر فقروں کے آئیسوکراٹیس نے یہ فقرہ بھی محض اثر پیدا کرنے کیلئے درج کر دیا ہو۔ اسلیئے کہ ایتھنز ہی تو یہ ہی چاہتے تھے کہ جسقدر توقیر ایلیوسس کے مندر کی یونانیوں کی نگاہ میں تھی اس سے زیادہ ظاہر کریں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایتھنز نے یونان کا رہنما بننے کی کوشش کی مگر وہ بارآور نہیں ہوئی۔ جو برتاؤ اسنے اپنے حلیفوں کے ساتھ کیا وہ ہرگز ایسا نہ تھا کہ اس سے بے تعلق یونانی اسکے طرف مائل ہو جاتے۔ چونکہ اسکی حکومت ایک خاص دائرے میں محدود تھی جسمیں وہ اپنا اثر قائم رکھتا تھا اسلیئے جو ریاستیں اس دائرے سے باہر تھیں انھیں اس سے مطلق ہمدردی نہ تھی بلکہ اسکے بجائے یہ اطمینان تھا کہ انکی قسمت ایک مطلق العنان شہر کے ساتھ وابستہ نہیں ہے اور انکے نزدیک تو ایتھنز سے اسپارٹا ہی اچھا تھا اسلیئے کہ وہ اپنے حلیفوں سے خراج تک وصول نہ کرتا تھا۔

نوٹ باب ۱۸

اس باب کیلئے اسناد مفصلۂ ذیل ہیں:۔
پلوٹارکس "حیات فارقلیس" فوکارٹ "رسالۂ امور یونانی" ص ۲۲۵

جسمیں نوشتۂ ایلیوسس کا خلاصہ دیا ہوا ہے + "مجموعہ نوشتہہائے قدیمہ ۱،
تتمہ ۲۷ (ب) + ڈٹنبرگر - ۲۰

جس حال کا پلوٹارک (۱۷) نے ذکر کیا ہے اسکے لیئے اشمڈٹ کی کتاب "دور فارقلیس" ۱، ۴۹ کا مطالعہ کرنا چاہیئے جسمیں اس واقعے کیلیئے سنہ ۴۴۶ ق م تجویز کیا گیا ہے - مگر ڈنکر (۹، ۱۲۰) کا قیاس ہے کہ یہ سنہ ۴۴۴ ق م میں اور بوسولٹ کی رائے میں (تحریک فارقلیس بنا بر اتحاد اقوام یونان) سنہ ۴۴۴ یا ۴۴۳ ق م میں ہوا ہوگا + تجویز محاصل کیلیئے ڈنکر ۹، ۱۲۶ دیکھنا چاہیئے + ایسوکراٹیس کا بیان ہے کہ اکثر یونانی شہر اپنے اناج کا ۱/۶۰ حصہ ایتھنز بھیجتے تھے +

جس نوشتے میں محاصل کا ذکر ہے اسی میں پیلارگی کون کا بھی بیان ہے اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں میں کیا خاص تعلق تھا؟ اسکے لیئے ہمیں یہ سب سے پہلے طے کرلینا چاہیئے کہ ایلیوسس کا مندر کس جگہ واقع تھا + یونانی مورخوں نے اسے "شہر کے نشیبی حصے میں" بتایا ہے اسلیئے یا تو وہ محلہ پیلارگی کون کے قریب ہوگا یا ممکن ہے کہ اس محلے کے اندر ہی واقع ہو + اس کے لیئے ملش ہوفر "ایتھنز" (بومیسٹر ڈ: یادگارہائے" صفحہ ۱۹۸) دیکھنا چاہیئے + پیلارگی کون کے متعلق یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ اکروپولس کے مغرب میں واقع تھا - مگر کرٹیس کا خیال ہے کہ پیلارگی کون دراصل اکروپولس کی چار دیواری کا نام تھا اور اسی کے نزدیک ایلیوسس کا مندر واقع تھا - اس مسئلے کیلیئے بیوتی اشر کی کتاب اکروپولس کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا + اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیمتر دیوتا کی پوجا اور پیلارگی کون میں کوئی نہ کوئی قریب کا تعلق ضرور تھا اور اس کا تعلق یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پانچویں صدی ق م میں اس دیوتا کی پوجا شہر کے اس حصے میں جسے پیلارگی کون یا پیلاسگی کون کہتے تھے بحیثیت ایک پیلاسگی دیوتا کے ہوتی تھی +

انیسواں باب

ایتھنز بعہد فارقلیس

امور خارجہ اور تدبر

اوراق بالا میں فارقلیس کے تدبر اور ان تعلقات کا کہیں ذکر نہیں جو اسنے یونانی اور غیر یونانی اقوام کے ساتھ روا رکھے اسلیئے اس اثر کی تصویر جو فارقلیس کا ایتھنز کی امور پہ تھا محض ادھوری ہی رہ جاتی ہے + اس ضمن میں خود یونانی ریاستوں کے آپس کے تعلقات کا ذکر اس وجہ سے ضروری ہے کہ فارقلیس کی یہ خواہش تھی کہ اگر سب ریاستیں نہیں تو کم از کم وہ ہی ریاستیں جو اصولاً ایتھنز کے بمقابل ہوں اسکے زیر اثر آجائیں +

سب سے پہلے تو مشرق کو لیجیئے + سلطنت ایتھنز کا رخ مشرق ہی کی طرف تھا اور اس کا قدرتی تعلق مشرقی ممالک ہی سے تھا - مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایتھنز کی شہنشاہی میں صرف ساحلی بلدیات ہی شامل تھے اور اسکے دائرہ اثر سے باہر یا تو یونانی اشرافیتیں تھیں یا نیم یونانی یا غیر یونانی مملکتیں یا ایسے شہر تھے جو فاصلے کے سبب سے ایتھنز کے زیر اقتدار نہ آسکتے تھے +

تھسلی اور ایتھنز کے تعلقات میں ہمیشہ اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا تھا + ہم پڑھ چکے ہیں کہ ایتھنز کی فوج میں ایک تھسالوی رسالہ تھا - مگر اسکے ساتھ ہی جنگ تناگرہ اور دیگر واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تھسالوی سپاہی ہمیشہ وفادار نہ رہے تھے (جلد ا صفحہ ۴۱۸) اور اس قوم پر ایتھنز کلیتاً بھروسہ نہ کرسکتے تھے + اس نقیض کی دو وجہیں تھیں - ایک تو یہ کہ ایتھنز میں

عمومیت اور تھسلی میں اشرافیت کا دور دورہ تھا اور فطرتاً ایک دوسرے کے مقابل تھے اور دوسرے بیوتیوں اور فوکسیوں کی باہمی دشمنی تو تھی ہی تھسالوی عرصۂ دراز سے دونوں کے مخالف تھے اور فوکسی ایتھنزیوں کے دوست تھے اور چاہتے تھے کہ وہ ڈیلفی کاہن اور اسپارٹا کے گزند سے محفوظ رہیں۔ مگر مشکل یہ تھی کہ ایتھنز اور فوکس کے روابط کے بڑھنے سے تھسالوی ناراض ہوجاتے تھے۔ اسی وجہ سے ایتھنز اور تھسلی کے تعلقات عمیق نہ تھے۔ حقیقت یہ تھی کہ ایتھنزیوں کو تھسلی سے صرف شمالی سرحد کی حفاظت کرانی مقصود تھی اور ظاہر ہے کہ تھسلی کو اسکی نگہداشت خود اپنی حفاظت کیلئے بہرحال کرنی پڑتی تھی۔

مقدونیہ میں صورت حال بالکل مختلف تھی۔ ایتھنز اور مقدونیہ کے تعلقات دیرینہ تھے اور جیسے شاہ سکندر کے آبا و اجداد ایتھنزیوں کے رفیق تھے ویسے ہی وہ بھی انکا حلیف تھا۔ اور جنگ ایران میں اسکی کوشش ہمیشہ یہ ہی رہی کہ وہ ایتھنز کے ساتھ عمدہ تعلقات قائم رکھے۔ اسکے تخت پر بیٹھنے سے پہلے خاندانی تنازعات کی وجہ سے سلطنت کے دو ٹکڑے ہوگئے تھے۔ مگر اس نے چوالیس سال (۴۹۸ ق م تا ۴۵۴ ق م) کے طول طویل عہد حکومت میں نہ صرف ملک کے مختلف حصوں کو اپنے ماتحت کر لیا بلکہ پایونیوں، لنکستیوں اور اورستیوں سے اپنی سیادت تسلیم کرالی۔ مگر مشکل یہ تھی کہ جسقدر شاہ سکندر مرکزیت پسند تھا اتنا ہی زیادہ عمائد ملک اور مقدونوی قوم میں نفاق کا مادہ بھرا ہوا تھا۔ اور اسکی موت کے بعد سلطنت کے پھر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ مغربی حصہ جو رقبے میں دیگر حصص سے بڑا تھا پروکاس کے پاس پہنچا اور مشرقی حصے کا مالک فیلقوس ہوگیا۔ باقی مغربی قصے میں قوم الیمیوتیوں کا حکمراں ان دونوں کا چچازاد بھائی درداس بن گیا۔ یہ وہی درداس ہے جس سے فارقلیس اور اسکے بعد کے ایتھنزی مدبروں کو تعلقات قائم کرنے پڑے۔ مقدونیہ مغربی تھریس کے ان شہروں کے عقب میں واقع تھا جنکے ایتھنز سے دوستانہ مراسم تھے۔ اور مقدونوی فرمانرواؤں کا ہمیشہ یہ ہی میلان رہا کہ وہ سواحل کو اپنے دست نگر کرلیں۔ اسی وجہ سے دونوں ملکوں کے تعلقات خواہ دوستانہ ہوں خواہ دشمنانہ، ہمیشہ معروف و مصرح رہتے تھے۔

ایتھنز اور مقدونیہ کے تعلقات کی طرح وہ تعلقات بھی نہایت اہم تھے جو ایتھنز مقدونیہ کے شمالی ہمسایوں یعنی تھریسیوں کے ساتھ روا رکھتا تھا۔ یہ لوگ ابتداً، یونانیوں ہی کے ہم نسل تھے مگر انکے اب کئی ٹکڑے ہو گئے تھے جنمیں سے اودریسی دیگر تھریسیوں سے زیادہ طاقتور تھے۔ ان اودریسیوں کے بادشاہ تیریس نے ایک بڑی سلطنت کی بنیاد ڈالی جو دہانۂ دریائے ڈینیوب سے بجانب جنوب شہر سالیدیسوس تک جو بحراسود پر واقع تھا اور بجانب غرب جزیرۂ تھاسوس کے مقابل جبل رھوڈوپ تک چلی گئی تھی)۔ مگر اس تیریس کے انتقال (سنہ ۴۳۱ ق م) کے بعد اسکے بیٹوں یعنی ستالکیس اور سپارادوکوس نے سلطنت کو آپس میں تقسیم کر لیا ۔ بلاشبہ تھریسی اقتدار ان یونانی شہروں کیلئے باعث فکر تھا جو ابدیرا سے مشرق کی جانب واقع تھے (مثلاً مارونیہ، ائینوس، بلدیات پروپونتس تا شہر بائی زنطیہ)، مگر چونکہ تھریسیوں کا مطمح نظر یہ نہ تھا کہ وہ ساحلی علاقے پر قبضہ کریں اور نہ وہ اپنے ہمسایوں (مقدونیوں) کے برابر متمدن ہی تھے اسلیئے ان کی طرف سے یونانیوں کو اس خطرے کا زیادہ احساس نہ تھا۔

ایتھنزیوں نے یہ مناسب سمجھا کہ مقدونیوں سے دوستانہ تعلقات پیدا کریں تاکہ انکی مدد سے وہ ان دشمنوں کا توڑ کر سکیں جو بوجہ قرب کے ان سے زیادہ خطرناک تھے، اور یہ سوچ کر انھوں نے پروِکاس سے مراسم پیدا کرنے چاہے ۔ چونکہ فیلقوس سے انکو یہ خوف تھا کہ وہ قریب کے سونے کی کانوں پر قبضہ کر لیگا اسلیئے اس ضلع میں انھوں نے نو آدیاں قائم کرنی شروع کیں جنمیں سے ایک شہر بریا بھی تھا اس شہر کے صحیح موقعے کا تو ہمکو علم نہیں مگر ایک نوشتے سے اس کی آباد کاری کا پتا چلتا ہے ۔ پے درپے کوششوں کے بعد اسی علاقے میں سنہ ۴۳۷ ق م میں ہاگنون نے دریائے استریمون کے کنارے شہر امفی پولس اسی مقام پر آباد کیا جسے پہلے اینیا ہو دوئے کہتے تھے[1]۔

---

[1] باب ۹ ۔ امفی پولس کے موقع اور آبادی کیلیئے بوسولٹ ۲، ۱۰۱۲ وغیرہ اور گروٹس کی "تاریخ یونان" ۲ (۶)، ۲۶۰ اور ۴۱۸ دیکھنا چاہیئے ۔

تھریس اور مقدونیہ کے اندرونی معاملات روز بروز زیادہ پیچیدہ ہوتے گئے جس سے ایتھنزیوں کو سخت تردد ہوا۔ سب سے پہلے توستالکیس اور سپارادوکوس کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور موخرالذکر کو انسکیشیہ بھاگ جانا پڑا جہاں اسکا بھتیجا اوکتاماسادس حکمران تھا۔ مگر چونکہ خود اوکتاماسادس نے اپنے سوتیلے بھائی سکیلیس کو تخت سے اتار کے تھریس بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا اسلیئے اسے سپارادوکوس کو انسکیشیہ میں بھی پناہ نہ ملی بلکہ ستالکیس اور اوکتاماسادس نے آپس میں ایک عہدنامہ کرکے اپنے اپنے پناہ گزیں کو ایک دوسرے کے حوالے کر دیا۔ ان ترکیبوں سے ستالکیس نہایت طاقتور ہو گیا اور طوسی دیدیش کا بیان ہے کہ اسنے اپنا دائرہ اثر بائی زنطہ سے دریائے استرموں تک پھیلا لیا[۲] اور خود ایتھنزیوں کو اس سے مخالفہ کرنا پڑا۔ اسنے ابدیرا کی ایک یونانی عورت سے شادی کی تھی اور اسکا نسبتی بھائی جو اس کے دربار میں دیگر امرا سے زیادہ ذی اثر تھا، ہمیشہ تھریس اور یونان کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم کرنے کا کوشاں رہتا تھا۔

بجنسہ اسی قسم کا سیاسی تموج مقدونیہ میں بھی پیدا ہوا جہاں پردکاس نے فیلقوس کو شکست دیکر دراس کی سلطنت الیمیوتس بھاگ جانے پر مجبور کیا۔ ابتدا میں تو پردکاس اور ایتھنز کے تعلقات اچھے تھے مگر جب اسنے فیلقوس کا ملک فتح کر لیا اور ایتھنزیوں کا ہمسایہ ہو گیا تو انھوں نے اسے اپنی راہ ترقی میں حائل سمجھکر اسکے لیئے خود مقدونیہ ہی میں مشکلات پیدا کرنے کا تہیہ کر لیا۔ مگر بمقابلہ مقدونیہ تھریس میں اس قسم کی تدابیر آسانی سے کارگر ہو سکتی تھیں اور گو ابتدا میں تو نمفودوروس کے تعلقات ایتھنز سے[۳] شگفتہ نہ تھے مگر رفتہ رفتہ اسکا میلان طبع بدلگیا اور تھریس ایتھنز کا حلیف بنگیا۔

---

[۲] طوسی دیدیش ۲، ۲۹، ۹۶ - ۹۸۔

[۳] ڈنکر ۹، ۲۹۹ کا خیال ہے کہ نمفودوروس ابتدا ہی میں ایتھنز کا طرفدار ہو گیا تھا مگر طوسی دیدیش کہتا ہے کہ تھریس اور ایتھنز میں اسی وقت مخالفہ ہوا جب ایتھنز اور کورنتھ

چونکہ یونانی ساحلی بلدیات خشکی کی طرف سے قلعہ بند تھے اور بحری حملے کیلئے مقدونیوں اور تھریسیوں کے پاس خاطر خواہ بیڑا نہ تھا اس لیئے اونکو ان کی جانب سے بہت کم نقصان پہنچ سکتا تھا۔ تھریسی خرسونیز اور ایشیائے کوچک کے درمیان درۂ دانیال واقع ہے اور اس آبنائے میں ایتھنز یوں کی دلچسپی کے متعدد سامان موجود تھے۔ مثلاً افستین کے غلّے کی تجارت میں اسکا بہت بڑا حصہ تھا اور انکو یہ پسند نہ تھا کہ اس سمندر کا پیش خیمہ یعنی پروپونٹس کسی اور دولت کے قبضے میں ہو۔ اور اسی وجہ سے سولن ہی کے زمانے میں اس بحری گذرگاہ کے ایشیائی ساحل پر سگیوم نوآبادی قائم کر کے اپنا اثر پیدا کر لیا تھا اور ملتیادیس فاتح ماراتھون خاندان کی ہی ستر اتوس اور ایتھنزیوں کی اجازت سے خرسونیز کا خود سر حاکم ہوگیا تھا۔ باالآخر پانچویں صدی ق م میں یہ جزیرہ نما پھر سلطنت ایتھنز میں شامل ہوگیا اور اب ایتھنز ی آبنائے میں ہو کر باطینان تمام افستین جا سکتے تھے جسکے دونوں ساحلوں پر یونانی نوآبادیاں پھیلی ہوئی تھیں اور ان میں سے اکثر کو ایتھنزی ملطی اور اپنا ہم نسل خیال کرتے تھے۔ چونکہ بحر اسود میں کوئی ایرانی بیڑا نہ تھا ہی نہیں جسکی مقاومت کے لیئے ایتھنز کی بحری امداد درکار ہو، اور اندرونی دشمنوں سے تو ان شہروں کو بہر حال بلا امداد غیرے لڑنا ہی تھا، اسی سبب سے ان بلدیات نے ایتھنز کو خراج ادا کرنا فضول سمجھا اور ایتھنزی بحری لیگ سے یہ علیحدہ ہی رہے۔ خود ایتھنز نے بھی اسکی زیادہ پرواہ نہیں کی اسلیئے کہ اگر یہ شہر اسکی لیگ میں شامل ہوجاتے تو ایتھنز کو بحر اسود میں اپنے جہاز رکھنے پڑتے۔ مگر ساتھ ہی افستین میں اپنی قوت و جبروت کا مظاہرہ کرنا بھی ضروری تھا اور ۴۳۷ء ق م میں اس سمندر کو ایک بیڑا روانہ کیا گیا جسکا سپہ سالار ارطیدش تھا۔ بلکہ روایت ہے کہ وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کے درمیان نقیض بڑھ گئے۔ دیموس تھینس (اشراقیات "۱۰۳") کے نزدیک ایتھنزیوں کا طرز عمل یہ تھا کہ غیر یونانی اقوام کو ایک دوسرے کے خلاف کرنے کی کوشش کی جائے۔

ابھی سفر کے دوران میں مر بھی گیا[۴] + اس واقعے کے بعد افستین کا ذکر بہت کم سننے میں آتا ہے اسلیئے کہ کیموں کی مصروفیت کیلیئے ان اطراف میں جہاں بیچ بیچ کی لڑائی جاری تھی بہت کافی مواد موجود تھا۔ مگر جب فارقلیس برسر اقتدار ہوا تو شمالی و شرقی ممالک کی اہمیت پھر تازہ ہوگئی۔ اور اسکا سب سے پہلا کارنامہ یہ ہے کہ اسنے خرسونیز کو بیرونی حملہ آوروں کے دست برد سے محفوظ کرنے کے لیئے اول تو ... اکلیروخ آباد کیئے اور پھر تھریسی قزاقوں کے مدافعت کیلیئے خاکنائے کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ایک دیوار تعمیر کرکے اسے قلعہ بند کر دیا[۵] اسکے بعد افستین والوں کو مرعوب کرنے کیلیئے اسنے ایک موقع کا فائدہ اٹھا کر ایتھنز کی قوت و اقتدار کی نمایش کی + ہوا یہ کہ اسنوف کے چند باشندے اپنے خود سر حاکم تمنیسی لاؤس کے خلاف ایتھنز سے امداد کے خواہاں ہوئے اور انکی مدد کرنے کے لیئے فارقلیس بحر اسود گیا + واضح ہو کہ بہ نسبت بحیرۂ روم کے ایتھنز کیلیئے اس سمندر کا سردار اعلےٰ بننا زیادہ آسان تھا اسلیئے کہ وہاں تو فاسے الس کے مشرق میں ایرانی جنگی جہازوں سے ملنے کا خطرہ تھا مگر یہاں ایرانی بیڑا تھا ہی نہیں + بہرحال اس مہم کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ فارقلیس کے ساتھ لاماخوس کچھ عرصے تک اسنوف میں رہا اور ... ایتھنز یوں کو وہاں اراضیات مل گئیں + زمانۂ مابعد میں شہر امی سوس کو (جو دریائے ہالیس کے دہانے پر واقع تھا) ایتھنز نو آبادی بتایا جاتا تھا اور اسی وجہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے اسی زمانے میں وہاں بھی ایتھنز ی آبادکار پہنچ گئے ہونگے + چونکہ بحر اسود کے شمالی ساحل پر غلہ بافراط پیدا ہوتا تھا اسلیئے جنوبی ساحل کے معاملات اسقدر اہم نہ تھے جتنے شمالی ساحل کے معاملات اور اس غلے کی تجارت پرائی اس کیلیئے نہایت اہم تھی + یوں تو وہاں کا ہر یونانی شہر غلے کی تجارت کا بازار بنا ہوا تھا مگر پانتی کا پیوم

---

۴ پلوٹارک: "ارسطیدیس" ۲۶ +

۵ پلوٹارک: "فارقلیس" ۱۹ اسکا ڈنکر ۹، ۱۰۹ اور ۸، ۳۰۰ سے مقابلہ کیا جائے +

(موجودہ کرچ) جو خاکناۓ کریمیہ پر واقع تھا مدت دراز تک اس تجارت کا مرکز بنا رہا[1] ۴۳۸ ق م تک مینی لنہ کا خاندان آرخیانا کتیان اسپر حکمران تھا اور اسکے بعد اسپار توکوس اور اسکا خاندان سریر آراۓ حکومت ہوا + خود پانتی کاپیوم میں ان حکمرانوں کا درجہ محض عمال کا تھا مگر شہر کی حدود سے باہر وہ بادشاہ کہلاتے تھے اور قوم اسکیث کے ملک کے ایک وسیع حصے پر حکومت کرتے تھے۔ پانتی کاپیوم کے ذریعے سے قوم اسکیث کے ساتھ بھی ایتھنز کے تعلقات قائم ہو گئے۔ دستخطنامۂ پنج سالہ سے ایتھنز کی خدمت میں ۳۰۰ اسکیث غلام تھے جن سے کوتوالی پلیدہ اور جلادی کا کام لیا جاتا تھا۔ اور زمانۂ مابعد میں اس تعداد میں مزید اضافہ بھی ہو گیا + ایتھنز اور پانتی کاپیوم کے تعلقات عرصۂ دراز تک نہایت گہرے رہے اور اس شہر نے ایتھنزیوں کو یہ اجازت بھی دیدی کہ بمقام نِھفائیم جو اسکا مقبوضہ تھا خود اپنا بندرگاہ تعمیر کرلیں جس سے انکی آمدنی میں ایک تالنت سالانہ کا اضافہ ہو گیا + چوتھی صدی ق م کے ابتدائی ایام میں بھی اسپارتوکوس کے جانشین ساتیروس اور لیوکون دیگر یونانیوں سے زیادہ ایتھنزیوں کا لحاظ کرتے تھے + اسکے ساتھ ہی یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ دونوں شہروں کے درمیان غلے کے سواۓ دیگر اشیاء کی تجارت بھی جاری تھی مثلاً ایتھنز میں پانتی کاپیوم سے مچھلی، چمڑے اور غلاموں کی درآمد ہوتی تھی اور موخر الذکر شہر کے تجار پیرائیس سے شراب، تیل، ظروف گلی اور دیگر مصنوعات لیجاتے تھے + بہت سے ایتھنزیوں نے پانتی کاپیوم کو اپنا مسکن بنا لیا تھا اور جیسے ایک سال بیشتر انکے تعلقات تھریسیوں سے قائم ہو گئے تھے ویسے ہی اب اسکیثیوں کے ساتھ بھی شادی بیاہ کا سلسلہ قائم ہو گیا + اور اگر طوسی دیدش فسلا نیم تھریسی تھا تو دیموس تھنیس کی پردادی بھی ایک اسکیث عورت کی بیٹی تھی[2]+

---

[1] ایتھنز اور اس خاکناۓ کے آپس کے تعلقات کیلیۓ بوسولٹ ۲؍۴۳۵ تا ۲؍۴۴۵ دیکھنا چاہیۓ۔

[2] ائیس خیلوس ۱؍۷۱۔ مقابلہ کرو کھیریوں: "کریمیہ میں یونانی نو آبادیاں" ٹائمز ۱۸۸۳ء صفحہ ۵۲

بحر اسود کی تجارت کی اہمیت کا اس واقعے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سنہ ۴۱۱ ق م میں الکبیادیس نے بحیثیت ایتھنز ہی سپہ سالار کے ان تمام جہازوں پر جو بحر اسود سے نکلتے تھے دس فیصدی کا محصول عائد کیا جو کالکدون کے مقبوضہ شہر کریسوپولس میں لیا جاتا تھا۔ مورخوں کا عام طور پر یہ خیال ہے کہ یہ جدید محصول نہ تھا بلکہ زمانۂ دراز سے کریسوپولس میں ایتھنز ہی محاصل وصول کرتے تھے۔ مگر یہ امر قابل غور ہے کہ اسباب کی قیمت پر دس فیصدی بہت بھاری محصول ہے اور عام طور پر اس قدر محصول نہیں لگایا جاتا۔ پونٹس کا وہ غلہ جسکی بائی زنطہ میں درآمد ہوتی ہو اس قاعدے سے مستثنے تھا اور اسطرح بائی زنطہ کو دیگر بلدیات پر ایک خاص فوقیت حاصل تھی۔[1]

اب ایشیائے کوچک اور جنوب و مغربی بحیرۂ روم کو لیجئے۔ یہاں سب سے پہلے تو جزیرۂ قبرص ملے گا جسکے قبضے کی بہت سی ملکتیں متمنی تھیں اور جہاں کے باشندے بے شمار بولیاں بولتے تھے ہیں اسکا بہت کم حال معلوم ہے کہ فارقلیس کے زمانے میں ایتھنز اور قبرص کے تعلقات کیسے تھے اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ غالباً فارقلیس نے قبرص کے معاملات میں دست اندازی نہیں کی اور شاہ ایواغورث کے حالات سے ہیں یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ اس جزیرے میں یونانی تہذیب برابر قائم رہی اور یونانی قومیت کے احساس میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی۔

مصر میں بھی فارقلیس نے ایتھنز کا اقتدار دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ اسکا مطمح نظر یہ تھا کہ ایران سے عمدہ تعلقات پیدا ہوں اسلیئے وہ مصر میں کسی قسم کی ریشہ دوانیاں جائز نہ رکھ سکتا تھا۔ اور اسنے ایتھنز یوں کو مصر کی پیچیدگیوں میں الجھنے سے برابر باز رکھا۔ بہر نوع ان ممالک سے عمدہ تعلقات کی اہمیت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ سنہ ۴۴۵-۴۴۶ ق م میں بسامطیق شاہ لیبیہ نے ایتھنز یوں کو ۳۰۰۰۰ بشل* گیہوں کا نفیس تحفہ

---

[1] بوسولٹ ۲ ۱۰۱۵۔

* ایک بشل ۳۲ سیر کا ہوتا ہے اسطرح ۳۰۰۰۰ بشل = ۲۴۰۰۰ من
(مترجم)

پیش کیا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ملکوں کے تجارتی تعلقات قابل لحاظ تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنز یوں کو اس میں زیادہ نفع تھا کہ وہ مصر کو تجار کی حیثیت سے جائیں بہ نسبت اسکے کہ وہ بیکار ایران کی سلطنت کا حصّہ چھیننے کی کوشش کریں + اسکا ثبوت ایرانی ایتھنز کے سیاسی کشیدگی کو ہمیشہ کمزوری ہی سے تعبیر نہیں کرتے تھے زوپیروس کے قصّے سے پایا جاتا ہے + یہ زوپیروس اسی میگا بیزوس کا بیٹا تھا جسکے ہاتھوں ایتھنزیو نے مصر میں شکست کھائی تھی اور اپنے ہمنام زوپیروس کا پوتا تھا جس نے محض اپنی جان نثاری کی وجہ سے داریوش کا شہر بابل پر قبضہ کرا دیا تھا۔ خود میگا بیزوس کو شہنشاہ اردشیر نے معزول کر دیا تھا اور اب زوپیروس نے اسکے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا + مگر اسے ملک سے بھاگ جانا پڑا اور قریب سنہ ۴۴۰ ق م میں وہ ایتھنز آگیا[۹] + یہ واقعات ماقبل کا عجیب وغریب تضاد ہے کہ پہلے تو یونانی فرمانروا اور سپہ سالار ایران میں پناہ گزیں ہوتے تھے۔ مگر اس مرتبہ یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ طبقۂ اعلیٰ کا ایک ایرانی بھاگ کر اس امید پر ایتھنز آتا ہے کہ ممکن ہے کہ جمہوریہ ایتھنز پھر اسے برسر اقتدار ہو جانے میں مدد دے + اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز اور اسکی سلطنت کو بحیرۂ روم کے ساحلی ممالک ایران کا ہم پلّہ سمجھتے تھے۔ مگر قسمت نے زوپیروس کا ساتھ نہیں دیا + وہ ایک ایتھنزی فوج سمیت کاریہ کے شہر کاؤنوس گیا جو ایتھنز سے باغی ہو گیا تھا اور وہاں لڑائی میں مارا گیا + اس واقعے سے

۹؎ مصر کے معاملات اور غلے کے تحفے کے قصّے کیلئے پلوٹارک کی "حیات فارقلیس" (۲۷) اور فیلوخوروس (جزو ۹۰) اور ہیروڈوٹس (۳ تا ۱۶۰) اور تیسیاس ("ایرانیان" ۴۳-۴۴) سے مدد لی جائے۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ اس بادشاہ کا نام پساماطیق نہیں بلکہ امیرتائیوس تھا + ڈنکر نے تمام اجزا کو یکجا کر کے ایک تصویر تیار کی ہے جو ایک نادر ایجاد کی حیثیت سے عجوبۂ روزگار ہے + جو سکے نوکراتیس میں پائے گئے ہیں انمیں ایک خاص تعداد پانچویں صدی ق م کے ایتھنز کے سکوں کی ہے جس سے ایتھنز اور مصر کے گہرے تعلقات کا پتہ لگتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصر سے ایتھنز کو غلے کی برآمد ہوتی تھی

پتہ چلتا ہے کہ ایران اور ایتھنز کے درمیان محض جزوی معاملات پر جھگڑے ہوتے رہتے تھے۔ مگر ان جھگڑوں سے عام فضائے امن میں خلل نہیں پڑتا تھا +

اب مغرب کی طرف آیئے[10] جہاں اٹلی ایتھنز کے اثر کا تماشہ گاہ بنا ہوا تھا افسوس ہے کہ اسکے متعلق ہمارے پاس کافی ذخیرۂ معلومات موجود نہیں ہے اسلیئے کہ قدما نے اپنی عام طرز کے مطابق یا تو محض واقعات کے اعادے پر ہی اکتفا کیا ہے ورنہ ان سے محض خطابی اور اخلاقی نتائج اخذ کیئے ہیں۔ اور انکی تحریروں میں اس قسم کے معاملات مثلاً مختلف ریاستوں کے آپس کے تعلقات، تدبر و تدابیر، رسل و رسائل، عہدنامجات وغیرہ کا ذکر بھی نہیں جو مورخ کے لیئے نہایت اہم ہیں بلکہ وہ مختلف ملکتوں کے باہمی تجارتی تعلقات کا بیان بھی نہیں کرتے۔ اور ان کے متعلق معلومات کا تنہا ماخذ آثار قدیمہ اور چیدہ چیدہ بیانات ہیں + مثلاً تمسطاکلیس کی مشہور دھمکی سے کہ اگر ایتھنز ہی مغلوب ہو گئے تو سب کے سب سیبارس میں جاکر آباد ہو جائینگے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایتھنز اور اٹلی کے درمیان دیرینہ تعلقات تھے اور ان کا ثبوت اس اثر میں بھی پایا جاتا ہے جو ایتھنز نے نیاپولس میں پیدا کر لیا تھا۔ مثلاً جب ایتھنز ہی سپہ سالار دیوتی مس صقالیوں کے ساتھ برسرپیکار تھا تو اسنے نیاپولس میں ایک مذہبی میلے کی بنیاد ڈالی[11] گو عام خیال یہ ہے کہ یہ واقعہ جنگ پیلوپونیز کے بعد کا ہے

[10] لا، ڈرواۓ سن، "ایتھنز اور دیار مغربی" برلن ۱۸۸۲ء۔

[11] تمائیوس (۹۹، م) جسکا اقتباس تزیتزیس کی تفسیر لیکوفرون میں درج ہے + واضح ہو کہ عہدہ لمپادو ڈرومی* صرف ایتھنز ہی میں پایا جاتا ہے (بوسانیاس ا، ۳۰، ۲۔ ہومیسٹر "یادگارہائے" زیر بحث "فاکیلین") مگر یہ مسئلہ کہ تمائیوس نے مبالغہ تو نہیں کیا ہے اسوقت تک زیر بحث ہے +

[* یہ اس تہوار کا نام تھا جسمیں پجاری ہاتھ میں مشعلیں لیکر دوڑتے تھے۔ اس لفظ کے لغوی معنی "وہ مشعل دوڑ کے ہیں"۔ مترجم]

مگر اسمیں شبہ نہیں کہ نیاپولس پر ایتھنز کا عرصہ دراز سے اثر ہوگا ورنہ محض ایک ایتھنز ہی سپہ سالار کا مقرر کیا ہوا تھوار اسقدر زمانے تک برقرار نہ رہتا۔ اسیطرح تھوریہ کے سکوں کی طرح نیاپولس کے سکوں پر اتھینا دیبی کو نتھی خود کے بجائے ایتھنز ہی خود پہنے ہوئے نظر آتی ہے۔ ایتھنز اور مغربی ممالک کے تعلقات ابتدا میں تو محض تجارتی ہی تھے اور ایتھنز ظروف گلی کے عوض غلے اور ایٹروریہ کی دھات کی اشیا کی درآمد کرتا تھا۔ مگر پانچویں صدی ق م کے وسط میں ایتھنزیوں نے تھوریئی کی بنیاد ڈالکر اٹلی میں مستقل سیاسی قدم جمالیا۔ کو سیبارس قریب پچاس سال پیشتر ہی برباد ہوچکا تھا مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اسکے باشندوں کا جذبۂ قومیت بھی مفقود ہوچکا تھا۔ تاریخ عالم میں اس قسم کی مثالیں کثرت سے ملیں گی کہ ایک شہر یا ملک تو تباہ ہوگیا ہو مگر اس کے باشندوں میں احساس قومیت اور یکجہتی برقرار ہو مثلاً اسپارٹی قبضہ ہونے کے بعد بھی میسنیہ کے باشندوں میں برابر جذبۂ شہری قائم رہا۔ اور زمانۂ حال میں ملک پولستان کی مثال بدیہی ہے جہاں ملک کی تقسیم کے بعد بھی پولستانیوں کی قومیت مردہ نہیں ہوئی۔ غرض سیبارس کے اکثر باشندے بحیرۂ تیرینیہ کے ساحلی اضلاع مثلاً لاؤس، سکدروس، پوسئیدونیہ وغیرہ بھاگ گئے اور وہاں اپنے پرانے شہر کی فتح اور اسے دوبارہ آباد کرنے کے منصوبے کرنے لگے۔

سنہ ۴۵۳ ق م میں ان جلاوطنوں کے دوبارہ اپنے شہر کے موقع کے قریب ہی ایک نیا شہر آباد کیا، مگر کروتون کے باشندوں نے انھیں وہاں سے بھی نکال دیا جب انھوں نے یہ دیکھا کہ اپنی کمزوری کی وجہ سے بلا امداد غیرے بیرونی حملوں کی کما حقہ مدافعت نہیں کرسکتے تو انھوں نے باہر کا دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔ اسپارٹا نے تو انکی صدا پر توجہ نہیں کی مگر ایتھنز نے وعدہ کیا کہ وہ انکے واسطے ایک نیا شہر آباد کرادیگا۔

ایتھنز میں اس قسم کی مہم سر کرنے کی خاص اہلیت تھی اسلیئے کہ شہر سیرس میں جو اسپارٹا کے نزدیک ہی تھا پالاس دیبی کا بت نصب تھا اور ضلع سیرسئس میں خصوصاً اور جنوبی اٹلی میں عموماً ایتھنز کا لحاظ کیا جاتا تھا۔ اسکے سوا ملطیہ اور

سیبارِس کے آپس کے تعلقات نہایت عمدہ تھے اور ملطہ اور ایتھنز کا معاملہ گویا واحد تھا۔ ایتھنز کا تیسرا امتیاز یہ تھا کہ تجارتی معاملات میں اسے خاص فوقیت حاصل تھی اور وہ سیبارِس سے شہر کی تجارتی اہمیت کو خوب سمجھ سکتا تھا۔ گو اسی زمانے میں اطالوی قبائل نے اپنی قوت کا اچھی طرح اندازہ کر لیا تھا اور وہ پہلے سے زیادہ خطرناک ہو گئے تھے، اور لوکانیوں کی قوت بھی روبہ ترقی تھی مگر ان تمام مشکلات کے ساتھ ہی ایتھنز کی نظر میں سیبارِس کا مستقبل نہایت اہم اور شاندار تھا اور اسنے اس شہر کی دوبارہ آبادکاری کا تہیہ کر لیا۔[۱۲] یہ امر مشکل سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ

[۱۲] اس کوشش کیلئے جو سیبارسیوں نے اپنے شہر کو دوبارہ آباد کرنے کیلئے کی دیودورس ۱۱، ۹۰ اور ۱۲، ۱۰ دیکھنا چاہیئے۔ نیئے سیبارِس کے سکّوں کا حال (جنمیں سے بعض تو تنہا سیبارِس اور بعض سیبارِس اور پوسیڈونیہ کے یکجائی تھے) ہیڈ کی "تاریخ سکہ جات" سے مل سکتا ہے۔ تھوریئی کی آبادکاری دیودورس کی رائے میں ۴۴۶ ق م (عام خیال کے بموجب ہم بہار ۴۴۳ ق م) میں ہوئی (بوسولٹ ۲، ۵۰۰) تھوریئی کیلئے ل۔ شلر کی کتاب "معاملات تھوریئی" (گیوٹنگن ۱۸۳۸ء) اور ف۔ میولر کی کتاب "جمہوریہ تھوریئی" دیکھنی چاہیئے۔ اس شہر کے موقع کیلئے کالاواری کی نظریات درست ہیں (لیفورسون "یونان عظمیٰ" ۱، ۲۶۳)۔

دس قبیلوں میں سے چار کے نام تو ایتھنز اور اسکی باجگزار ریاستوں کے نام پر رکھے گئے تھے (اتھینائس، یوبوئس، نیسیوٹس، یاس) تین وسطی اور شمالی یونان پر (بوئیٹس، دورِس، امفکتیونس) اور تین پیلوپونیز کی ریاستوں پر (آرکاس، اکائس، ایلیا)۔ مگر اسپارٹا اور پیلوپونیزی دوریانیوں کا کہیں ذکر بھی نہیں اسلیئے کہ انھوں نے نو آبادی کے قیام میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ قبیلہ اکائس ایتھنزیوں کا طرفدار تھا اور آرکاس مذبذب تو ہم اس نتیجے پر پہنچینگے کہ تھوریئی میں ایتھنزی فریق کی حالت کچھ قابل رشک نہ تھی۔

دیودورس (۱۲، ۱۱) کا بیان ہے کہ تھوریئی کے قوانین کو خاروندااس نے ترتیب دیا۔ یہاں غالباً وہ تمائیوس کی جگہ افورس کا تتبع کر رہا ہے اسلیئے کہ اتنی فاش غلطی کا

جب کروتون والوں نے اس مقام پر قبضہ کر لیا تھا تو اس کوشش میں ایتھنز کو کس طرح کامیابی حاصل ہو سکتی تھی۔ مگر ان معاملات پر ذرا غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جن اصولوں پر ایتھنز کاربند ہوئے، جس طرح وہ ڈیلفی کی کاہنہ اور دیگر یونانی ملکوں سے امداد کے خواستگار ہوئے اور ہر جگہ سے انھیں خاطر خواہ جواب بھی مل گیا، یہ سب طریقے دراصل ان ہی مشکلات کو رفع کرنے کے لیئے برتے گئے تھے۔ یونانیوں کا خیال تھا کہ اگر سیبارس کی مہم سر کرنا ضروری ہے تو اس سے صرف ایتھنز ہی کو نفع نہ پہنچے بلکہ تمام دنیائے یونان متمتع ہو۔

چونکہ ڈیوڈورس ان واقعات کی تنہا سند ہے اسلیئے اسکا تتبع کرنے پر ہم مجبور ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ مہم آبادکاری بھیجنے سے پیشتر ایتھنز یوں نے یہ عام اعلان کر دیا کہ جو شخص اس میں شامل ہونا چاہے وہ شوق سے شامل ہو۔ اور دس جہاز بسر کردگی زینوکرتیوس و لامپون بھیجے۔ روانگی سے پیشتر اپولو کی کاہنہ نے یہ ہدایت کر دی کہ شہر اس جگہ آباد کیا جائے جہاں "پانی تو ناپ کر ملتا ہو مگر روٹی کی ناپ تول کی ضرورت نہو"۔ جب آبادکار سیبارس کی حدود میں داخل ہوئے تو انھیں ایک چشمہ موسومہ تھوریا ملا جو قدیم شہر سے کچھ دور نہ تھا۔ اور اس چشمے میں تانبے کا ایک نل لگا ہوا تھا جسے وہاں کے لوگ "مدِمنوس" یا پیمانہ کہتے تھے۔ لامپون مذہبی قوانین سے خوب واقف تھا اور اس قسم کے معاملات میں ید طولےٰ رکھتا تھا۔ اور اسنے فوراً یہ طے کر دیا کہ یہ ہی وہ جگہ ہے جہاں پانی پیمانے میں ہو کر آتا ہے اور اسکے توثبوت کی ضرورت ہی نہیں کہ اس ملک میں غلہ بافراط پیدا ہوتا ہے۔ بالآخر یہاں ایک نیا شہر آباد کیا گیا اور اسکا نام تھوریئی رکھا گیا۔ اسکے باشندے یونانی اور قدیم سیباری تھے۔ اور انھوں نے شہر میں سات سڑکیں تعمیر کیں چار طول میں اور تین عرض میں۔ اول الذکر متوازی سڑکوں کے نام ہرقلیہ، افرودیسیاس، اولمپیاس اور دیونیسیاس اور باقی ماندہ متوازی سڑکوں کے نام ہیروآ،

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مرکب تمائیوس ثانی ہی سے ہو سکتا ہے۔ بعض مورخوں کی رائے ہے کہ یہ ضابطہ دراصل پروتاغورث نے تیار کیا تھا اور بالکل ممکن ہے اسنے خارونداس کے قوانین سے مدد لی ہو۔

تھوریا اور تھورینا تھے۔ اس قسم کی متوازی سڑکوں کا موجد ملطی، ہپوداموس ہے۔ جس نے شہر پیرائس اور بندرگاہ جزیرہ روڈس تعمیر کیے تھے اور بہ نسبت زمانہ مابعد کے اس دور میں اس طرز تعمیر کا عام طور پر تتبع کیا جاتا تھا۔ مگر خود دیودورس کہتا ہے کہ اس نوآبادی کے قیام میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور چند ہی روز شہریوں میں تنازعات پیدا ہونے لگے۔ اول تو قدیم سیبارسیوں نے یہ دعوے کیا کہ ان ہی کو بڑے بڑے عہدے ملنے چاہئیں اور نئے یونانی آبادکاروں کو محض چھوٹے چھوٹے عہدوں پر قناعت کرنی چاہیئے، اور یہ اصول پیش کیا کہ سیباری بیبیوں کو یونانی عورتوں پر سبقت حاصل ہے اور یہ کہ شہر کے قریب کی اراضی سیبارسیوں اور بعید اراضی یونانیوں کو دی جائے۔ جھگڑوں نے اس قدر طول کھینچا کہ کھلی لڑائی کی نوبت آگئی اور نئے آنے والوں نے بہت سے قدیم باشندوں کو مار کر باقی ماندہ کو شہر سے نکال دیا۔ ان جلاوطنوں نے دریائے ترائس پر تیسرا سیبارس آباد کیا جس کے چند سکے اس وقت تک موجود ہیں + فاتحوں نے یونانیوں سے مزید کمک طلب کی اور ایک عمومی دستور بنایا اور کرولتوں کے باشندوں کے ساتھ (جو سیبارس کی آبادکاری سے کچھ خوش نہ تھے) ایک سمجھوتہ کر لیا + اس نئی بستی میں دس قبیلے تھے:- آرکاس، اکائس، ایلیا، بیوشن، امفکتیونس، دورس، یاس، اتھینائس، یوبوئس، نیسیوتس، سات سڑکوں کے باہمی اتصال سے بیس چوک بن گئے تھے۔ اور ممکن ہے کہ اس تقسیم کا کوئی تعلق دس قبیلوں سے ہی ہو۔ دیودورس کا بیان ہے کہ اب یہاں کے باشندوں نے ضابطہ قوانین موضوعہ خاروندا‌س اختیار کر لیا جو ان میں سب سے زیادہ عقلمند شہری تھا۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ بیان قطعی بے بنیاد ہے۔ اس لیئے کہ خاروندا‌س کو مرے ہوئے عرصہ گذر چکا تھا + قبیلوں کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایتھنز کی ہی اکثریت تھی اور اسپارٹا کی محض ایک ظاہری حیثیت تھی + سڑکوں کے ناموں میں کہیں اتھینا دیبی کا نام نہیں ملتا۔ مگر ممکن ہے کہ اس کا اصل سبب یہ ہو کہ وہ دوسری دیبیوں سے کہیں زیادہ ممتاز سمجھی جاتی تھی۔ تھوریئی پہلے تو تارنتم سے اور پھر خود ایتھنز سے برسرپیکار ہوا + جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ اس نئے شہر سے ایتھنز کو کسی قسم کا فائدہ ہو اس کو نقصان ہی نقصان

پہنچا۔ ہم خواہ مخواہ اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ ایتھنزیوں نے اس تنفر کو جو انہیں عام آبادکاری کے اصول سے تھا۔ خیرباد کہتے ہیں اور بجائے کلیر و خیاں قائم کرنے کے آبادکاری کی ایک وسیع اسکیم ترتیب دینے میں بہت غلطی کی۔ خاص کر ایسی حالت میں جب بلاد دوسری قوموں کی مدد کے جو اس کا شکریہ تک ادا کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے وہ انہیں قائم نہ کرسکتا تھا۔ اور فارقلیس سے اس طرزِ عمل پر کاربند ہونے کی ہرگز امید نہ کی جا سکتی تھی۔ بہرحال تھوریوں نے بہت جلد مادی اور ذہنی ترقی کی شاہراہ پر قدم بڑھایا اور چونکہ ایسی نوآبادی کا تخیل بالکل نیا تھا جس میں تمام یونانی شہر حصہ لیں۔ اس لئے وہاں بہت سے اہلِ فراست جمع ہو گئے اور واضعِ قوانین پروتاغورث، ہیروڈوٹس اور امپی دوکلیس نے وہاں بود و باش اختیار کر لی۔

شہر تارنتم[1] تھوریئی سے بیزار تھا اور ہمیشہ قوم مساپئی سے برسرِ پرخاش رہتا تھا۔ اس نے اب ایتھنز سے عمدہ تعلقات قائم کر لیے۔ سسلی کی جنگ کے زمانے میں ایتھنزیوں اور ارتاس شاہ مساپیان نے اس محالفت کی پھر تجدید کر لی[2]۔

جنگ پیلوپونیز کے ابتدائی واقعات سے ظاہر ہوتا ہے ریگیوم اور لیونتی نی کے ساتھ ایتھنز کے تعلقات دوستانہ تھے اور چونکہ فریقین یک جدی تھے اس لئے یہ امر بعید از قیاس بھی نہیں اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سسلی کے مغربی شہر سگستا میں بھی ایتھنز کا بہت اثر تھا۔

ایتروریہ کے باشندوں کے ساتھ بھی ایتھنز کا رویہ مخالفانہ نہ تھا۔ چونکہ مسینہ کی شاہراہ بحری سسلی اور زیرین اٹلی کے خالکدیسی یونانیوں اور سیراکیوزیوں کے قبضے میں تھا اور وہ تجارتی رقیبوں کو سخت ناپسند کرتے تھے اس لئے ابتدا میں ایتھنز اور اٹیروریا کے تعلقات محض بری تجارت تک محدود تھے۔ پانچویں صدی ق م کے اٹیکائی ظروف گلی اٹیروریا، کمپانیا اور اڈریا میں پائے جاتے ہیں۔ اور زمانۂ ماضیہ میں کیومے نے جو خالکدیسیوں اور کورنتھیوں کا گویا قائم مقام تھا۔ مغربی

[1] اولمپیہ میں ایک مجسمہ "جیت" بھاری کی تختی پائی گئی ہے جس پر تارنتم کے متعلق ایک نوشتہ ہے اسکے لئے ڈٹن برگرہ ۳۵ دیکھنا چاہیئے

[2] طوسیحی دیدیش ۷، ۳۳۔

اٹلی کے بازاروں پر تسلط قائم کر لیا تھا۔

ہمیں ایتھنز اور قرطاجنہ کے باہمی تعلقات کا بہت ہی کم علم ہے[15]۔ گو اس میں شبہ نہیں کہ جس طرح ایتھنز کی قوت و اقتدار مشرق میں ممتاز تھے اسی طرح قرطاجنہ کی دھاک مغرب میں بیٹھی ہوئی تھی اور اس عظیم الشان مملکت کے متعلق اثر اور طرز عمل کا پتہ لگانا فارقلیس کیلئے نہایت اہم تھا۔ یہاں ہمیں نوشتوں کی بے قاعدگی اور وہ کمی جو قدما کے وقائع میں اکثر پائی جاتی ہے صاف عیاں ہو جاتی ہے۔

دائرے کا محیط ختم کرنے کیلئے اب مشرق کی طرف آجانا چاہیئے۔ مغربی یونان میں سب سے طاقتور مملکت کورکیرا کی تھی جو ہمیشہ کورنتھ کا مخالف اور اریتریا کے تعلقات کی بنا پر ایتھنز کا دوست بنا رہتا تھا۔ تسطاکلیس کورکیرا کا ہمیشہ ساتھ دیتا رہا۔ اور یہ فرض کرنا کچھ بیجا نہ ہوگا کہ اگر ایتھنز بحیرہ یونان میں کورنتھ کا مدمقابل بننا چاہتا تو پہلے سے بھی زیادہ کورکیرا کی مدد پر انحصار کر سکتا تھا۔ مگر جنگ پیلوپونیز کے ابتدائی نازک زمانے تک دونوں مملکتوں کے درمیان کسی قسم کے مخالفے کی نوبت نہیں آئی۔ ایتھنزیوں نے ارض یونان کے مغربی حصے پر بھی قدم جما لیے۔ لوکرس کے باشندے ہمیشہ ایتھنز کے مدمقابل رہتے تھے اور اب تولمید اس نے اپنے مولیکریم اور نوپاکتوس چھین کر میسینیوں کو انہیں آباد ہونے کی اجازت دیدی[16]۔ اس نواح کی صورت حال میں اسی سالہ امن سے کوئی تبدیلی ظہور پذیر نہیں ہوئی۔ مگر جنگ پیلوپونیز سے پہلے ہی ایتھنز نے ان اضلاع کے پیچیدہ معاملات میں دست اندازی کر دی[17]۔ بات یہ تھی کہ امفی لوکی آرگوسیوں نے امبر اسیہ کے چند باشندوں کو اپنے شہر میں آنے دیا تھا۔ مگر موخر الذکر نے اپنے محسنوں ہی پر ہاتھ صاف کیا

---

۱۵ ہولتسا پفل کا خیال ہے کہ پانچویں صدی ق م میں بھی روما کی طرح ایتھنز کے بھی قرطاجنہ سے براہ راست تعلقات تھے اسکے لیئے اس کتاب کا باب ۲۲ دیکھنا چاہیئے۔

۱۶ طوسی دیدیس ۱۔۱۰۳۔ کورنتھ اور قرطاجنہ مدمقابل تھے اسلیئے دونوں کا اثر زائل ہو جاتا تھا اور ایتھنز نہایت اطمینان سے مغرب میں تجارت کر سکتا تھا۔ بحیرہ تیرینیہ میں سیرا کیوز بہت طاقتور تھا۔

اور انھیں شہر سے نکال دیا + اسپر آرگوسیوں نے اکارنانیہ والوں سے مدد مانگی ان دونوں نے دست التجا ایتھنزیوں کے سامنے پھیلایا + ایتھنز نے فورمیون تیس سہ طبقہ جہازوں کو لیکر امفی لوکیوں اور اکارنانیوں نے آرگوس کا محاصرہ کرکے اسے فتح کرلیا اور ان امبراسیوں کو جو اپنے محسنوں کو جلاوطن کرنے کے قبیح جرم کے مرتکب ہوئے تھے غلام بنالیا + اس واقعے سے پیشتر تو شہر امبراسیہ ہی ایتھنز کا دوست تھا اب ایتھنز اکارنانیون پر بھی نہایت وثوق سے اعتبار کرسکتا تھا +

اب یہ ہمیں واضح ہوگیا ہے کہ فارقلیس کے زمانے میں ایتھنز کے تعلقات مختلف مملکتوں سے بالکل مختلف النوع تھے اور انکا دار و مدار یا تو محض سیاسی یا تجارتی اسباب پر تھا + اگر ایتھنز کی یہ خواہش تھی کہ ہر چہار طرف سے محفوظ و مامون رہے تو اسے ہمیشہ خبردار رہنا پڑتا تھا۔ اور اس حفاظت کی سب سے بڑی ضمانت یہ تھی اسکے حلیف اسکے دوست تھے اور اسکے رقیب اور دشمن صریحاً کمزور تھے + مشرق میں تھریسیوں اور مقدونیوں کے اندرونی تعلقات اور آپس کے تنازعات ایتھنز کیلئے مفید و کارآمد تھے اور تھریس اور مقدونیہ اپنی قوت و اقتدار میں کسی قسم کی ترقی نہ دے سکے۔ مغرب میں کورنتھ اور کورکیرا کی آپس کی دشمنی ایتھنز کیلئے ایک فال نیک تھی ورنہ اسے ان دیار میں اپنا دائرۂ اثر وسیع کرنے کی اور کوئی صورت نہ تھی + فارقلیس کو ان تمام امور کا لحاظ کرنا پڑتا تھا۔ اور نہ صرف معاہدے وقت مناسب پر طے کرنے پڑتے بلکہ حاسد رقیبوں کی ترکیبوں کا توڑ کرنا پڑتا اور ان مقاصد کی یکسوئی کیلئے تمام یونانی اور غیر یونانی ریاستوں کے حالات جو پانٹی کا پیوم سے سگشتا تک پھیلی ہوئی تھیں معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی تھی + موجودہ طرز کی سفارتوں کا سلسلہ تو تھا ہی نہیں۔ اور خود پروکسی نوس بھی (جنکا عام طور پر موجودہ قنصلوں سے مقابلہ کیا جاتا ہے) ان ہی مملکتوں کے شہری تھے جہاں انکی بود و باش تھی اور اسطرح ان ریاستوں کے شہریوں کی صرف حفاظت ہی کرسکتے تھے جنھوں نے انھیں مقرر کیا تھا مگر ان کے لیئے ہر ایک معاملے میں ان کا قائم مقام بننا ناممکن

تھا[۱] خواہ کوئی بھی ایتھنز میں برسر اقتدار ہو، فارقلیس ہو یا کوئی اور، اسے یہ لازم تھا کہ ہر ایک مملکت کے ساتھ عمدہ تعلقات قائم رکھے اور در آنحالیکہ معلومات بہم پہونچانے میں حکومت اسکی بہت ہی کم مدد کرتی تھی مگر پھر بھی وہ اس گتھی کو سلجھانے کیلئے ایتھنز یوں کے سامنے جواب دہ تھا۔ زمانۂ قدیم میں بہت کم مدبر ایسے گزرے ہیں جنھوں نے اتنی مشکلات کے باوجود معاملات خارجہ کی اسقدر عمدگی اور توجہ سے نگرانی کی ہو اور معاملات کو اس خوبی سے طے کیا ہو جتنا فارقلیس نے[۲] اور ہمارا خیال تو یہ ہے کہ اسے ضرور اپنے ذاتی روپیہ کا ایک جزو ان مقاصد کی تکمیل کیلئے صرف کرنا پڑا ہوگا۔

---

[۱] باب ۸۔ ظاہر ہے کہ اگر پروکسی نوع آجکل کے قنصلوں کی طرح اس مملکت کے عام قائم مقام ہوتے جسنے انھیں مقرر کیا تو انکو اکثر خود اپنے ہی شہر کے خلاف معلومات بہم پہنچانے پڑتے ہونگے۔

[۲] پلوٹارک ("فارقلیس" ۱۵) ایتھنز اور فارقلیس کا دائرۂ اثر بالکل مساوی قرار دیتا ہے۔

یہاں یہ بتانا مناسب ہے کہ اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر میں عام طور پر یہ تسلیم کرلیا گیا تھا کہ گو ایتھنز ذہنیات کا مرکز تھا مگر اسکی سیاسی شخصیت کا پایہ اسقدر بلند نہ تھا۔ اور گو اس نظریئے کی کافی بیخکنی ہوچکی ہے پھر بھی بعض مورخ اب بھی دل ہی دل میں اسے تسلیم کرلیتے ہیں۔ یہ بھی خیال کیا جاتا تھا کہ مغلوں کی سی عظیم الشان سلطنتیں نہایت قابل تعریف ہیں۔ مگر اب یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ بعض باتوں میں پانچویں صدی ق م کا ایتھنز ازمنہ وسطے کی بڑی بڑی سلطنتوں سے بھی زیادہ عظیم الشان تھا۔ قدما اسلیئے ایتھنز کی سیاسی اہمیت پر زور نہیں دیتے کہ یہ اہمیت بہت دن تک قائم نہ رہی۔ مگر کم از کم پچاس سال تک تو ایتھنز اور ایران کی حیثیت مساویانہ تھی۔ غرض یہ کہ ۴۷۹ق م سے ۴۳۰ق م تک ایتھنز کا طرز عمل تاریخ کا ایک نہایت درخشاں ہیولی ہے اور ایتھنز مقدونیہ اور روما کا حقیقی پیش رو ہے۔

بیسواں باب

ایتھنز بعہد فارقلیس

ادبیات وفنون یونان

دور فارقلیس میں ایتھنز کے ایک نہایت اہم شعبے کا ذکر ابھی باقی ہے۔ یونانیوں کا خیال تھا کہ آرائش بلدہ اور شہریوں کا سامان تفریح اور وہ طریقے جنسے ایک شخص اپنی زندگی فراخ دلی سے بسر کرسکتا ہے، یہ ہی وہ امور ہیں جو انسان کی ذہنی ترقی کا حقیقی معیار ہیں۔ قدما کا متفقہ بیان ہے اور خود فارقلیس کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسنے ان معاملات کی طرف خاص توجہ کی + ان باتوں کے ماسوا اسکی ایک خواہش اور بھی تھی جسکا اعلان کرنا اسنے مناسب نہ سمجھا۔ اور اس خواہش کا ذکر ہم قدیم مورخوں کی تصنیفات میں اسلئے نہیں پاتے کہ ان کا یہ شیوہ رہا کہ اپنے تعصبات اور خیالات سے متاثر ہوئے بغیر کبھی کسی امر کی طرف توجہ نہ کرتے تھے اس خواہش کا ذکر اس باب کے آخر میں کیا جائیگا۔ بہر ہا نہیج فارقلیس نے جو توجہ آرائش بلدہ اور شہریوں کے سامان تفریح پر کی اسکے تو خود قدیم مورخ شاہد ہیں اور انکے بیانات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایتھنز کی تاریخ کا یہ دور نہایت اہم اور درخشاں تھا + باب ہذا میں اسی ضمن میں یونان کی ذہنی ترقیوں کا حال بھی بیان کیا جائیگا +

یونانیوں کا خیال تھا کہ جب خود مملکت فنون لطیفہ کی سرپرستی کرنے کیلئے تیار ہو تو اُن فنون کو دیوتاؤں کی عظمت اور خدمت کیلئے استعمال کرنا چاہئیے اور اسی اصول پر کاربند ہوکر فارقلیس چاہتا تھا کہ شہر کو زینت دیجائے اور زینت و آرائش کی بنیاد مذہب پر ہو +

ایتھنز کی مربی دیبی پالاس اتھینا تھی اور گورس کی بودوباش اکروپولس میں تھی مگر دائرہ اقتدار تمام سلطنت ایتھنز میں پھیلا ہوا تھا۔ اور جب لیگ کا خزانہ

ڈیلوس سے ایتھنز منتقل ہوا تو یہی دیبی اسکی حفاظت کی خاص طور پر ذمہ دار ہوگئی۔ خود اکرو پولس کا چڑھاوا اتھینا کی شان کے شایاں تھا اور جب اکرو پولس کی تزئین اور آرائش کی گئی تو خواہ مخواہ فن پیکر تراشی کو بھی کمال حاصل ہوا +

کیمون نے ایتھنز کی آرائش میں عملی حصہ لیا تھا اور چونکہ فنون لطیفہ کے میدان میں فارقلیس نے کیمون کے ہی اصول کی پیروی کی [1] اسلیئے اس باب میں ہم سب سے پہلے کیمون کے کارہائے نمایاں کا ذکر کریں گے + کیمون اور فارقلیس میں یہ فرق تھا جہاں کیمون اپنے ذاتی روپے سے اخراجات بلدہ کا کفیل ہوتا تھا وہاں فارقلیس آرائش ایتھنز پر زر عامہ خرچ کرتا تھا + سچ تو یہ ہے کہ دونوں کا طرز عمل اپنی اپنی جگہ درست تھا۔ اسلیئے کہ کیمون کو تو بڑی بڑی لڑائیوں میں مال غنیمت ملا تھا اور وہ ان امور عامہ میں اپنی ذاتی دولت باطمینان تمام صرف کر سکتا تھا مگر فارقلیس کو اس معنے میں کبھی کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ اور چونکہ اسکے نزدیک ایتھنز کی زیبائش کا اصل مقصد یہ ہی تھا کہ ایتھنزی مذہب کا بول بالا ہو اسلیئے بہ نسبت افراد کے روپیہ کے مملکت کا روپے اس کار خیر میں لگتا ہی افضل و اولےٰ تھا +

[1] پانچویں صدی ق م کے ایتھنز کے متعلق معلومات میں زمانہ حال کی کھدائیوں سے معتدبہ اضافہ ہوا ہے اور مختلف مصنفوں کی تصانیف اور مباحث کے ذریعے سے ان کھدائیوں کے حالات چار دانگ عالم میں شائع ہو گئے ہیں + واخسموتھ کی تصنیف "شہر ایتھنز بزمانۂ قدیم" (جلد ۱ ۱۸۷۴ء) میں بنیادی اسناد پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی تھی مگر اس کتاب اور برسیان کے "جغرافیۂ یونان" (۱۸۶۲ء) پر بہت معلومات کا اضافہ ہوا ہے + اس ضمن میں مفصلۂ ذیل کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے :-

۱ ملش ہوفر، "ایتھنز" (بئومیئسٹر کا "مجموعہ یادگار ہائے قدیمہ" جلد ۱ ۱۸۸۴ء) +
۲- لولنگ، "ایتھنز کا تفصیلی نقشہ" (میولر، "بیاض قدیمیات" جلد ۳ ۱۸۸۹ء) +
۳- بیڈیکر، "رہنمائے یونان"۔ اشاعت دوم ۱۸۸۹ء +
۴- بیوٹی شر، "ایتھنز کا اکروپولس"۔ برلن۔ ۱۸۸۸ء +

آخر الذکر کتاب میں فاضل مصنف نے نہ صرف آخر ترین تحقیقات کا ملخص دیا ہے بلکہ اپنی کتاب کو

اسکے برعکس کیمون دراصل اس طریقے کی ایک وسیع پیمانے پر پیش بندی کر رہا تھا جو مارسیلس اور فےبیس جیسے رومن سرداروں نے روا رکھا اور جنھوں نے روما کو مال غنیمت کے روپے سے معبدوں اور مجسموں سے آراستہ و پیراستہ کیا +

قدماسیہ دار مقامات پر خاص طور سے فریفتہ تھے جہاں وہ اپنا بیشتر وقت صرف کرتے تھے۔ اسی لئے کیمون نے باغچۂ اقادموس جو ڈیپلون دروازے کے سامنے تھا درست کرایا رفتہ رفتہ اسے لوگ جسم خانے کے طور پہ استعمال کرنے لگے اور یہ نوجوانوں کا ورزش گاہ اور ضعیفوں کا فرودگاہ بن گیا + اسی مقصد سے اسنے اگورا میں درخت لگوائے اور ان ماہتابیوں کی تعداد میں اضافہ کیا جو اگورا کے ہر چہار طرف تھیں + کیمون کے ایک عزیز پی سیاناکس نے شہر کے چوک میں ایک بہت بڑا ایوان تعمیر کرایا جسکی دیواروں کو خود پولیگنوٹس اور میکون نے مختلف تصاویر سے مزین کیا + اس ایوان کا نام پوئیے کیلے یا "آشیانۂ بوقلمون" پڑ گیا + جب کیمون تھیسیوس کی ہڈیاں جزیرۂ اسکیروس سے ایتھنز لایا تو اسنے اُن کے لیئے ایک مقبرہ بنوایا۔ مگر اس مقبرے کا محل وقوع اسوقت تک زیر بحث ہے۔ اور یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ آیا یہ وہی خوبصورت معبد ہے جو اس چھوٹی سی پہاڑی پہ بنا ہے جو شمال و مشرق سے اریوپاگس اور ڈیپلون کے درمیان ہوتی ہوئی عین بازار تک چلی آتی ہے[۱] + اس بتکدے کی طرز تعمیر سے تو یہ پتہ لگتا ہے یہ پارتھنون سے قبل کی عمارت ہے۔ اسکے مجسموں میں سے مشرقی اور ہر دو اطراف کی مورتی تختیاں اسوقت تک بدستور ہیں اور مشرقی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بے شمار تصاویر سے مزین بھی کیا ہے +

ببوتی ٹشر نے ڈرم سے جسقدر معلومات اخذ کی ہیں انکو اپنی کتاب میں تسلیم نہیں کیا +

[۱] تھیسیوم نامی بتخانے کیلئے بُو ٹیسٹر کا مجموعہ دیکھنا چاہیئے جہاں اپ اگریف فن تعمیر اور بُو ٹیسٹر فن سنگتراشی پر بحث کرتا ہے۔ اسی مضمون پہ اگریف نے مختلف تصانیف کے اقتباسات بھی دیئے ہیں + روایات کے بموجب یہ تھیسیوس ہی کا مندر تھا۔ ڑوس نے آریس کے متعلق خیال ظاہر کیا اور زمانہ مابعد میں ہرقل یھفائستوس اور اپولو پاتر واس کا نام پیش کیا گیا ہے +

تختیوں میں تو ہرقل کے کارنامے اور اطراف کی تختیوں میں تھسے سیوس کے سوانح دکھائے گئے ہیں اور بعض مورخوں کا خیال ہے کہ یہ میرون کی دستکاری کے نمونے ہیں۔ اسیطرح اس عمارت کے صحن کے ہر چہار طرف جو حاشیہ تھا اسکا بھی ایک حصہ تاحال موجود ہے جسمیں لاپیتھون اور قنطوروں کی باہمی جنگ دکھائی گئی ہے اور کے کولے کا خیال ہے کہ اس حاشیے میں فدیاس کی صنعت کی علامات ہیں + غرض یہ ہے کہ جہانتک طرز تعمیر کا تعلق ہے ہمیں یہ باور نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ یہ مندر قریب ۴۶۰ ق م میں بنا ہوگا۔ مگر اس سے یہ ہرگز لازم نہیں کہ یہ ہی تھسے سیوس کا مقبرہ یعنی تھسے سیوم تھا +

کیمون نے اپنی توجہ اکروپلس کی طرف بھی مبذول کی اور اسکی قلعہ بندی کا خاص طور پر لحاظ کیا + اسکا ہمیں پوری طور پر علم نہیں کہ ابتدا میں اسکی فصیل کی کیا حالت تھی۔ اس فصیل کا ایک حصہ تو پیلاسگی قوم کی طرف منسوب کیا جاتا تھا اور اسے اینیا پیلوس (نو درہ) یا پیلار گیکون یا پیلاسگی کون کہتے تھے + جنگ ایران میں شہر کا ایک حصہ مسمار ہوگیا تھا اور جب ایتھنز ایران کے پنجے سے رہا ہوگیا تو شہر پناہ کے اس حصے کی مرمت کی گئی۔ فصیل کی تعمیر کیمون کے دور میں شروع اور عہد فارقلیس میں ختم ہوگئی اور بعض مورخوں کا یہ خیال درست نہیں معلوم ہوتا کہ شمالی دیوار منسطاکلیس کی تعمیر کردہ ہے + جو اراضی جنوبی فصیل کی دوسری جانب تھی وہ پارتھینون کیلئے مسطح کردی گئی تھی۔ اسی میں ٹیلے کی ڈھال کے داہنی جانب جنوب و مغرب کی طرف ایک برج تھا اور اسپر نیکے اپتیروس یا "فتحمند اتھینا" کا بتکدہ بنا ہوا تھا جسکا ذکر بعد میں آئیگا +

کیمون قلعے کی تزئین سے بھی غافل نہ تھا + اسنے قلعے میں نہ صرف چھوٹے چھوٹے مندر بنوائے اور اتھینا کے بتخانے کی بنیاد رکھی جسے بعد میں خود فارقلیس نے تکمیل کو پہنچایا اور جسکا پارتھینون نام پڑا بلکہ اسنے "جنگجو اتھینا" کا تانبے کا ایک عظیم الشان مجسمہ فدیاس ولد خارمیداس سے بنوایا اور یہی اس مشہور سنگتراش کی درخشاں پبلک زندگی کی

ابتدا الفی + ۳ جب غیر ممالک کے سیاح جہازوں پر بیٹھکر ایتھنز آتے ہوئے راس

۳ ان مصنفوں کے علاوہ جنھوں نے برن، اوورنبیک، ل۔ م۔ مچل، مرے وغیرہ کی طرح یونانی فن پیکر پزیری پر علحدہ کتابیں لکھی ہیں، مفصلۂ ذیل مورخوں نے فدیاس کے حالات قلمبند کیئے ہیں:۔

۱۔ ل۔ دے رونشو: "فِدیاس"۔ پیرس ۱۸۶۱ء۔

۲۔ ا۔ پیٹرسن: صنعت فدیاس۔ برلن ۱۸۷۳ء۔

۳۔ والڈشٹائن: "فدیاس کی صنعت"۔ لندن ۱۸۸۵ء +

۴۔ والڈشٹائن کا مختصر مضمون بلومئیسٹر کے مجموعے میں +

۵۔ کولی نیوں: "فدیاس"۔ پیرس ۱۸۸۵ء + فدیاس کی موت کے لیئے:۔
میولرشٹریوبنگ: "روایات بابت وفات فدیاس" (۱۸۸۲ء)۔
لیوشکے: "وفات فدیاس" (بون ۱۸۸۳ء) +

میولرشٹریوبنگ فیلوخوروس (جزو ۷، ۹) کی تصحیح کرتا ہے اور بجائے قدیم روایات کے جنکی صحت میں کلام ہے ایسا نظریہ قائم کرتا ہے جو ہمارے خیال میں بالکل درست ہے۔ مگر اسپر ہمارا ایک اصولی اعتراض ہے۔ میولرشٹریوبنگ کی عادت ہے کہ وہ ایسے واقعات مطلق نظرانداز کردیتا ہے جنکا اسناد میں تو ذکر ہو مگر اسے عجیب وغریب معلوم ہوتے ہوں اور بعض مرتبہ تو محض اپنے مطلب کے خاطر فقرے کے فقرے تبدیل کردیتا ہے (فِدیاس۔ حتی لنہ) ورنہ خود مصنف پر شک وشبہ رکھتا ہے (پلاٹیہ، کورکیرا) + ساتھ ہی یہ یاد رکھنا بھی فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ اور اقوام کی طرح بعض مرتبہ یونانی بھی لغو بیانی سے کام لیتے تھے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انکے افعال ہمیشہ عقل کے مطابق ہوتے تھے + Sen Cortsor (۸، ۲) کا بیان ہے کہ فدیاس پر ایک زمانے میں ایلس میں تغلب کا الزام لگایا گیا تھا اسلیئے فیلوخوروس کے فقرے تبدیل کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی + ہم اسکا تعین کرنے سے قاصر ہیں کہ فدیاس کی عمارتیں کس ترتیب سے بنائی گئی تھیں اور جو کچھ نظریہ قائم ہوسکا ہے وہ محض قیاسات پر مبنی ہے۔ فیلوخوروس کے جزو متذکرہ بالا کی بنا پر

سونیوم کا دور کرتے تھے تو اس بت کے نیزے کی نوک ان عجائبات میں سے تھی جس پر سب سے پہلے انکی نظر پڑتی تھی +

اپنی پبلک زندگی کے ابتدائی دور میں ہی اسنے مارا تھون کے مال غنیمت سے تیرہ تانبے کے مجسمے بنا کر اس صنعت میں بھی کمال پیدا کیا۔ ان میں سے ایک ملتیادیس کا مجسمہ تھا جسکے ہر چہار طرف اپولو، اتھینا اور دس بڑے بڑے ایتھنزی سورما بیٹھے نظر آتے تھے۔ ایلیس کے باشندوں نے اولمپی زیوس کا بتخانہ تعمیر کیا تھا جسکے سر مثلث اور مورتی تختیوں کا ذکر باب ۱۲ میں آچکا ہے۔ اب انھوں نے فدیاس کو ایلیس بلایا اور اسے زیوس کا سونے اور ہاتھی دانت کا مجسمہ بنانے کا حکم دیا۔ زیوس قریب ۴۰ فٹ بلند تھا اسکے ایک ہاتھ میں فتح کی دیبی کا مجسمہ اور دوسرے ہاتھ میں عصائے سلطانی تھا۔ اور یونانیوں کی نظر میں اسکے چہرے سے وہ تمام علامات ظاہر ہوتی تھیں جنھیں ہومر نے ابوالالٰہ کی شخصیت کے ساتھ وابستہ کیا تھا + بعض مورخوں کا گمان ہے کہ اوتریکولی کے زیوس کے مشہور سر سے فدیاس کے تخیل کی صحیح ترجمانی ہوتی ہے۔ مگر ہمارے نزدیک ایلیس کے سکے اس سے بھی زیادہ فدیاس کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں + اولمپی زیوس کے تخت، کرسی، بنیاد اور جنگلا غرض ہر چیز نہایت نفیس مجسموں سے مزین تھی اور ان بے شمار افسانوں اور روایات کی تصاویر دی ہوئی تھیں جنسے خدائے برتر کی عظمت و اقتدار صنف انسانی کے سامنے آشکارا ہو +

فدیاس کی واپسی سے پیشتر ہی کیمون کا انتقال ہو گیا تھا۔ جب وہ ایتھنز آیا تو فارقلیس کی قوت شباب پر تھی اور اسنے لیگ کا روپیہ دیلوس سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بہت سے مورخوں کا خیال ہے کہ فدیاس نے اولمپیہ کے زیوس کا مجسمہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں تیار کیا تھا۔ اس کے لئے کرٹنس کی تاریخ یونان ۲،۶۶ ۴۵ ۸ و ۵۱ ۸ دیکھنا چاہئیے + رابرٹ اور بعض دیگر مورخوں کو اسمیں شبہ ہے کہ فی الواقع اگیلاداس فدیاس کا استاد بھی تھا +

ایتھنز منتقل کر کے قلعے کی دیبی کے خزانے میں بحفاظت تمام جمع کر دیا تھا۔ اب فارقلیس کو یہ خیال ہوا کہ اس روپے کا ایک حصہ (جو در اصل جنگ ایران کے انتظام کے لیئے جمع کیا گیا تھا) قلعے کی زینت پر خرچ کرنا چاہیئے۔ خراج ہر سال طلب کیا جاتا تھا اور وصول بھی ہوتا تھا مگر چونکہ جہازوں اور ملاحوں کی ضرورت نہ تھی اسلیئے اسکی رقوم ایتھنز کی زیبائش پر باطمینان کل خرچ ہو سکتی تھیں اور ساتھ ہی حفاظت یونان کے اہم فرائض میں بھی کسی قسم کی کمی آنے کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ بلاشبہ خزانہ لیگ کی ہی ملکیت تھی مگر قلعۂ ایتھنز بھی تو اسی لیگ کی مربی دیبی کا مسکن تھا اور اگر یہ روپیہ اسکی تزئین میں خرچ کیا گیا تو یقیناً بیجا نہ تھا۔ اس معاملے پر اپنا حکم لگاتے وقت ہمیں قدما کے احساسات کا اندازہ کر لینا چاہیئے۔ یہ متعدد مرتبہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ابتدا میں یونانی اپنے مکانات نہایت سیدھی سادھی طرز کے بناتے تھے اور تمام صناعی پبلک ایوانوں پر صرف کر دی جاتی تھی۔ یونانی ایوان بلدیہ تک تعمیر نہ کرتے تھے اور یہ پبلک تعمیرات محض بتخانوں اور مندروں پر ہی مشتمل تھیں۔ اور اسمیں ہرگز مبالغہ نہیں کہ یونان میں فنون لطیفہ گویا یونانی مذہب کا جزو لاینفک تھے۔ کیمون نے اپنا ذاتی روپیہ لگا کر ہی ایتھنز کی عمدہ عمدہ روشیں اور نفیس ترین بالاخانے بنوائے۔ اسکے برعکس فارقلیس محض ملکیت کا روپیہ ہی صرف کر کے مذہبی ایوان اور دیوتاؤں کے مجسمے تیار کراتا تھا اور لیگ کے ارکین کی شکایت کسی حالت میں انصاف پر مبنی نہیں ہو سکتی۔

فارقلیس کو ایسے شخص کی ضرورت تھی جو اسکی فنی تجاویز کو راستے پر لائے اور جو اسکے مدبرانہ تخیلات کو ایسا بیرونی جامہ پہنائے جو صرف ایک صناع ہی پہنا سکتا تھا۔ اور فدیاس ان صفات کا حقیقی مجسمہ تھا۔ پلوٹارک کا بیان ہے کہ فدیاس ہر شعبے کا مبدء بھی تھا اور نگران بھی۔ اسکی ماتحتی میں اس سے کمتر درجے کے بہت سے صناع کام کرتے تھے مگر اپنی شخصیت اور قابلیت کی وجہ سے وہ ان سب پر سبقت لے گیا تھا اور اسکی وہی حیثیت ہو گئی تھی جو پوپ لیو دہم کے دربار میں رافائل کی تھی۔ بلاشبہ اکثر ایسا ہوتا ہوگا

فدیاس اپنے مکان سے اکروپولس جارہا ہو اور اسکے ساتھ مصوروں، سنگتراشوں اور معماروں کی ویسی ہی فوج ہو جیسی خود رافائل کے ساتھ اسوقت ہوتی تھی جب وہ پاپائے روما کے محل کی طرف اپنے غیر فانی مجسمے تیار کرنے یا خود لیو کے سامنے اپنے نقشے اور خاکے پیش کرنے کیلئے جاتا تھا۔
جو عمارتیں فارقلیس کے حکم سے فدیاس نے اپنی نگرانی میں تعمیر کرائیں انہیں سب سے ممتاز پارتھے نون تھا جو باکرہ دیبی اتھینا کا مسکن تھا۔ زمانہ حال تک

۴ کرٹیس کی تاریخ یونان (۲(۶)، ۴۶ ۸) میں جو حواشی دیئے ہوئے ہیں وہ تاریخ فنون لطیفہ اور مفصل نقشہ کشی کیلئے قابل قدر ہیں۔
۵ اگر پارتھے نون کے متعلق مزید معلومات کی ضرورت ہو تو سب سے پہلے تو میکائلس کی کتاب (لائپزگ ۱۸۷۱ء) کا مطالعہ کرنا چاہیئے جسمیں فاضل مصنف نے اس تحقیقات کا ملخص دیدیا ہے جو اسوقت تک ہوئی تھی اور اسپر مدلل بحث کی ہے۔ ک، بوٹی شر، پارتھے نون کو ان بتخانوں میں شمار کرتا ہے جو دراصل عبادت گاہیں نہ تھیں بلکہ ایسی عمارات تھیں جو محض چڑھاوا چڑھانے کے لیئے بنادی گئی تھیں اور جنکا نام اسنے اگونی "بتخانوں" کا نام رکھا ہے۔ اسی نظریئے کی خود کرٹیس بھی تائید کرتا ہے ("تاریخ یونان" ۲(۶)، ۴۶ ۸) مگر جولیس اور بعض دیگر مورخوں نے اسکے خلاف نہایت زبردست دلائل پیش کئے ہیں۔ اسمیں تو کوئی شبہ نہیں کہ عمارت پارتھے نون اتھینا کے نام پر ایک عظیم الشان نذرانہ تھا اور مثل دیگر بتخانوں کے پارتھے نون میں پجاریوں کا کوئی خاص سلسلہ نہ تھا۔ اسکے لیئے لولنگ (ہیولر ۳، ۴۴ ۳) اور فون سیبل (بیومیسٹر) کے مضامین دیکھنے چاہئیں۔ حال ہی میں ڈیورپ فیلڈ کی تحقیقات سے مختلف مندروں کے باہمی تعلق اور خاصکر پارتھے نون سے پہلے کے مندروں کا مسئلہ بہت نمایاں ہوگیا ہے اور ڈیورپ فیلڈ اور پیٹرسن نے رسالہ انجمن آثار قدیمہ ایتھنز ۱۸۸۵ء میں ایک دوسرے کے مخالف دلائل پیش کئے ہیں۔ اسمیں شبہ نہیں کہ پی سسترانوس کا بتکدہ (جسکی تاریخ کا تعین اسوقت تک نہیں ہوسکا) ایرکتیوم کے جنوب میں تھا۔ اور گو اتھینا کے نئے مندر کی بنیاد تو کیمون نے ہی رکھی مگر اسکی تکمیل فارقلیس نے اپنے خیالات کے مطابق کی۔ حال کی کھدائیوں سے اتھینا پولیاس

اکثر مورخوں کا خیال تھا کہ موجودہ پارتھے نون در اصل پی سس ٹراٹوس کی ایک اور عمارت کے موقع پر استادہ ہے اور جو بنیادیں اسوقت تک ہیں وہ در اصل اسی قدیم عمارت کی باقیات ہیں۔ مگر حال ہی میں ایریکتھیم کے جنوب میں چند بنیادیں برآمد ہوئی ہیں اور اب اسمیں شبہ کی گنجایش ہی نہیں کہ یہ چھٹی صدی ق م کے ایک مندر کی بنیادیں ہیں۔ اسی لئے پارتھے نون کی بنیادوں کو کیمون کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جسنے اس موقع پر اتھینا کا ایک مندر بنانے کا ارادہ کیا تھا + پارتھے نون پندرہ سال تک زیر تعمیر رہا اور ۴۳۸ ق م تک مکمل نہ ہو سکا۔ پارقلیس کے زمانے میں اسکے میر عمارت اکتینوس اور کالیکراتیس تھے انھوں نے دوریانی طرز کی ستون دار عمارت تیار کی جسکے چاروں طرف ۴۶ ستون ہیں یعنی ۱۷ طول میں اور آٹھ عرض میں۔ ہر ستون مرکز کی جانب ذرا منحرف ہیں اور ہر ستون میں بیس بیس نالیاں ہیں + ایونیائی طرز کے بموجب گردنے کو موتیوں کی لڑی منبت کرکے مزین کیا گیا ہے + اس بتخانے کے اندرونی حصے میں مشرق کی طرف پرونائوس یا برآمدہ تھا اور اسکے اور چاروں طرف ستونوں کی قطار کے درمیان صرف ستون ہی ستون تھے + عمارت کے وسط میں ناؤس یا عبادت گاہ اور اسکے مغرب میں اوپستھودوموس یا کوٹھری برآمدہ تھا جسکا رخ باہر کی طرف تھا + عبادت گاہ کے مغربی حصے کے چاروں طرف دیوار کھینچکر محدود کر دیا گیا تھا اور اسی میں اتھینا اور مملکت ایتھنز کا روپیہ رکھا جاتا تھا۔ جیسے عمارت کے اندر کی طرف منبت کاری تھی ویسے باہر کی جانب بھی گلکاری اور پھول پنکھڑیوں میں رنگ آمیزی کر کے اسکو اور بھی خوبصورت بنا دیا گیا تھا +

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ (ہیریم) کے مندر کے مشرقی جانب قدیم شاہی قلعے کی فصیل برآمد ہوئی ہے اور یہ وہی عمارت ہے جسے ہومر ایریکتھیس کا مسکن بتاتا ہے (جریدۂ لسانیات برلن۔ ۱۸۸۶ء صفحہ ۹) اور اس عمارت میں اور تیرنیتھ کے محل میں صریح یکسانی پائی جاتی ہے + جریدۂ لسانیات برلن" ۱۵ کے مطابق اکروپولس کے عجائب خانے کے سامنے ۱۴ میٹر کے عمق پر تانبے کے برتن اور مکانوں کی دیواریں نکلی ہیں +

اس امندر کا سب سے خوشنما اور خوبصورت زیور وہ مجسمے تھے جو سر مثلث ہا مورتی تختیوں اور اندرونی گردنے پر بنے ہوئے تھے۔ مشرقی سر مثلث میں اتھینا کی پیدائش کا واقعہ دکھایا گیا تھا اور مغربی سر مثلث میں اتھینا اور پوسیڈون کی باہمی جنگ کا نقشہ کھینچا گیا تھا۔ ان میں سے اکثر بت جو محض منبت کاری کے نمونے نہیں بلکہ مکمل مجسمے ہیں عجائب خانہ برطانیہ میں اسوقت تک موجود ہیں اور ان سے یونانی فن سنگتراشی کا انتہائے کمال ظاہر ہوتا ہے۔ جو اثر ان مجموعوں کے مفصل مطالعہ سے انسان کے دل پر ہوتا ہے وہ ان افراد کے اجسام اور لباس سے ہرگز زائل نہیں ہوتا جن پر یہ مجموعے مشتمل ہیں۔ اور ان کے سکون میں کسی قسم کی سختی ہے نہ حرکات میں بے آرامی۔ در اصل ان مجسموں کی ہی مدد سے ہمیں یونانی صناعی کی ماہیت معلوم ہوتی ہے اور جب یہ مجسمے لندن آئے اور دنیا اسسے واقف ہوئی تو بہترین اور بلند پایہ صناعوں اور دستکاروں نے ان کی مدح سرائی کی اور ان کا اثر ہمارے فنی تخیلات پر اسقدر پڑا کہ ان میں دفعتًہ انقلاب پیدا ہوگیا۔ چونکہ مورتی تختیوں میں جو جگہ تھی وہ محدود تھی اسلیئے حسب معمول انہیں دیوتاؤں اور دیو ہیکلوں مثلاً لاپی تھیوں اور قنطوروں، اتھنزیوں اور امیزنوں، یونانیوں اور ترویانیوں کی باہمی جنگ کے نقشے دکھائے گئے تھے۔ ان میں سے بعض مورتیں تو لندن میں ہیں اور بعض خود اکرو پولس میں موجود ہیں۔ گردنوں کی منبت کاری میں بین اتھینائی جلوس کی ایک تخیل آمیز تصویر دی ہوئی ہے۔ اس تصویر میں جلوس اور اسکے ابتدائی مراحل کو مخلوط کر دیا ہے اور جلوس دیوتاؤں کے سامنے ہوکر گذرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس مجموعے میں متناسب اور عالی منشی کے حرکات خوب دکھائے ہیں۔ بہت سے لوگ بیٹھے ہیں۔ بہت سے کھڑے ہوئے بہت سے گھوڑوں اور گاڑیوں پر سوار بعض ساکت اور بعض متحرک۔ اور لطف یہ ہے کہ جسقدر جگہ صناع کو میسر آئی ہے اسکا یہ انتظام کیا ہے کہ نہ تو کوئی جگہ خالی ہے اور نہ زیادہ اژدحام ہی معلوم ہوتا ہے اور ایک ہی قسم کی حرکت کے تواتر سے بھی کوئی سقم نہیں پیدا ہوتا۔ یہ وہ خوبیاں ہیں جو آجکل کے بھی بڑے بڑے

صناعوں میں مشکل سے پائی جاتی ہیں + غرض یہ ہے کہ پارتھینون کے سہ مثلثی مجموعے نہایت اعلیٰ درجے کے مناظر سے بھرے ہیں۔ جنمیں ناٹک کی نفاست پائی جاتی ہے اور مورتی تختیوں میں چھوٹی چھوٹی متحرک تصاویر اور گروہوں میں مسلسل قصے دئے ہوئے ہیں جنمیں رزمیانہ انداز کا اتار چڑھاؤ پایا جاتا ہے + ممکن ہے کہ فدیاس نے گردنے اور تختیاں اپنے شاگردوں سے بنوائی ہوں مگر سہ مثلثوں میں تو نہ صرف اسکا تخیل بلکہ خود اسکی دستکاری نظر آتی ہے اور اسمیں تو شبہ کی گنجایش ہی نہیں کہ مندر میں جو سونے اور ہاتھی دانت کا بت تھا وہ اسی کے ہاتھ کا بنایا ہوا تھا[۹] + یہ بت استادہ اتھینا کا تھا اور اسمیں دیوی کا ایک پیر ذرا پیچھے کی طرف ہٹا ہوا اور دہنا ہاتھ جسپر "فتح" کا بت تھا آگے کو بڑھا ہوا ایک چھوٹے سے ستون پر رکھا ہوا تھا اور بایاں ہاتھ ایک ڈھال پر رکھا ہوا تھا اور جسکے وسط میں ایک گورگون* کا سر بنا ہوا تھا + بت کے جوتے اور ڈھال اور اس ستون پر جسپر بت رکھا تھا سب پر مورتیں ہی مورتیں تھیں اور ڈھال پر مسلح عورتوں کی لڑائی کی تصویریں تھیں جنمیں فدیاس نے اپنی اور فارقلیس کی تصویریں بھی بنا دی تھیں۔ اس مجسمے کو ۴۳۸ء ق م کے پین اتھینا کے میلے کے موقع پر حلیفوں اور غیر ملکیوں کے روبرو تحسین و آفرین کے نعروں میں بے نقاب کیا گیا۔

۹؎ حال میں دو مجسمے برآمد ہوئے ہیں جنکی ساخت سے ہمیں فدیاس کے "اتھینا پارتھینوس" کا بہتر اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایک تو وہ مجسمہ ہے جو لینورموں کے نام پر منسوب ہے اور جو پنکس کے قریب ۱۸۵۹ء میں ملا تھا اور دوسرا وہ اہم مجسمہ ہے جو واروا کیون میں ۱۸۷۹ء میں برآمد ہوا تھا۔ یہ دونوں بت ایتھنز کے مرکزی عجائب خانے میں موجود ہیں اور اول الذکر کی تصویر کولی نیون کے "فدیاس" میں صفحہ ۲۵ پر دی ہوئی ہے + پارتھینوس کے سر کے صحیح اندازے کیلئے اسپازیس کا جواہر (جواب وائنا میں ہے اور جسکی تصویر اس کتاب کی جرمن اشاعت کے سرورق پر دی ہوئی ہے) اور کول اوبا (پٹرو گراڈ) کے طلائی تمغے قابل ذکر ہیں + ڈھال کیلئے سٹرنگفورڈ کی ڈھال (جواب عجائب خانہ برطانیہ میں ہے) غور سے دیکھنا چاہیئے لینورموں مجسمے کی ڈھال پر بھی مینت کاری کی گئی ہے +

* گورگون وہ کریہہ منظر عورتیں تھیں جنکے سر پر بجائے بالوں کے سانپ لہراتے تھے [مترجم] +

اور قریب ساڑھے سو سال تک یہ مندر اسی بات کا مسکن رہا۔ مذہب عیسوی کی تبلیغ پر لوگوں نے اسے گرجا بنا کر حضرت مریم کے نام پر منسوب کر دیا مگر ۱۶۸۷ء میں ایتھنز پر وینس والوں نے حملہ کیا اور انکے بم سے اسکا وسطی حصہ اڑ گیا۔ انیسویں صدی کی ابتدا میں لارڈ الگن پارتھے نون کے مجسمے انگلستان لے آیا اور انھیں برطانوی حکومت نے خرید کر عجائب خانہ برطانیہ میں رکھ دیا جہاں یہ اسوقت تک موجود ہیں۔

اکروپولس کی عبادت گاہ تو تیار ہو گئی اب اسکا صدر دروازہ بننا باقی تھا جو اسکی شان کے شایان ہو۔[1]

---

[1] فون ولاموورٹز میولینڈورف نے اپنی کتاب "تحقیقات لسانیات" کی پہلی جلد میں شہر پناہ اور قلعہ پر ایک نہایت دلچسپ مضمون لکھا ہے اور اسمیں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ پرانی شہر پناہ پی سِس ترا توس نے مسمار کر دی اور ۴۹۰ ق م میں اسکا وجود ہی نہیں رہا۔ میولینڈورف کے اس نظریہ کا کوئی قطعی ثبوت نہیں کہ پی سس ترا توس نے محض اسلیئے فصیل مسمار کرائی کہ وہ غیر محفوظ شہر پر حکومت کرنا چاہتا تھا۔ مگر یہ بالکل ممکن ہے کہ اسنے ایسا ہی کیا ہو اور ۴۹۰ء تک ق م میں یہ دیواریں باقی نہ رہی ہوں۔ پیلارگی کون یا پیلاسگی کون اور اسکے نو دروازوں کے متعلق موّرخوں میں اختلاف ہے۔ کرتیس (۱۸۴۴ء) کے نزدیک یہ اس فصیل کا نام تھا جو قلعے کے گرداگرد کھنچی ہوئی تھی اور اسمیں نو دروازے تھے جنمیں باہر سے نوسٹرائیں قلعے کے اندر جاتی تھیں۔ اور اسکا سطحی خاکہ یہوتی شر کی کتاب "اکروپولس" (نقشہ، ص ۵) میں دیا ہوا ہے مگر جب سے شاہی محل برآمد ہوا ہے اسوقت سے وہ نظریہ دوبارہ پیش کیا گیا ہے جو کرتیس کے نظریئے سے پہلے مانا جاتا تھا اور وہ یہ ہے کہ دراصل قلعے کے اندر جانے کا راستہ تو ایک ہی تھا مگر اسکی حفاظت کیلیئے نو دروازے یکے بعد دیگرے تھے۔ غالبًا پارتھے نون کی تعمیر کیلیئے اراضی اسیوقت مسطح کی گئی ہو گی جب کیمون نے جنوبی فصیل بنائی۔ پیلارگی کون کیلیئے لولنگ کا مضمون (مجموعہ امیولر) ۳، ص ۳۳۷-۳۸ اور قلعے کے جغرافیہ کے لیئے ص ۳۳۶ دیکھنا چاہیئے اور یہوتی شر کے نقشۂ اکروپولس" (۵) میں خاکوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ پیشگاہ یا صدر دروازے کے مسئلے پر رایون نے اپنی تصنیف "پروپی لیا" (برلن ۱۸۸۲ء) میں مفصل بحث کی ہے اور ڈرھم نے "جریدۂ فن مصوری" میں اور ڈیو رپ فیلڈ نے

کیمون کا مقصد تو یہ تھا کہ اس عمارت سے قلعے کا کام بھی لے مگر چونکہ طولانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) معلومات متعلق شہر ایتھنز" میں کی ہے۔ "فتح" کے مندر پر رُوس، شئو برٹ اور ہینسن نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے (برلن ۱۸۳۹ء) اور کیکولے نے جنگلے کی منبت کاری کا حال لکھا ہے (اسٹٹگارٹ ۱۸۸۱ء)۔ ان تصانیف کے علاوہ لولنگ کا مضمون (۱' میولر ۳، ۱۴۱) کار آمد ہے۔ اور اسی مورخ کی تحقیقات اریکتیوم (میولر ۳، ۳۴۹) بھی قابل دید ہے جہاں اسباق کی فہرست دی ہوئی ہے اور قارقلیس کی عمارت اودیوم کے لئے پلوٹارک کی حیات فارقلیس (۳) اور لولنگ (میولر ۳۲۶) کے خیالات کا مطالعہ کرنا مفید ہوگا۔ اکروپولس کے حالات کے متعلق ا، ملشہوفر نے اخبار "ڈوچے رنڈ شاؤ" (ماہ مئی ۱۸۸۸ء) میں ایک نہایت قابلانہ مضمون لکھا ہے جسکے چند فقرے اسقدر حسب حال اور مناسب ہیں کہ یہاں انکے نقل کرنے سے میں باز نہیں رہ سکتا۔ وہ لکھتا ہے :-

غرض یہ ہے کہ پانچویں صدی ق م سے یہ قلعہ گویا شہر کا تتمہ ہوگیا اور جسطرح اس کے نام (اکروپولس) میں لفظ "پولس" برابر قائم رہا اسی طرح وہ شہر اور اسکی بہترین عمارات کا منتخبہ تھا اور اسمیں استحکامات، حرم، خزانہ اور عجائب خانہ سب ہی چیزیں موجود تھیں چونکہ یہ اتھینا کا مسکن تھا جو ایتھنز کی محافظہ تھی اسلیئے اسے ایسا بنایا گیا تھا کہ باہر سے قلعہ معلوم ہو۔ اسکے صدر دروازے کی ساخت بدلکر اب اسے پروپی لیا یا پیشگاہ کردیا گیا تھا۔ رواقوں سے باہر فتح کی دیبی اتھینا کا خوبصورت چھوٹا سا مندر تھا اور فصیل کی جگہ اب سنگ مرمر کی ایک دیوار تعمیر کردی گئی تھی اور اسکے شمالی حصے میں اتھینا کے قدیم بتخانے کے ستون اور حاشیئے چن دیئے گئے تھے تاکہ ایتھنز یوں کو ایرانی حملے کے نقصانات اور اسکی کامیاب مدافعت کی یاد تازہ رہے۔ دراصل یہ قلعہ کا قلعہ ایک عظیم الشان حرم تھا اور اسکی ساخت بہت بڑی قربانگاہ کی سی تھی اور وہ گویا اتھینا، زیوس، پوسیدون اور دوسرے دیوتاؤں کے نام پر ایک چڑھاوا تھا۔ اس کی چوٹی پارتھنون سے مزین تھی اور اریکتیوم گویا پالاس کے بت اور اسکے متعلق قدیم روایات اور باقیات کا مسکن تھا۔ خواہ اکروپولس میں خواہ اسکے نیچے کے محترم معبدوں کے اندر یونان کے سب سے بڑے

فصیل کی تعمیر سے ایتھنز میں کسی قلعے کی ضرورت باقی نہ رہی تھی اور چونکہ اسے یہ بھی خوف تھا کہ اکروپولس کے مزید استحکام سے ممکن ہے کہ لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوجائے کہ فارقلیس خودسر بننے کا آرزومند ہے اسلیئے اس نے اکروپولس کی قلعہ بندی کا خیال ہی چھوڑ دیا + اتھینا دیبی کا مسکن خاص ہونے کی حیثیت سے خود مذہبی روایات ہی گویا اس کی محافظ تھیں اور کوئی امر مانع نہ تھا کہ بجائے قلعہ بند پھاٹک کے ایک عالیشان صدر دروازہ تعمیر کیا جائے۔ اسکا علم نہیں کہ اکروپولس کی چٹان کے نیچے کس قسم کی عمارت بنائی گئی مگر چٹان کی چوٹی کے قریب ایک کنارے پر میر عمارت منے سکلس کی نگرانی میں غالباً سنہ ۴۳۷-۳۲ ق م میں پروپی لیا یا صدر دروازہ تعمیر کیا گیا + اس کے سامنے کے حصّے میں چھ ستون تھے۔ باہر سے یہ بجائے خود ایک مندر معلوم ہوتا تھا اور اسکے اطراف کے ستون باہر کو نکلے ہوئے اور پیش گاہ کے بالکل مقابل تھے + شمالی حصّے میں تصویر خانہ تھا اور یہ حصّہ جنوبی حصّے سے زیادہ چوڑا تھا اسلیئے کہ جنوب کی طرف پروپی لیا کے قریب ہی بازو دار نیکے (”فتح“) کا مندر تھا اور اس مندر کا دروازہ حائل ہونے کی وجہ سے جنوبی حصّے کو مزید وسعت نہ دیجا سکتی تھی اس مندر کی عمارت نہایت مختصر یعنی طول میں ۵½ میٹر اور عرض میں ۵ میٹر تھی +

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) دیوتاؤں اور دیبیوں کے نام پر نذریں چڑھائی جاتی تھیں اور بورون کے ارتمیس، دمیتر ”ام الارض“، ہیفاسٹوس، دیونی سیوس (جکی تماشہ گاہ اسوقت تک چٹان کے جنوب مشرقی حصّے پر ہے)، اسکلے پیوس، افرودیت، کاری تیس، پان اور نمف۔ غرض اس قلعے میں دیوتاؤں کا مجمع تھا اور یہی اٹیکا کا ”پان تھیون“ (دیوآلیا) تھا + پان تھیون کے ساتھ ہی یہ قلعہ خزانے کا بھی کام دیتا تھا اور اسمیں اراکین لیگ کا خراج اور اتھینا اور دوسرے دیوتاؤں کا مخصوص روپیہ بیت خانے کے ظہری کمرے (اوپستھودوموس) میں رکھا رہتا تھا۔ اسمیں عجائب خانہ بھی تھا جسمیں مختلف طرز تعمیر کے نفیس ترین نمونے اور نذروں اور پیشکشوں کا ہجوم رہتا تھا جنپر اس دور کے بڑے بڑے صناعوں نے اپنی تمام صنعت صرف کردی تھی۔ اور ان سب خصوصیات کے سوا پروپی لیا میں تصویر خانہ بھی تھا +

اس کے گردنے کا بیشتر حصہ جس میں دیوتاؤں کے جلسوں اور باہمی جنگ و جدال کے مجسمے دئے ہوئے تھے اسوقت تک محفوظ ہے مگر وہ اتنے خوبصورت نہیں جتنی وہ منبت کاری ہے جو اس طرف کے کنگوروں پر کی گئی ہے جہاں فتح کی دیبیاں فتح و نصرت کے نشانات قائم کرتی ہوئی قربانی کے جانور چڑھاتی ہوئی نظر آتی ہیں +

اگر کوئی مسافر فتح کے مندر کے مغرب کی طرف کھڑا ہو تو اسکے سامنے ایک وسیع بحری اور بری منظر ہوگا اور وہ الیوسس، سالامس، کوہستان میگارا، اکروکورنتھ، خلیج سارون، آئی گینا تک تمام ملک بلکہ آرگولی اکتے کے جنوب میں جزیرہ ہیدرا تک دیکھ سکے گا۔ اس موقع سے وہ تمام کارروائیاں نظر آتی تھیں جو ایتھنز کے دشمن اسکے خلاف کرتے تھے اور چونکہ یہاں سے "فتحمند" اتھینا اپنی محفوظہ اراضی پر اچھی طرح نظر دوڑا سکتی تھی اور اپنے حریف کورنتھ کی دیبی افرودیتہ کو آسانی تمام دیکھ سکتی تھی اسلیئے اسکے مسکن کیلیئے اس سے بہتر جگہ ممکن نہ تھی +

ہمارے پاس اسکا کوئی ثبوت نہیں کہ اکروپولس کی چوتھی اہم عمارت یعنی اریکتیوم کی تعمیر فارقلیس ہی کے زمانے میں شروع ہوئی مگر باقیات سے یہ ضرور پتہ لگتا ہے کہ اسمیں کیمون کے دور کی جملہ خصوصیات پائی جاتی ہیں خواہ درحقیقت یہ اسکے بعد ہی بنا ہو + جس جگہ "مربیہ" اتھینا کے ساتھ اریکتیوس کی پوجا ہوتی تھی وہاں ابتدا ہی سے اسی قسم کی عمارتیں موجود تھیں اور پارتھنون کا اولین بتکدہ اسی جگہ بنا ہوا تھا۔ مگر ان عمارتوں کی ظاہری شکل و صورت کا ہمکو پتہ نہیں + قلعے میں اریکتیوم ہی سب سے قدیم عمارت تھی اور یہیں زیتون کا وہ درخت تھا جسے (نعوذ باللہ) اتھینا نے پوسئیدون سے جنگ کرتے ہوئے پیدا کیا تھا + مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اریکتیوم کی جو صورت آج نظر آتی ہے وہ جنگ پیلوپونیز کے بعد تک مکمل نہیں رہی تھی - یہ ایونیائی طرز کی عمارت ہے اور اسکا رخ مشرق سے مغرب کی طرف کو ہے اور اسکی شکل بے قاعدہ ہے - اسکی مغربی جانب ستونوں کی دو قطاریں شمال اور جنوب کی طرف نکلی ہوئی ہیں۔ اس عمارت کا سب سے مشہور وہ برآمدہ ہے جسکی چھت بجائے ستونوں کے کاریاتی دیس یا عورتوں کے مجسموں پر استادہ ہے اور یہ عورتیں پتھر اور مٹی کے چبوترے پر

کھڑی ہوئی ہیں۔ (واضح ہو کہ یونانی فن تعمیر کے احیاء کے بعد اسی ارکتیوم ہی کے نمونے پر اطالویوں نے اکثر کانچے تیار کیئے ہیں) اس کے قریب ہی پوسئیدون ہفائسٹوس بوتیس سورما، اور گکروپس کی بیٹیوں یعنی پندروسوس اور اگلاؤروس کی پوجا ہوتی تھی اور اگلاؤروس کے نام پر ایک چھتا بھی منسوب تھا جو اسوقت تک موجود ہے + ارکتیوم میں تو اتھینا دیبی کی خاص پجارن اور قریب کے مکانوں میں باقی پجارنین یعنی آریفورے رہتی تھیں +

جسطرح اکروپولس اور اسکی بڑی اور چھوٹی عمارات اور مجسمے (جنمیں سے بعض کا ذکر کیا گیا ہے اور بعض کا نہیں کیا گیا) گویا ایتھنزیوں کی طرف سے ایک نذرانہ تھا جو انکی اپنی دیبی کے قدموں پر چڑھایا گیا تھا اسی طرح پن اتھینیا کا تہوار اس عقیدت مندی کا اظہار تھا جو ایتھنز کو اپنی مربیہ کے ساتھ تھی۔ یوں تو یہ تہوار ہر سال ہوتا تھا مگر ہر چوتھے برس اس میں غیر معمولی تزک و احتشام کیا جاتا تھا اور یہ مہا پن اتھینیا کہلاتا تھا + اسمیں تفریح کے متعدد سامان تھے۔ یعنی کشتیاں اور گھوڑوں کے کرتب (جنسے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اتھینا اور پوسئیدون دیوتا کی پوجا میں کیا تعلق ہے)۔ ورزشی کرتب، اور فن موسیقی کے مقابلے جنمیں بانسری اور بربط بجائے جاتے تھے اور محفلہائے سرود منعقد ہوتی تھیں + ابتدا میں تو موسیقی کے مقابلوں کے بجائے ہومر کی نظمیں پڑھی جاتی تھیں مگر فارقلیس نے ان مقابلوں ہی کو ترجیح دی اور ان کے لیئے باکھوس کی تھیٹر کے قریب ایک سرودگاہ ("اوڈیون") زرکسیز کے اس ڈیرے کے نمونے پر بنایا جو لڑائی میں یونانیوں کے ہاتھ لگا تھا اور اسمیں بہت سے ستون لگائے اور اسپر ایرانی جہازوں کے پردوں اور مستولوں کی چھتگیری لگائی اس عمارت کا تو کوئی حصہ باقی نہیں رہا مگر ایک اور سرودگاہ کے کھنڈر موجود ہیں جو ہیرودیس اٹیکوس نے بنایا تھا یہ بالکل تھیٹر کی سی عمارت تھی۔ صرف فرق یہ تھا کہ اس طرز کی عمارات یعنی اوڈیا (سرودخانے) مسقف ہوتی تھیں اور یونانی تھیٹر عام طور پر کھلے ہوئے بنائے جاتے تھے +

موسیقی اور ناٹک کے مقابلوں کا اصل مقصد سنگیتے مہیا کرنا تھا اور نہیں جو لوگ

اوّل آتے تھے انھیں انعام میں تپائیاں دی جاتی تھیں۔ مگر جیتنے والے بجائے انھیں اپنے گھر لیجانے کے کسی نہ کسی دیوتا کے نام پر منسوب کر کے کسی عام گزر گاہ پر رکھ دیتے تھے۔ خود انھیں حتے المقدور آراستہ و پیراستہ کرنے کی کوشش کی جاتی تھی اور جن ستونوں پر وہ رکھی ہوتی تھیں وہ بھی نہایت نفیس ہوتے تھے۔ ایسی بہت سی تپائیاں اس سڑک کے کنارے رکھی تھیں جو دیونی سیوس کے تھیٹر سے مشرق کی طرف اکروپولس کا دور کر کے شمال کی طرف چلی گئی ہے اور ان میں سے ایک یعنی لیسکراتیس کی تپائی آجتک موجود ہے۔

جہاںمین اتھینا کے میلے کا سب سے نادر جزو وہ جلوس تھا جو پارتھے نون کے حاشیئے کے مجسموں کی وجہ سے غیر فانی ہوگیا ہے۔ اس تہوار کے موقع پر ایتھنز کے مرد، عورتیں، شہری اور غیر شہری سب اپنی مربی دیبی کے سامنے شہر کی ناکتخدا لڑکیوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی اور زردوزی کی ہوئی ایک خلعت پیش کرتے اور زمانہ مابعد میں یہ خلعت ایک جہاز نما گاڑی پر لہراتی ہوئی مندر کو جاتی تھی۔ اور وہاں اتھینا "پولیاس" کے بت کے ہر چہار طرف لٹکائی جاتی تھی۔ اور جو بیل اس موقع پر قربانی چڑھتے تھے انکے گوشت سے ایتھنزیوں کی دعوت کی جاتی تھی۔

آریوپاگس (یا کوہِ "آریس") کے شمال اور اکروپولس کے شمال و مغرب میں ایتھنز کا بازار یا چوک تھا اور اسکے مغرب میں ایک بتکدہ تھا جسے عام طور پر تھے سیوم کہتے تھے۔* اس چوک میں اور اسکے قرب و جوار میں ایتھنزیوں کے

---

* تاریخی زمانے میں بازار صرف آریوپاگس کے شمال کی جانب تک ہی محدود تھا۔ کنوپرٹ نے "ہفتہ وار جریدہ لسانیات ایتھنز" کے ضمیمہ ۱۱ میں اگورا کی ترتیب اور مختلف پبلک عمارتوں کی شرح تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس موضوع کیلیئے ملش ہوفر کا مضمون "ایتھنز" (بئومئیسٹر) اور لولنگ کا مضمون (امیولر) قابل ذکر ہیں۔ پریتانیوم چوک میں نہ تھا بلکہ قلعے کے شمالی جانب اگلوریوم کے قریب تھا۔ چوک یا بازار کے مشرق کی عمارات تو اسوقت تک باقی ہیں (مثلاً وہ عمارت جسے ورزش گاہ ہیڈرین کہتے ہیں۔ "ہوا برج" اور اس کے قریب کی بیٹھکیں اور وہ دروازہ جو بازار میں نہ تھا مگر جسکا نام "دربازار" پڑگیا ہے)۔

پبلک اور خانگی معاملات طے ہوتے تھے۔ جنوبی حصہ تو شہر کی سیاسی زندگی کا مرکز اور شمالی خرید و فروخت کے لیے مخصوص تھا۔ شمالی حصے کے مغربی کنارے پر دو نہایت خوبصورت بالاخانے جنھیں "صحن خسروی" اور "صحن مشتری" (استوا ایلیوتھریوس) کہتے تھے اور اپولو پیتروئس کا بتخانہ تھا اور "صحن مشتری" بارہ دیوتاؤں کی تصاویر سے مزین تھا۔ اس کے مغربی جانب ایوانہائے مملکت تھے مثلاً میترو ئم (دفترخانۂ مملکت)، بولیوتیریون (ایوان مجلس خاص)، ایوان مدور یعنی تھولوس (طعام خانۂ پری تانیس) استراتی گیوم (دفتر افواج)، دسوں قبیلوں کے سورماؤں کے بت، خودسروں کے قاتلوں کے مجسّمے، اور مشرق کی طرف ذرا ہٹکر میترو ئم اور بولیوتیریون کے دونوں طرف پوئے کیلے تھے جنکا بیان اس سے پہلے باب دوازدہم میں کیا جاچکا ہے۔ "صحن خسروی" اور پوئے کیلے سے ایک راستہ نکلتا تھا جسے شاہ راہ ہرمیس کہتے تھے مگر یہ ٹھیک نہیں بتایا جاسکتا کہ یہ کس طرف کو جاتا تھا۔ اس بازار کے شمالی حصّے میں دو کانیں اور مشرقی جانب شاہ اتالوس دوم کا رواق تھا جسکے باقیات تاحال موجود ہیں، جسمیں اکثر عصر کے وقت مختلف قماش و طبائع کے لوگ جمع ہوتے تھے۔ جنوبی پیشگاہوں میں وہ لوگ بیٹھتے تھے جنھیں عدالتوں میں کام ہوتا شمال کی طرف وہ لوگ جاتے جنھیں کچھ خرید و فروخت کرنی ہوتی یا کسی دوکاندار سے کچھ کہنا سننا ہوتا۔ بازار میں ہر قسم کا مال و اسباب چھاروں میں چیار رہتا۔ وہیں صراف سکوں کا ڈھیر لگائے ہوئے بیٹھتے۔ اور وہیں ایسے لوگ بھی چلتے پھرتے نظر آتے جنھیں کوئی کام نہ ہوتا۔ قدیم روایات کے مطابق پنکس یا نشستگاہ جمعیت عوام اسی بازار کے جنوب کی طرف کو تھی اور شاید مقرر اسی چٹان کے ٹکڑے پر کھڑے ہوکر تقریر کرتے ہونگے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مگر خاص چوک کی عمارتوں کے اب بہت کم نشانات باقی ہیں۔ تپائیوں کی سڑک کیلیئے لولنگ (۱ میولر) ۲، ۶، ۲۲ پنکس کے لیئے ۳۱ ۳ وغیرہ، ایتھنز کی قبرستان اور خانگی تعمیروں کے لیئے جن کا رواج چوتھی صدی ق م سے پڑا) ۳۲۰ کا مطالعہ بہتر ہوگا +

جو اسوقت تک اس موقع پر آگے کو نکلا ہوا ہے + بازار کے شمال و مغرب کی طرف شاہراہ درموس ایتھنز کے صدر دروازے یعنی دیپلون کی طرف جاتی تھی اور اسکے دونوں طرف ستونوں کی قطاریں بنی ہوئی تھیں اور شہر کے باہر قبرستان میں ہوتی ہوئی اقادمیہ اور کولونوس کی طرف چلی جاتی تھی + اس قبرستان میں بہت سے ایتھنزی سورماؤں اور مدبّروں مثلاً سولون اور فارقلیس کی قبریں تھیں ۔ اس محلّے کو دیموس کیرامی کوس یعنی کمہاروں کا محلہ کہتے تھے اور حال میں ہی اس محلّے میں بہت سے مقبرے برآمد ہوئے ہیں جنسے تاریخ فنون لطیفہ میں معتدبہ معلومات کا اضافہ ہوا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ پانچویں صدی ق م کی اٹیکا کی قبروں پر جو نبّت کاری ہے وہ اپنی سادگی کے سبب سے نہایت ہی دلفریب ہے +

ہم دیکھ چکے ہیں کہ ایتھنزی صنعت کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ اتھینا کی عظمت کا لوگوں کے دلوں پر نقش کیا جائے مگر اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے اس دیبی کے سوائے دیگر معبودوں کو یوں ہی چھوڑ دیا جاتا تھا اور بعض تپائیاں (جنکا ذکر اوپر آچکا ہے) باکھوس کے نام پر بھی چڑھائی گئی تھیں ہم رفتہ رفتہ دیونی سیوس کا بھی ذکر کرینگے مگر بہتر ہے کہ یہاں سنگتراشی کے ضمن میں ان عمارتوں کا بیان مناسب ہے جو دمیتر کی خاطر بنائی گئی تھیں + گو دمیتر کے شہر ایلیوسس کی مقدس عمارتوں کے کھنڈر اتنے عالیشان نہیں ہیں جتنے اکروپولس کے مگر اس میں شبہ نہیں کہ فارقلیس کی خواہش تھی کہ اس زمانے کے بڑے بڑے صناع صرف ایتھنز کی ہی تزئین نہ کریں بلکہ ایلیوسس کو آراستہ کرکے بھی اپنے جوہر دکھائیں[۹] اور یہاں کی مذہبی عمارتوں سے

---

۹ ایلیوسس کی عمارات کیلیئے بیڈیکر (دوسری اشاعت) دیکھنی چاہیئے جہاں بجائے پرانے نقشے کے جو بوٹیمیئسٹر کے مجموعے کی پہلی جلد سے لیا گیا تھا ایک بالکل نیا نقشہ لگایا گیا ہے + بتکدے کی کھدائی کا کام یونانی انجمن آثار قدیمہ کر رہی ہے + ایلیوسس کی جو نبت کاری ایتھنز کے مرکزی عجائب خانے میں موجود ہے اسکی بوٹیمیئسٹر میں صـ ۴۱۳ پر نقل ہے + مختلف

ایک مخصوص طرز تعمیر کا اندازہ ہوتا ہے۔ باہر کی طرف کی پروپی لیا یا پیش گاہوں سے تو ایتھنز کی پیش گاہوں کا نقشہ سامنے آجاتا ہے مگر ان کے علاوہ اندر کی طرف بھی چھوٹی چھوٹی پیش گاہیں تھیں جو بیرونی پروپی لیا کی نسبت سے ذرا ٹیڑھی بنی ہوئی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی رازوں کے فاش ہونے کے خیال سے اسکی ضرورت تھی کہ پروپی لیا اور بیرونی دنیا کے درمیان کوئی نہ کوئی سدراہ حائل ہو۔ خاص "تنکدۂ اسرار" کی بنیاد تو اکتینوس نے ڈالی تھی مگر یہ نہایت آہستہ آہستہ تعمیر ہوا اور جنوب ومغربی برآمدہ تو چوتھی صدی ق م میں فیلو نے اضافہ کیا تھا۔ یہ تنکدہ قریب قریب مربع تھا اور اسکے وسط میں سات سات ستونوں کی چھ قطاریں تھیں جن سے وہ متعدد ایوانوں میں تقسیم ہوجاتا تھا۔ ان ایوانوں کا اصل مقصد یہ تھا کہ مخفی رسوم کی ادائی میں بہت سے لوگ شریک ہوسکیں۔ ایلیوسس میں ایک نہایت عمدہ کنبت برآمدہ ہے جسمیں دمیتر کورے اور ایک نوجوان شخص کی شبیہیں ہیں اور اس سے پانچویں صدی ق م کی صنعت کا اور اس اثر کا جو ایلیوسس کی پوجا کا صنعت وفنون لطیفہ پر ہوا اندازہ ہوتا ہے۔

ان عمارتوں کے علاوہ اور مقامات پر بھی دور فارقلیس کے نمونے موجود ہیں۔ راس سونیوم پر اتھینا دیبی کے نام کا ایک مندر تھا جسکے نو ستون اسوقت تک زیب راس ہیں اور انہی کی وجہ سے اب اسے راس کولونائس کہتے ہیں۔ مگر امتداد زمانہ سے اس مندر کے مجسّموں کو بہت نقصان پہنچا ہے اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) موضوعوں کیلیئے مفصلہ ذیل کتابیں دیکھنی چاہئیں:۔

سونیوم: ڈیورپ فیلڈ۔ ۹

رھامنوس: لولنگ ۴

فگالیا: تصانیف سٹاکلبرگ (روما۔ ۱۸۲۶ء) اور کوکریل کی کتاب (جوپیٹر پین ہیلینوس کا بتخانہ آئی گینا اور اپولو ایپی کیورئیس کا بتخانہ باسئے)۔ لندن ۱۸۶۰ء بٹوسٹیٹر کا مضمون جو اسکے مجموعے (ص ۱۳۱۹) میں درج ہے۔

آجکل لوگ اس راس کو صرف وہ خوشگوار منظر دیکھنے کیلیئے جاتے ہیں جو وہاں کھڑے ہوکر نظر آتا ہے + اسی طرح مار اتھون کے شمال میں ایک بتخانہ بمقام رھامنوس اسوقت تک ہے جو نیمے سس یعنی انتقام کی دیبی کی طرف منسوب ہے ۔ روایت ہے کہ اس دیبی کا بت فدیاس یا اگوراکریتوس نے اس پاروسی سنگ مرمر کے ٹکڑے سے تراش کر بنایا ہے جسے ایرانی اپنے فتح کی یادگار قائم کرنے کیلیئے مار اتھون لائے تھے + اگوراکریتوس سے بھی مشہور الکامنیس ساکن لیمنوس ہے جسکا ذکر اس سے پیشتر اولمپیا کے بیان کے سلسلے میں کیا گیا ہے اور اسی الکامنیس کی طرف دسکوبولوس کا وہ استادہ مجسّمہ منسوب کیا جاتا ہے جسکی متعدد نقلیں اسوقت تک موجود ہیں + اٹیکا کے حدود سے باہر اسی صنعت کا ایک نمونہ وہ بتخانہ ہے جو جزیرہ نمائے پیلوپونیز میں فگالیہ کے قریب بمقام باسئے واقع ہے اور جسے اکتینوس نے عظیم الشّان قدرتی مناظر کے وسط میں اپولو ایپی کیوریس کے اعزاز میں غالبًا ۴۳۰ ق م اور ۴۲۹ ق م کے طاعون کے زمانے میں تعمیر کیا تھا ۔ اس بتخانے کی اندرونی ساخت اور اسکی تین چوتھائی بلندی کے ستون اور طاق قابل غور ہیں ۔ یہاں ۱۸۱۲ء میں ایک حاشیہ برآمد ہوا جسمیں امیزنون کی جنگ دکھائی گئی ہے ۔ یہ حاشیہ اب عجائب خانۂ برطانیہ میں رکھا ہوا ہے ۔

کہا جاتا ہے کہ فدیاس اسی آرگوسی مدرسے کا تعلیم یافتہ تھا جسنے خود آرگوس میں بھی بڑے بڑے صناع پیدا کیئے اور فدیاس کا سب سے نامآور ہم مدرسہ ایک آرگوسی ہی یعنی پولیکلیتوس تھا جو غالبًا سنگتراش پتروکلیس کا بیٹا اور دو صناعوں یعنی نئوکیدیس اور ویدالوس کا بھائی تھا ۔ اس پولیکلیتوس نے نوجوان انسان کی ایک خاص شبیہہ ایجاد کی جو بڑے اہالیان صنعت کیلیئے اسوقت تک برابر نمونہ رہی جبتک لسی پوس نے فن سنگتراشی میں نئے اصول کا اضافہ کیا ۔ اسکے متعدد مصنوعات کا ہمیں علم ہے ۔ اسکا سب سے مشہور مجسّمے کا نام دوریفوروس تھا جسکی متعدد نقول پائی گئی ہیں ۔ اور اسی نے ایک نوجوان دیادیمینوس کا بت تراشا ہے جسمیں وہ اپنی آنکھوں پر

پٹی باندھتا نظر آتا ہے ۔ اور اسی کی طرف امیزن کی ایک مشہور شبیہہ منسوب کیجاتی ہے ۔ اسی پولیکلیٹوس نے آرگوس کی قدیم مربی دیبی ہیرا کا مشہور سونے اور ہاتھی دانت کا مجسمہ تراشا جو فدیاس کے زیوس کا گویا جواب تھا ۔ اسمیں بھی آرگوس کی دیبی بیٹھی ہوئی نظر آتی تھی اور ایک ہاتھ میں انار لیئے ہوئے تھی اور دوسرا ہاتھ اپنے عصا پر رکھا ہوا تھا ۔ اس مجسّمے کی متعدد نقلیں اسوقت تک موجود ہیں اور آرگوس کے سکوں پر اسکا سر کندہ ہے + ان تمام بتوں کے علاوہ سکیونی آرگوسی طرز کے سنگتراش ان لوگوں کے مجسّمے بھی بناتے تھے جو مختلف مقابلوں میں اوّل آتے تھے +[۱] اب صرف تصویر کشی باقی رہ گئی جسکا ذکر باب دوازدہم میں آچکا ہے +

گو جو کچھ باقیات جزیرہ سسلی میں دریافت ہوئی ہیں وہ سب محض عمارتوں تک ہی محدود ہیں مگر ان ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز اور مشرقی یونان کی طرح وہاں بھی صناعی کمال کو پہنچ گئی تھی + ان عمارتوں میں سب سے بلند مرتبہ سلی نوس اور اکراگاس کے بتخانوں کا ہے جنکی عظیم الشان وسعت اور نفیس آرایش سے خود قدما انگشت بدنداں تھے + اس بڑے بتخانے کے علاوہ اکراگاس میں دو اور بتخانے ہیں جو اس سے زیادہ محفوظ ہیں اور انمیں ایک عجیب خوبصورتی اور شان نظر آتی ہے ۔ سلی نوس اور اکراگاس کے کھنڈر قدیم زمانے کے جلیل القدر کھنڈروں میں سے ہیں اور گو سلی نوس ۴۰۹ قم میں اجڑ گیا اور اسکے بعد کبھی اسکی مرمت نہیں ہوئی پھر بھی اس کے باقیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی فن تعمیر کیا کچھ کرسکتا تھا +

[۱] پولیکلیتوس کیلیئے بٹومیئسٹر صفحہ ۱۳۴۵ دیکھنا چاہیئے جہاں ان کتابوں کی فہرست دی ہوئی ہے جو اس صناع پر لکھی گئی ہیں + حال ہی میں مورخوں کی توجہ اسکے ان مجسموں کی طرف مبذول ہوئی ہے جو ایپی دوروس (تھولوس) میں برآمد ہوئے ہیں + ہیرا کی تصویر والے آرگوسی سکوں کیلیئے امھوف بلومر اور پ گارڈنر کے مراسلات جو "جریدۂ مطالعۂ یونانیات" (۱۸۸۵ء تصویر ۱ ۔ ۱۲ تا ۱۵) میں شائع ہوئے ہیں دیکھنا چاہیئے +

پوسیدونیہ (پیسٹوم) کے عالیشان مندر کی تاریخ تعمیر کا تعین آسان نہیں مگر میٹاپونتوم کے مندر کے کھنڈروں سے پتہ لگتا ہے کہ ان کی بنا پانچویں صدی ق م میں ڈالی گئی تھی +

پانچویں صدی ق م میں ایتھنز میں بہت سی عمارات محض مفاد عامہ کیلئے تیار کی گئیں اور ان میں بجائے صناعی کے عوام کا فائدہ زیادہ مقصود تھا + ان عمارتوں میں وہ آب گزار اور بدروئیں جن کا خاکہ مشہور آفاق ہیئت دان میتون نے تیار کیا تھا بلدہ اور پرائیوس کی درمیانی فصیل اور خود پرائیوس کی عمارات تھیں جو جنگ ایران میں مسمار ہوگئی تھیں[1] ہمیں معلوم ہے کہ اس دور سے قبل ہی دونوں مقامات کے درمیان دو طویل دیواریں تعمیر ہو چکی تھیں مگر مشکل یہ تھی کہ جنوبی دیوار اس فالیروم تک چلی گئی تھی اور خود فالیرم کی لنگرگاہ قلعہ بند حدود کے اندر آگئی تھی اسلیئے اگر بالفرض کوئی غنیم خاص فالیروم پر جہاز سے اتر آئے تو وہ طویل دیواروں کے درمیانی میدان میں ہوکر باسانی تمام ایتھنز کو آسکتا ہے + ان ہی وجوہ سے فارقلیس ان استحکامات کو کافی نہ سمجھتا تھا اور اسنے ایک اور دیوار تعمیر کی جو شمالی فصیل کے متوازی خلیج فالیروم کی شمالی حد تک چلی گئی - ان دونوں یعنی شمالی اور جنوبی دیوار کے درمیان صرف ۶۰۰ گز کا فاصلہ تھا اور اسکی حفاظت ایک مختصر فوج بہ آسانی کرسکتی تھی - اب پرائیوس ہی ایتھنز کا بندرگاہ رہ گیا تھا اور اسمیں متعدد تجارتی گودام بنائے گئے جنمیں سے ایک عین بندرگاہ کے کنارے تھا اور چونکہ اس میں

[1] "نقشہ جات اٹیکا" کے پہلے نمبر (برلن ۱۸۸۱ء) میں ملش ہوفر کا مفصل و مدلل مضمون دیکھنا چاہیئے + آب گزاروں کے لیئے الیسلر کی تحقیقات کا جو "روئدادہائے انجمن تعمیرات" (۲، ۷، ۱۰ وغیرہ) میں درج ہے مطالعہ سودمند ہوگا + ملش ہوفر ("ایتھنز" یونیورسٹر ص ۱۵۸۱) کہتا ہے کہ غالباً پانچویں صدی ق م سے ہی ایتھنز کیلئے کوہ پنتے لیکوس کے چشموں سے پانی آنے لگا تھا + کرٹیس نے (۲ (۶)، ۲۸۰ و ۲۸۱) میتون اور علم ہیئات کی ترقی پر بحث کی ہے +

مختلف اشیاء کے نمونوں کی نمائش ہوتی تھی اسلیئے اسے دے اگما یا نمونہ خانہ کہتے تھے + شہر پرئی اوس ملطی ماہر عمارت ہیپوداموس کے نقشے کے مطابق شہر تھوری کے اصول پر بالکل باقاعدہ بنایا گیا تھا - اس کے اور شہر ایتھنز کے درمیان صرف چار پانچ میل کا فاصلہ تھا اور یہ ہی ایتھنز کی تجارت کا مرکز اور سلح خانہ تھا - اکثر باشندگان ایتھنز پاپیادہ ہی ایتھنز کو آتے جاتے تھے - ان ہی وجوہ سے دونوں شہروں کے درمیان تجارت میں بہت ترقی ہوئی +

اب ہم عملی زندگی سے ہٹ کر مذہب و فلسفے کے تخیلی دائرے کی طرف مائل ہوتے ہیں + جسطرح اتھینا دیبی کے اثر سے ایتھنز کی مذہب ممتاز و مشرف ہوا اسی طرح دیوتی سیوس کی پوجا کا ایتھنز کی ادبیات کے ایک خاص شعبے پر اثر پڑا اور وہ شعبہ ناٹک تھا - ناٹک دراصل عید دیوتی سیبہ کی ایک شاخ تھی اور اس زمانے میں اسکا سب سے بڑا ماہر ایس خیلوس تھا جسکا ذکر اس سے پیشتر آچکا ہے اسی وجہ سے پیشتر کی طرح یہاں محض درویہ کا بیان کیا جائیگا اور سرودیہ کی بحث جنگ پیلوپونیز کے دور تک چھوڑ دی جائیگی + فارقلیس کے عہد کا سب سے بڑا درد یہ نویس سوفوکلیس تھا[۱۲] وہ ایتھنز کے

[۱۲] سوفوکلیس پر پٹل کا پر از معلومات بیان اس کی "تاریخ ادبیات یونان" ۳' ۲' ۲۰۲ تا ۱' ۲۰۹ اور کرسٹ کا مضمون میولر کے مجموعے جلد ۸ ۱۶۸ تا ۱۸۸ او دیکھنا چاہیئے + بلاشبہ اسکی زندگی کے بعض واقعات مخترعہ ہیں مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ سوفوکلیس سرودیہ نویسوں کا نشانہ تضحیک نہ تھا اسلیئے وہ کیوں اس کی خصوصیات کو خواہ مخواہ غلط جامہ پہنانے کی کوشش کرتے + دیکھیئے پلوٹارک کی حیات فارقلیس ۸ + لاٹیرن عجائب خانے میں جو اسکا قابل تعریف مجسمہ ہے اس سے خود نمائی اور تصنع کی بو آتی ہے + فرائی تاغ نے برن ہارڈی ۲' ۲' ۱ ۳۳۳ میں اسکی صنعت کی بہت تعریف کی ہے - اورل شمڈٹ نے "اخلاق اہل یونان قدیم" ۲' ۱۶۰ میں ناٹک انٹی گونے کے سطور ۹۰۵ تا ۹۱۲ پر بحث کی ہے + برن ہارڈی نے درویہ الکترا کو "قہربانی آمیز" کا لقب دیا ہے (۲' ۲' ۳۶۶) اور اسکے پرحسرت انجام کی وجہ سے قدیم نقادوں نے اس ناٹک کو ہجویوں کے زمرے میں رکھا تھا +

قریب کولونس کے دیہے میں ۴۹۶ قم میں پیدا ہوا اور سالامس کی فتحیابی کے بعد ایتھنز میں جو میلا ہوا تھا تو جن بچوں نے اس فتح کی خوشی میں اس میلے میں نظمیں گائی تھیں انہیں سے ایک سوفوکلیس بھی تھا + پچیس سال کی عمر میں یعنی ۴۶۸ میں اس نے اپنے مد مقابل ائس خیلوس کو ہرا دیا اور اسی زمانے سے ایتھنزی اسے دل و جان سے چاہنے لگے اور فارقلیس کا خاص منظور نظر ہونے کی وجہ سے
۲۷۶ وہ استراتی گوس بن گیا اور اسی حیثیت سے جنگ ساموس میں ایتھنزی فوج کی کمان کی + مگر میدان جنگ میں بھی اسنے عیش و عشرت کے سامان کو خیر باد نہ کہا اسلیئے فارقلیس کو اسے فہمائش کرنی پڑی + روایت ہے کہ اس میں اور اسکے بیٹے یوفون میں جھگڑا ہو گیا اور یوفون نے اپنے بوڑھے باپ پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کرنا چاہیں تو سوفوکلیس نے اپنا ناٹک ایڈیپوس کولونیوس ججوں کو سنایا اور اسطرح اپنے ذی شعور ہونے کا ثبوت دیا + ۴۰۶ ق م میں اسکا انتقال ہو گیا اور اپنے عزیز وطن کا ستارہ گویا غروب ہوتے ہوئے دیکھ لیا +

سوفوکلیس نے ائس خیلوس کی طرز کا تہ ناٹکا یعنی ایسے تین دردلوں کا مجموعہ جنکا ایک دوسرے کے ساتھ تعلق ہو نہیں لکھا اسی لیئے اسے ائس خیلوس سے زیادہ اپنے ناٹکوں میں اندرونی ربط پیدا کرنا پڑا + اسکے اور ائس خیلوس کے ناٹکوں میں یہ امتیاز ہے کہ اسکے ناٹکوں میں تیسرا ایکٹر بھی رہتا ہے اور ائس خیلوس کے ناٹکوں سے زیادہ انہیں زندگی کی حقیقی تصویر نظر آتی ہے مگر ترتیب مناظر میں وہ اپنے پیشرو سے آگے نہیں بڑھا + سوفوکلیس اپنے ناٹکوں میں سنگت سے اتنا کام نہیں لیتا جتنا ائس خیلوس یعنی وہ صرف ناٹک کا اصل مقصد اپنی زبان سے چند نفیس اور دانشمندانہ الفاظ ادا کر کے بیان کر دیتا ہے + سوفوکلیس یہ ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا کہ انسان اپنے مقدر کا غلام ہے اور تقدیر اور تدبیر کے تنازع کا حل ناٹک کے سانگ اس اعتقاد کا اظہار کر کے کرتے تھے کہ خود رائی اور یکطرفہ سرکشی دیوتاؤں کو پسند نہیں + سوفوکلیس ناٹک کے "اسلوب" کا یعنی اس فن کا جس کے ذریعے سے۔

ناٹک کے پیرائے میں زندگی کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے گویا استاد ہی ہے۔ اور آجکل کے
قابل ترین مبصرین کی رائے ہے کہ وہ ناٹک کی ساخت کے قواعد پر نہایت خوبی
اور صحت کے ساتھ کاربند ہوتا ہے اور جہاں تک دلچسپی، انتہائے کمال اور انجام کا
تعلق ہے آجکل کے زمانے میں اسکے بہت کم ہمسر پیدا ہوئے ہیں +

روایت ہے کہ سوفوکلیس نے کم و بیش ایک سو سے زیادہ ناٹک اور ڈرامے
تصنیف کیئے مگر حوادث زمانہ سے صرف سات ڈرامے باقی بچے ہیں اور ہم
بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ انہیں سے انٹی گونے بہترین ہے + یہ ۴۴۲ ق م
میں پہلی مرتبہ کھیلا گیا تھا اور ناٹک کی دلچسپی میں متواتر اضافہ اور سانگیوں
کی خصوصیات میں مسلسل ارتقا اعلیٰ ترین طریق سے دکھایا گیا ہے + بادشاہ
کی بے انصافی اور اسکی درشتی مزاج اور انٹی گونے کے ایثار اور استقلال کا
مقابلہ نہایت خوبصورتی سے واضح کیا گیا ہے اور ناٹک کے اختتام پر دکھایا
گیا ہے کہ کریون کے بیٹے کی موت ہی اسکے افعال کی سزا ہے + "الکترا"
میں ماں سے بیٹی کی نفرت پر بہت زور دیا ہے اور مصنف نے اس
واقعے سے حاضرین کو تذبذب میں رکھا ہے کہ عرصہ دراز تک الکترا یہ
سمجھتی ہے کہ اسکا بھائی مر چکا ہے + ناٹک "ایڈیپوس خود سر" بادشاہ
اپنی بے صبری سے اپنی بربادی کا سامان پیدا کر لیتا ہے اور "ایڈیپوس کولونیوس"
میں اس قصے کا انجام ایسے الفاظ میں ہوتا ہے جن سے ایتھنز کے اقبال
اور اقتدار کا اثر پیدا ہو + نابینا بادشاہ اور اسکی بہن انٹی گونے کولونس
میں یومنیدیس کے باغ میں دست التجا دراز کرتے ہوئے جہاں عام فانی
انسان داخل نہیں ہو سکتے نظر آتے ہیں۔ اب تھیبزیوں کو معلوم ہوتا ہے
کہ بغیر اس بادشاہ کی واپسی کے تھیبز کی خیریت نہیں اور اسکی واپسی کی ضرورت
پر متفق ہو کر کریون اور پولی نکیس کو اسے طلب کرنے کیلیئے روانہ کرتے ہیں۔
مگر ایڈیپوس واپسی سے انکار کرتا ہے اور خود شاہ ایتھنز تھیسیوس
تھیبزیوں کے زور و ظلم سے اسکی حفاظت کرتا ہے ایڈیپوس سرزمین اٹیکا
پر ہی اپنی جان دیتا ہے اسکی نعش کا تبرک و احتشام سے استقبال کیا جاتا ہے

وہ اس ملک کے لیئے باعث رحمت اور موجب برکت ہوتا ہے ۔ ناٹک "ایاکس" کا ہیرو اپنی اہمیت کے گھمنڈ میں اسقدر بھرا ہوا ہے کہ اس خبط میں وہ اکثر کوئی نہ کوئی حماقت آمیز فعل کرگذرتا ہے اور دوسروں کا نشانۂ تضحیک بن جاتا ہے اور آخر کار خودکشی کرلیتا ہے ۔ ناٹک فیلوکلٹیٹیس میں سوفوکلیس نے شخصی خصوصیات کی تصاویر کھینچنے میں اعلیٰ درجے کی صناعی سے کام لیا ہے ۔ ناٹک کا ہیرو ٹرواۓ طلب کیا جاتا ہے اسلیئے کہ اسکی کمان کے بغیر اس شہر کی تسخیر ناممکن ہے ۔ مگر وہ خود وہاں جانے سے انکار کرتا ہے ۔ اسپر اودیسیوس اور نیوپطلیموس اسے دھوکہ دیکر کہ وہ اسے وطن لیئے جارہے ہیں اپنے جہاز پر سوار کرالیتے ہیں اور جب وہ نیوپطلیموس کو اپنی کمان
۲۷۸ امانتاً سپرد کرتا ہے اور نیوپطلیموس اودیسیوس کو دیدیتا ہے اور چونکہ فیلوکٹیٹیس سنسان و ویران جزیرے پر بغیر تیر کمان کے گزارہ نہیں کرسکتا اسلیئے وہ مجبوراً انکے ساتھ جاتا ہے مگر بالآخر نیوپطلیموس اسپر ترس کھاکر اسکا ہتیار اسی کو دیدیتا ہے ۔ بدیں وجوہ اگر غیب سے ہرقل نہ پہنچ جاتا اور ہمارے ہیرو کی رائے نہ پلٹ دیتا تو ٹرواۓ ہرگز تسخیر نہ ہوسکتا ۔ سوفوکلیس کے ناٹکوں میں سب سے کمزور تراخی سنئے ہے جسمیں ہرقل کی موت کا ذکر ہے ۔

چونکہ اسوقت ہم یونان کے سب سے بڑے درد یہ نویس کے ناٹک پر بحث کررہے ہیں اسلیئے مناسب ہے کہ یونانی درد یئے کی خصوصیات دکھائیں اور وہ فرق ظاہر کریں جو قدیم یونانی اور زمانۂ حال کے درد یئے میں پایا جاتا ہے اور اسطرح اول الذکر کی تاریخی اہمیت کو عیاں کردیں[۱۳] ۔ قدیم یونانی درد یئے اپنے

---

[۱۳] جہاں یونانی ناٹک کا ذکر آیا ہے اور اسکا مقابلہ دوسرے ممالک کے ناٹک سے کیا گیا ہے وہاں ایک خاص بات ملحوظ رکھی گئی ہے اور وہ یہ کہ قارئین کرام کی توجہ اس فرق کی طرف مبذول کیجائے جو اسپین اور رومن اور زمانۂ حال کے ناٹک میں پایا جاتا ہے ۔ قدما اسٹیج کے طویل مکالمے پسند کرتے تھے اور اس ضمن میں یہ مناسب ہوگا کہ ہم گیوٹے کے "سفر اطالیہ" (دنبیر ۱، اکتوبر) کا ایک فقرہ درج کریں جو حسب حال ہے ۔
گیوٹے تھیٹر جاتا ہے اور ایک اطالوی درد یئے کے طویل مکالمے کو سنکر لکھتا ہے :-

اصل مقاصد اور ظاہری حالت میں نہایت ممتاز ہیں۔ جو تعلق اسکے اصل اور اسکے مقاصد کا تاریخ سے ہے وہ تو صاف ظاہر ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اسکے مطالب اور معنے پر ان تخیلات کا نہایت زبردست اثر ہے جو اس زمانے کے شعرا کے پیش نظر تھے۔ یونانی ڈرامہ در اصل ان مزاری تذکروں سے نکلا ہے جسکا مقصد یہ تھا کہ یونانی دیوتاؤں کی تعظیم و تکریم کی جائے۔ اسٹیج پر جو اشخاص ہوتے تھے انکو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک تو ایکٹر جو ایک دوسرے سے گفتگو کرتے تھے اور جنکی تعداد تین چار سے زیادہ نہ ہوتی تھی اور دوسرے وہ لوگ جو اس مکالمے کو سنتے تھے اور اپنے خیالات اور جذبات کا مزاری مصرعوں میں اظہار کرتے تھے۔ اسکے برخلاف موجودہ ناٹک کی بنا ازمنۂ وسطے میں پڑی ہے اور اسکے حالات قدیم یونانی ناٹک سے بالکل مختلف ہیں۔ یوں تو اسکا ابتدائی تعلق بھی مذہب کے ساتھ تھا مگر چونکہ ناٹک عیسائی مذہب یا اسکی عبادت کا کبھی جزو نہیں رہا اسلیئے یہ تعلق بہت جلد جاتا رہا۔ اسکے ماسوا ازمنۂ وسطے (اور زمانہ حال) کا ناٹک محض نظموں کی ہی کشادہ صورت نہیں ہے بلکہ زندگی کے حرکات اور اعمال کی چلتی پھرتی تصویر ہے اسلیئے زمانہ حال کا ناٹک حقیقی زندگی کے مختلف شعبوں کو نہایت احتیاط کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اور چونکہ ایکٹروں کی تعداد محدود نہیں اسلیئے بہ نسبت یونانی ناٹک کے اسمیں پلاٹ نہایت آسانی سے قائم کیا جاسکتا ہے اور اس پلاٹ کو بسہولت تمام سمجھایا جاسکتا ہے۔ مثلاً تاسو اور ایفی گینیا میں بھی جنکا حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے ٧٩

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔) اسکے بعد یونانی درد بیئے کی لمبی تقریریں اور لامتناہی مباحثے میں بہ آسانی تمام سمجھ سکتا ہوں اسلیئے کہ موجودہ اطالویوں سے زیادہ ایتھنز ہی خطیبوں کی تقریریں سننے اور ان پر رائے قائم کرنے کے اہل تھے اور انھیں عدالتہائے عامہ میں جہاں وہ اپنا اکثر عزیز وقت گذارتے تھے بہت حظ حاصل ہوتا تھا۔ ایک اور امر ہے جو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ مصنوعی چہروں اور ایسی پاپوشوں سے جنسے پنڈلیاں تک ڈھک جاتی ہوں باریک ترین جذبات اور طبیعت کے اتار چڑھاؤ کا کامل اظہار مشکل سے ہو سکتا ہے۔

گیوٹے بعض مرتبہ بیک وقت پانچ پانچ ایکٹر ایک ہی منظر کے دوران میں اسٹیج پر بلا لیتا
ہے + یونانی فن ناٹک نویسی کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ ایسی صورت حال سے گریز کیا
جائے، اور گو اسمیں مصنف کو حال کے ناٹک نویسوں سے زیادہ ہوشیاری اور طباعی
کرنا پڑتی تھی مگر یہ ناٹک حالات اور واقعات کا آئینہ بننے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا۔
اٹیکائی اسٹیج زیادہ چوڑی چکلی نہ ہوتی تھی اور اسپر تین چار ایکٹروں سے زیادہ ایک ہی
وقت میں نہیں آسکتے تھے اور یہ ایکٹر ہمیشہ حاضرین کے سامنے رہتے تھے
اور وزن دار مکالموں سے انھیں محظوظ کرتے رہتے تھے۔ اسکے برعکس آجکل
کے ناٹکالیہ کا اسٹیج خوب وسیع اور کشادہ ہوتا ہے اور اسپر بعض مرتبہ ایکٹروں
کا ایک انبوہ عظیم جمع ہو جاتا ہے۔ کبھی ایک دو ایکٹر علیحدہ ہو کر گفتگو کرتے ہیں کبھی
اسٹیج ہی پر لڑائیاں ہوتی ہیں اور پھر یہ ایکٹر باقی ایکٹروں سے ایسے ہی مل جاتے ہیں
جیسے واقعی زندگی میں + اگر یونانی اسٹیج کی فن پیکر بندی سے مشابہت دیجا سکتی ہے
تو آجکل کے ناٹک کا حالت بالکل فن مصوری کی سی ہے اور جب موجودہ ناٹک کو
زندگی کی ایک تصویر قرار دیا جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ سنگتیا نہ صرف بیکار محض
ہو جاتا ہے بلکہ بعض مرتبہ تو کھیل میں اسقدر خارج ہو جاتا ہے کہ اسے ناٹک
میں شامل ہی نہیں کیا جاتا + ہمارے ناٹک کی طرح قدیم ناٹک میں بھی اخلاق کا پہلو
تھا مگر ہمیں یہ ضرور یاد رکھنا چاہیئے کہ قدما کا اخلاقی معیار ہمارے اخلاقی معیار
سے بالکل جدا تھا اور بہت سے ایسے نادر اور نفیس جذبات ہیں جو ہمیں فطری
معلوم ہوتے ہیں مگر قدما ان سے ناواقف محض تھے اسی طرح سوفوکلیس میں
بہت سی ایسی باتیں ہیں جنسے ہمارے کان مطلق ناآشنا ہیں + یہ بالکل قرین قیاس
ہے کہ زمانۂ مابعد کے مصنفوں نے بہت سے فقرے اضافہ کر دیئے ہوں مگر
یہ اضافہ بھی قدیم زمانے میں کیا گیا ہوگا اور اسمیں قریب قریب انہی جذبات
کا اظہار کیا گیا ہوگا جن سے خود صاحب کتاب واقف تھا۔ ایک اور امر یہاں
قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ بعض مرتبہ شعرا اسٹیج پر ذومعنی الفاظ کی بھرمار
کر دیتے ہیں۔ اسکے دو اسباب ہیں اول تو یونانی عموماً اور اتھنز ہی خصوصاً اس قسم ۲۸۰
کی لفاظی پسند کرتے تھے اور دوسرے پانچویں صدی ق م کا زمانہ وہ زمانہ ہے

جب فن بلاغت کو بہت ترقی ہورہی تھی اور اسکی ہردلعزیزی کی وجہ سے اسٹیج کی لفاظی کو بھی بہت تقویت پہنچی دراصل قصہ یہ تھا کہ یونانی محض زندگی کی متحرک تصاویر دیکھنے ہی کے آرزومند نہ تھے بلکہ اسکے خواہشمند تھے کہ ایکٹروں کی زبان سے طول طویل تقریریں سنیں اور جو کچھ انسان کے دماغ میں گزرتا ہے اسکی آواز انکے کانوں میں گونجے۔ یونانی اسٹیج کے مکالموں کا مقصد یہ نہ تھا کہ زندگی کی تصویریں اتاری جائیں بلکہ سنگتی دوہوں اور طویل تذکروں اور بیانوں کی طرح وہ بھی گویا لفظی صنعت کا ایک امتحان ہی تھا +

یونانی درد یہ نویسوں میں صرف تین بڑے بڑے درد یہ نویس ایسے ہیں جنکی تصانیف سے ہم واقف ہیں۔ ان میں سے دو کا بیان تو کر دیا گیا ہے تیسرے یعنی یورپدیس کا ذکر آئندہ دور میں آئیگا۔ بعض مصنف ایسے بھی ہیں جنکی تصانیف تلف ہوگئی ہیں۔ مثلاً خیوس کا ایون اپنے زمانے میں اپنی قسم کی نظموں کیلیے مشہور تھا اور اگاتھون کا زمانہ موجودہ دور سے بعد کا زمانہ ہے اور اسکی شہرت کا دار مدار صرف یہ ہے کہ انکا بیان افلاطون نے اپنے سمپوزیون میں کیا ہے +

جہانتک ہمیں علم ہے چوتھی صدی ق م سے پیشتر تھیٹر اور اورکیسترا یعنی ناچ گھر میں کسی قسم کا فرق نہ تھا اور ابتدائی باضابطہ تماشہ گاہیں جنکے کھنڈر اسوقت تک موجود ہیں اس صدی کے دوسرے حصے میں تعمیر ہوئی تھیں[۱۲۱] +

گو ایتھنز کا تیسرا نامآور درد یہ نویس یورپدیس سوفوکلیس کے بعد پیدا ہوا تھا مگر اسکا انتقال سوفوکلیس سے پیشتر ہی ہوگیا۔ اسکا بیان دراصل اسلیئے ملتوی کیا گیا ہے کہ اسکی تصانیف کی خصوصیات بالکل مختلف ہیں اور دراصل وہ ایک اور تہذیب کا نام لیوا ہے جسکا اثر یونان پر عموماً اور ایتھنز پر خصوصاً پانچویں صدی ق م

---

[۱۲۱] تماشہ گاہوں اور ناٹکابیوں کے لیئے کاویراؤ کا مضمون (ہوہیئسٹر صـ۱۷۳) اور امیولر کی کتاب "تاریخ تماشہ گاہ یونان" (فریئبرگ ۱۸۸۶ء) دیکھنا چاہیئے یونانی تماشہ گاہ کی ساخت کے مسئلہ پر آخرترین تحقیقات سے ایک خاص روشنی پڑتی ہے +

— کے آخری بیس سال میں پڑا اور جسکا ذکر بعد میں کیا جائیگا + مگر در اصل اس نئی تحریک
کی ابتدا ان ذہنی رجحانات میں تلاش کرنی چاہیئے جنکی اصل ایشیائے کوچک میں تھی ۲۸۱
اور اس سے ایتھنز ایک حد تک فارقلیس کے دور میں ہی متاثر ہو چکا تھا + اب بھی
ایونیائی بلدیات ایتھنز کی بحری لیگ میں سب سے سرسبز اور مالدار شمار کیے
جاتے تھے اور اب بھی ان شہروں میں بڑے بڑے صناع اور علما پیدا ہوتے
تھے ۔ مگر یہ صناع و علما اپنے وطن میں رہنا پسند نہ کرتے تھے اور جیسے
مقناطیس لوہے کو اپنی طرف جذب کر لیتا ہے ایسے ہی ایتھنز انھیں اپنی
طرف کھینچ لیتا تھا اور وہ اپنے ساتھ ایونیائی تہذیب و شائستگی کا بیج لے آتے تھے۔
مگر ان ایونیائی تخیلات میں ایک ذاتی عنصر بھی تھا جو پرانے خیال کے ایتھنز یوں
کو مطلق پسند نہ تھا اسی لیئے ایونیائی اصولوں کو جنھیں ایونیائی علما و فضلا رواج
دینا چاہتے تھے ایتھنز یوں نے خوش آمدید نہیں کہا ۔

ایونیائی فلسفیوں نے اسوقت تک محض کائنات کا عنصر اولیں دریافت
کرنے کی کوشش کی تھی ۔ مگر اب اس میدان میں مطلق گنجائش نہیں رہی تھی ۔ بہرحال
یہ ممکن تھا کہ تحقیقات کی روش تبدیل کر دی جائے اور بجائے مادے کو اس قدر
اہمیت دینے کے اس قوت کی جستجو کی جائے جو مادے کو متحرک کرکے اس میں
تبدیلیاں پیدا کرتی ہے + اس طریق تجسس کا موجد انکساغورس ساکن کلازومینائے
تھا[۱۵] + اسکے نزدیک (ہر شئے کی اصل) ایک عنصر اولیں تھا جسمیں عناصر متبائنہ
کی بے ترتیب آمیزش تھی ۔ اس آمیزش میں ترتیب اور تہذیب ایک اور
حی و ذی شعور وجود نے پیدا کی جسے وہ نوئس (عقل) کہتا ہے ۔۔ اسکا

[۱۵] انکساغورس کے واقعات کے لیئے آخرین تحقیقات کا ملخص بوسولٹ ۲ ، ۲۰۶ میں
دیکھنا چاہیئے + گروٹس کا خیال ہے کہ (۲ ، ۶ ، ۳۴۳ ، ۸) کہ یہ فلسفی ۴۸۰ ق م میں ہی
ایتھنز آگیا تھا مگر یہ قابل یقین نہیں اسلیئے کہ اسپر جنگ پیلو پونیز سے ذرا پہلے ہی فارقلیس
کی دوستی کا الزام عائد کیا گیا تھا + اسکے برعکس بوسولٹ کا خیال زیادہ درست معلوم
ہوتا ہے اسلیئے کہ انکساغورس ۴۶۲ ق م سے ۴۳۲ ق م تک ایتھنز میں رہا +

قول ہے کہ مادّے میں ابتدا سے ایک مستدیر حرکت کی قابلیت ہے اور نوس اس حرکت کو کام میں لا کر مادّے میں تہذیب و ترتیب پیدا کرتا ہے اور یہ حرکت امتداد زمانہ سے برابر بڑھتی جاتی ہے حتےٰ کہ عمل انصال و افتراق سے مختلف اجسام پیدا ہو جاتے ہیں اور کائنات کی یہ تنظیم برابر اب تک جاری رہتی ہے۔ اپنے وطن سے انکساغورس ایتھنز پہنچا اور نہ صرف فارقلیس سے دوستی پیدا کی بلکہ ایتھنز کے دیگر نامور شہریوں مثلاً یوریپدیس اور طوسی دیدش پر بھی گہرا اثر ڈالا۔ مگر ایتھنزیوں کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ اپنی خصوصیات اور مذہبی رنگ قائم رکھنے کا خاص انتظام رکھتے تھے اور جب ان امور کے متعلق کوئی سوال پیدا ہوتا تھا تو وہ خود فارقلیس کا کہنا بھی نہیں مانتے تھے انکساغورس کو اس اصول کا علم اپنے تلخ ذاتی تجربے کے بعد ہوا اور اسپر الحاد کا الزام لگایا گیا اور فارقلیس کی وفات سے پیشتر ہی اسے ایتھنز چھوڑ دینا پڑا۔ سیاسی اور فرقی سازشیں بھی فارقلیس کی کمزوری کا اصل باعث تھیں بہت سے ایتھنزی تو فارقلیس کے تدبّر کو سخت ناپسند کرتے تھے اور کسی شخص کا فارقلیس کا دوست یا ز رحمائت ہونا ہی انہیں نفرت کے جذبات بھڑکانے کیلئے کافی تھا۔ بعض ایسے تھے جو اس کی سیاسی تدبیروں کے تو مداح تھے مگر اسکا غیر ملکی فلسفیانہ ماحول انھیں بالکل پسند نہ تھا۔ غرض فارقلیس کے دو قسم کے مخالف تھے جنکا ایتھنز میں بہت اقتدار تھا مگر ان کی اہمیت اس لیئے کم تھی کہ انہیں آپس میں اتفاق نہ تھا۔ اور جب کبھی وہ آپس میں متفق ہو جاتے اور فارقلیس اور اسکے دوستوں کو کسی نہ کسی خطرے کا سامنا کرنا پڑتا۔ بہرحال فارقلیس کو اسلیئے بہت نقصان پہنچا کہ ایتھنزیوں میں سے بہت سے افراد ایونیائی تہذیب سے نفرت کرتے تھے اور فلسفے کو اسلیئے ضرر پہنچا کہ بہت سے ایتھنزی فلسفے کے اس سرپرست سے متنفر تھے جو ایتھنز پر حکومت کر رہا تھا۔ ۲۸۲

ایونیائی تہذیب کو فارقلیس کی داشتہ اسپازیہ سے جو شہر ملطہ کی باشندہ تھی بہت فائدہ پہنچا۔[16] اسپازیہ اپنے فہم و دانش اور اپنے حسن دونوں کیوجہ سے مشہور آفاق تھی

[16] اشمڈٹ نے اپنی کتاب "دور فارقلیس" (جینا ۱۸۷۷ء) میں اسپازیہ کی زندگی کے

اور فن بلاغت میں ید طولیٰ رکھتی تھی مکالمہ مینیکسے نوس میں سقراط یہ لکھتا ہے کہ اسنے اسپازیہ کو تقریر کرتے ہوئے سنا۔ بلکہ ایتھنز میں تو یہ مشہور تھا کہ جو کچھ روانی اور کمال خود فارقلیس کو فصاحت و بلاغت میں حاصل ہوا ہے وہ سب اسی اسپازیہ کی بدولت ہے۔ مگر بلاشبہ اس میں نہ صرف مبالغہ آمیزی معلوم ہوتی بلکہ طعن کا پہلو بھی ہے۔ ایک اور صفت اسپازیہ کو ممتاز کرتی تھی اور وہ امور خانہ داری میں مہارت تامہ تھی اور جب زینوفون اس مسئلے پر بحث کرتا ہے کہ نوعمر لڑکیوں کو امور خانہ داری کیونکر سکھانا چاہیئے تو وہ اسپازیہ کا ہی قول نقل کرتا ہے + وہ ان تمام صفات سے متصف تھی اور یقیناً اس رتبے کے شایاں تھی جو ایتھنز میں اسکو میسر ہوا تھا اور وہ فارقلیس کے گھر اور اس دائرے کا مرکز تھی جسکا زیور صناع اور علماء و فضلاء تھے اور جنمیں انکساغورس اور ایلیاتی زینو، پروتاغورث اور سقراط، مورخ جیسے ہیروڈوٹس اور غالباً طوسی دیدیش، شاعر جیسے سوفوکلیس اور صناع جیسے فدیاس، اکتینوس، کالیکراتیس اور متیسکلیس، مہذب و شائستہ اشخاص جیسے ہپوداموس (جسکا عنقریب ذکر کیا جائیگا) اور موسیقی داں دامون جسے نہ صرف موسیقی میں کمال تھا بلکہ سیاسیات میں اسقدر پیش پیش رہتا تھا کہ اسے بعضوں نے تو خود فارقلیس کا سیاسی استاد بتایا ہے [۱۷۱] اور لامپون جیسے پیش بین تھے + ایسے دائرے [۱۷۲] مرکز بن کر اسپازیہ نے ۲۸۲

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ تقریباً ہر ایک پہلو پر بحث کی ہے + اور وہ (ص ۲۸۵ تا ص ۲۹۰) یہ ثابت کرتا ہے کہ اسپر جتنے الزام لگائے گئے تھے وہ سب اسکے ہمعصروں کے گھڑے ہوئے تھے اور امتداد زمانہ سے یہ سب الزام مدون ہوتے گئے +

۱۷۱ دامون کیلیئے بوسولٹ ۲، ۴۴۴ اور پلوٹارک "فارقلیس" ۴، ۹ (جس میں لفظ "دامونیدیس" استعمال کیا گیا ہے + پلوٹارک کی "حیات ارسطیدیش" "حیات نکیاس" سے معلوم ہوتا ہے کہ دامون بالآخر جلاوطن کر دیا گیا + ڈنکر نے جو محض اپنے تخیل کی بنا پر تاریخ کا گویا ضمیمہ ترتیب دیا ہے اسمیں دامون ایک ممتاز جزو ہے + فارقلیس اور فلسفیوں کیلیئے بوسولٹ ۲، ۴۴۴ دیکھنا چاہیئے +

ان عقیدت مندوں کا راستہ گویا صاف کر دیا جو ایتھنز میں آزاد نشو و نما کے حامی تھے۔ یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اسپازیہ سیاسی معاملات میں بھی اپنے ساتھی کی مشیر تھی یا نہیں۔ اسمیں تو شبہ نہیں کہ ملطہ کا ساتھ دینے کیلئے اسپازیہ کو فارقلیس کو ابھارنے کی چنداں ضرورت نہ تھی مگر ساموس کی مہم کی اسپازیہ نے یقیناً مخالفت نہ کی ہوگی بلکہ حمایت ہی کی ہوگی۔ بلاشبہ فدا کی رائے ہے کہ اسپازیہ نے فارقلیس پر بھا سیاسی اثر ڈالا مگر اسکا کوئی کافی وشافی ثبوت نہیں مل سکا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ الزام ان الزامات کا عشر عشیر بھی نہیں جو اسپازیہ کے چال چلن پر لگائے گئے۔ اصل یہ ہے کہ عوام کے لیئے یہ بالکل کافی تھا کہ اسپازیہ خوبصورت اور ہوشیار تھی اور ایتھنز کے سب سے ممتاز سیاسی کی ہمنشین تھی اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ غیر ملکی تھی۔ پہلے تو سری شعرا نے اسپر الزام تھوپنے شروع کیئے۔ اسکے بعد قدیم علما آئے۔ اور آجکل کے طالب علم کے دل میں جسقدر جگہ مطبوعات کیلئے ہے اس سے زیادہ لگاؤ قدما کو تحریروں سے تھا اور جو کچھ انھیں ملا فوراً ضبط تحریر میں لے آئے اس وجہ سے یہ الزامات زبان زد ہو گئے۔ اب موجودہ زمانے میں مورخوں اور فضلا کی زمانہ دراز تک یہ عادت رہی کہ جو کچھ انھوں نے لکھا دیکھا اسے جمع کر لیا غرض یہ ہے کہ خوبصورت ملطیہ کے چال چلن پر جو دھبہ تھا اسپر مہر سی لگ گئی۔ حال ہی میں بعض مورخوں نے کوشش کی ہے کہ جس اعلیٰ پایہ سے اسے ان الزامات کی وجہ سے اتر نا پڑا اسکا دوبارہ اندازہ کیا جائے اور جب مورخوں نے بہت سے خود سروں کو بھی مختلف قسم کے الزامات سے بری کرنے کی کوشش کی ہے تو وہ تو اسکی ان سب سے زیادہ مستحق ہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس تردید الزامات میں ہمیں حد سے زیادہ نہ بڑھنا چاہیئے اسلیئے کہ اسپازیہ کو قدیم زمانے کی خوش اخلاق نیک شعار رومن بڑھیا کا رتبہ کبھی نہیں مل سکتا۔ قدیم یونانی طرز معاشرت اور تمدن نہ صرف زمانہ حال کے طرز معاشرت سے بالکل مختلف تھا بلکہ رومن زندگی سے بالکل متغائر تھا اور اگر فارقلیس کا تعلق ایک خوبصورت غیر ملکی عورت سے ہو گیا تھا جو یونان کے مدینۃ الحکما کے عالم ترین اور متبحر ترین اشخاص سے

ملا کرتی تھی تو ممکن ہے کہ اسکے کانوں تک ایسے امور بھی پہنچتے ہوں جنھیں ہم آجکل کے زمانے میں پسند نہ کریں۔ مگر اس سے یہ نتیجہ ہرگز نہ نکالنا چاہیئے کہ اسپازیہ آرام طلبی میں نیکی سے گریز کر جاتی تھی + جب موجودہ زمانے کے لکھے ہوئے تذکروں سے صحیح واقعات اخذ کرنے میں اسقدر دشواری ہوتی ہے تو پانچویں صدی ق م ۲۸۴
کی یونانی سوانح عمریوں میں اصلیت کی تہ کو پہنچنا کس طرح ممکن ہے +

ایونیا ہی میں ہیپوداموس ملطی پیدا ہوا جسکا ذکر اس سے پیشتر بھی آچکا ہے ہیپوداموس کی طبیعت جدت آفریں تھی۔ وہ نہ صرف میر عمارت تھا بلکہ فلسفے میں بھی کمال حاصل تھا اور اسنے ذہنی علوم کے بہت سے شعبوں میں نام پیدا کیا [۶] اسکی شہرت کا اصل سبب یہ تھا کہ اسنے پرائی اوس، تھوری اور روڈس کے شہروں کے نقشے تیار کیے اور متعدد نئے شہروں کو علم ہندسہ کے مطابق ایک نہایت باقاعدہ اصول کے ماتحت تعمیر کیا + ڈیوڈورس کا بیان ہے کہ روڈس سنہ ۴۰۸ ق م میں اور تھوری سنہ ۴۴۳ ق م میں بنا تھا اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہیپوداموس کی عملی زندگی نہایت طولانی تھی۔ اسکے بنائے ہوئے شہروں میں بہت سی سڑکیں ایک دوسری کو زاویۂ قائمہ پر عبور کرتی تھیں اور شہر کے متعدد مستطیل حصے بن جاتے تھے مگر اس ضمن میں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ طریقہ ہیپوداموس کا ایجاد کردہ نہ تھا سالینوس کے باقیات سے پتہ چلتا ہے کہ اس شہر کی ساخت میں بھی یہی اصول مدنظر رکھا گیا تھا اور اسمیں تو شبہ ہی نہیں کہ اس کی دو مرکزی سڑکیں ایک دوسری کو زاویۂ قائمہ پر

---

[۶] بوسولٹ ۲، ۵۶۶ + ارسطاطالیس اپنی "سیاسیات" (۲، ۵، ۲) میں ہیپوداموس کا قول نقل کرتا ہے کہ شہر میں دس ہزار اشخاص آباد ہوں + ہرمان: "ہیپوداموس ملطی"۔ ماربرگ سنہ ۱۸۴۱ م۔ ارڈمان: "ہیپوداموس ساکن ملطہ" + اسکے فلسفے اور شہروں کی ساخت کے درمیان یہ تعلق ممکن ہے کہ تھوری کے مکانوں کے بیس مستطیل مجموعوں میں ... نفوس اور شہر کے دس فیولون (قبیلوں) میں ایک ایک ہزار نفوس ہوں +

کا ٹی تھیں - اور یہی اصول فیپلس (کمپانیہ) میں بڑے پیمانے پر کیا گیا + اصل یہ ہے کہ
بعض دیگر شعبہ حیات زندگی کی طرح یہاں بھی مشرقی اثر کا پتہ چلتا ہے اسلیئے کہ بابل اور
دیگر مشرقی بلدیات کی تعمیر اسی مستطیل قاعدے کے مطابق ہوتی تھی اور اس طرز تعمیر کے
مطابق کا مرکز ملطہ ہی تھا + غرض یہ کہ پانچویں صدی ق م سے پیشتر ہی مختلف بلدیات
اسی طرز پر تعمیر کیئے جاتے تھے اور ہپوداموس کو صرف یہ امتیاز حاصل تھا کہ اسے اپنے
مہذب اور ترقی یافتہ دور میں اس طریقے کو چند نہایت اہم بلدیات کی تعمیر میں رواج
دینے کا موقع مل گیا اور اسکے فلسفے اور تصانیف سے اسکا نام اور بھی مشہور ہو گیا۔
لطف یہ ہے کہ ہپوداموس کا خیال تھا ان علوم ہی میں ریاضی کی سی صحت اور پابندی
کی ضرورت ہے - مثلاً اسکا عقیدہ تھا کہ شہر کے باشندوں یا شہریوں کی تعداد دس ہزار
ہونی چاہیئے اور اسے تین طبقوں میں تقسیم کیا جائے یعنی کاشتکاروں کا طبقہ سپاہیوں
کا طبقہ اور کاریگروں کا طبقہ اسی طرح اراضی کے بھی تین ہی حصے ہوں ایک مذہب
کے لیئے وقف ہو دوسرا ریاست کی ملک ہو تاکہ اس سے سپاہی متمتع ہو سکیں اور تیسرے ۲۸۵
کے مالک کاشتکار ہوں - کاریگروں کے لیئے کسی حصے کو مختص نہیں کیا گیا اور وہ بہر حال
مذہبی پجاریوں کے دست نگر رہتے + ہپوداموس اپنے خیالات کو کبھی عمل میں
نہ لا سکا +

ایونیہ سے تو انکساغورس، ایون، ہپوداموس اور اسپازیہ اتھنز
آئے مگر ہالی کارناسوس ہی کو دجود در اصل دور یائی تھا مگر جسمیں ایونیائی تہذیب سرایت
کر گئی تھی) یہ فخر حاصل ہے کہ اسمیں اپنے زمانے کا سب سے بڑا مورخ ہیروڈوٹس
پیدا ہوا +[19]

---

[19] ہیروڈوٹس کے حالات کیلیئے مفصلۂ ذیل کتب کا مطالعہ کرنا چاہیئے:-
وائڈمان: کلیات ہیروڈوٹس" (اشٹائن کی تمہید خاص طور پر قابل مطالعہ ہے)
کرسٹل: "تاریخ ادبیات یونان" ۲، ۳۶۰ تا ۳۹۳ +
کرسٹ:- ص ۵۲۱ تا ص ۵۲۹ +
بوسولٹ: "تاریخ یونان" ۲، ۹۸ تا ۱۰۳ +

هیروڈوٹس سنہ ۴۸۹ ق م اور سنہ ۴۸۷ ق م کے درمیان پیدا ہوا جب نہ صرف ہالی کارناسوس بلکہ کوس، نسی روس اور کالیدنا پر وہی ارتے میزیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میرا خیال ہے کہ خود وہ مصنف جو ہیروڈوٹس کی تصانیف کے شائق ہیں اسکے ساتھ پوری طور پر انصاف نہیں کرتے۔ مثلاً اشٹائن کہتا ہے کہ "مصنوعات اور واقعات کے انتخاب۔ مختلف واقعات کی تاریخ کا تعین اور انکی اہمیت کو سمجھنے کے اصول نہ تو قابل اطمینان ہیں اور نہ ان میں یکسانی پائی جاتی ہے"۔ نہیں معلوم وہ کونسے واقعات اور کن اشخاص کی خصوصیات ہیں جنھیں ہیروڈوٹس سمجھنے سے قاصر ہے اور تاریخ کے وہ کون سے اجزا ہیں جن کی تاریخ اور تسلسل واقعات کے تعین اشکال کے باوجود طوسی دیدش لاثانی مرتبہ رکھتا ہے۔ اشٹائن کی رائے ہے کہ ہیروڈوٹس بھی اپنے پیشروؤں کی طرح "تاریخی مواد کے انتخاب بلکہ استعمال میں بھی" قابل اطمینان نہیں ہے۔ مگر جب ان "پیشروؤں" کی تصانیف ہی موجود نہیں تو پھر انکا مقابلہ ہیروڈوٹس سے کیونکر کیا جاسکتا ہے +

طوسی دیدش کا مشہور قول کہ اسکا مقصد یہ نہ تھا کہ اسے کوئی وقتی انعام مل جائے بلکہ وہ ہمیشہ کیلئے نام آوری کا خواہاں تھا، در اصل ہیروڈوٹس پر ایک حملہ تھا۔ اور آگے چلکر ہم دیکھینگے کہ طوسی دیدش کا فخر کرنا کہ اسکی تصانیف برتر و ارفع تھیں حق بہ جانب نہ تھا۔ اور اس قول کی صرف یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ اسکی تصانیف محض دل خوش کن ناٹک کا تماشہ نہ تھیں بلکہ اسکا مطلب یہ تھا کہ ایک وقتی ضرورت پوری کیجائے اور ان ممالک کی بابت معلومات بہم پہنچائی جائیں جنسے ایتھنز کو تعلق تھا + ہیروڈوٹس اور طوسی دیدش میں ایک فرق یہ بھی تھا کہ ہیروڈوٹس تو ایک غیر ملکی تھا جسکی ایتھنز میں قدر کیجاتی تھی اور طوسی دیدش ایک ایسا ایتھنزی تھا جسے دیس نکالا دیدیا گیا تھا اور یہ فرق طوسی دیدش کیلئے نہایت دلخراش تھا + یونانی ہیروڈوٹس کی ویسی ہی قدر کرتے تھے جیسی وینس کے باشندے اپنے سفرا کی کرتے تھے اور ہمارے لیئے دونوں کی تحریرات کی ایک ہی قدر و قیمت ہے وینسی اور ہیروڈوٹس دونوں انھی امور کی اطلاع دیسکتے تھے جو انکے نامہ نگار ان سے بیان کرتے تھے اور جیسے قابل ترین وینسی سفرا سے بھی غلطیاں سرزد ہو جاتی تھیں اور جو اوسط درجہ کے سفرا تھے وہ غیر شعوری طور پر دھوکہ بھی دیسکتے تھے ایسے ہی ہیروڈوٹس کا بھی حال تھا +

زیر سیادت ایران حکمراں تھی جسنے جنگ سالامس کے موقع پر اپنے جوہر اور ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ ہیروڈوٹس کا ایک رشتہ دار پنیاسس نامی تھا جسنے رزمیہ نظموں کا احیاء کیا اور اسکی تنظیں لوگوں کو اسقدر پسند آئیں کہ بعض تو اسے خود ہومر کا ہم پلہ بتاتے تھے۔ ہیروڈوٹس اور پنیاسس میں بہت مطابقت پائی جاتی ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اسپر اپنے دوست کا بہت زبردست اثر پڑا۔ مثلاً ہیروڈوٹس تو ہمیشہ قدیم مذہب کا راگ گایا کرتا ہے اور پنیاسس کا تو لقب ہی "معتبر علامات" تھا۔ اگر پنیاسس نے ہرقل کی فتوحات کو نظم کے پیرائے میں بیان کیا تو ہیروڈوٹس بھی مختلف اقوام انکے مذاہب اور رسوم کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ ہیروڈوٹس کا بچپن ہی کا زمانہ یونانیوں کی عظیم الشان فتوحات کا زمانہ ہے اور ان کا اسکے دماغ پر نہایت زبردست اثر پڑا جو مرتے دم تک نہ مٹ سکا۔ جب ہالی کارناسوس نے ایرانی جوا اپنے کندھوں پر برقرار رکھنا مناسب سمجھا اور زمانہ دراز تک ارتیمیزیا کی اولاد وہاں حکمراں رہی تو پنیاسس اور ہیروڈوٹس دونوں وہاں سے ساموس بھاگ گئے اور ساموس سے ہی اپنے شہر کو آزاد کرانے کے منصوبے گانٹھنے لگے بلکہ ان ہی کوششوں میں پنیاسس کا کام تمام ہوگیا۔ پنیاسس کے مرنے کے بعد ہیروڈوٹس نے شہر کے خود سر لیگداموس کو نکال دیا مگر چونکہ اس میں ایونیائیوں کا تجسس کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اس لئیے وہ بہت زیادہ عرصے تک وطن میں نہ رہا بلکہ سیر و سیاحت کیلئیے نکل گیا گو ایتھنز اسے نہایت پسند تھا مگر وہ اسے بھی چھوڑ کر تھوری چلا گیا اور ایتھنز کی سیر الکوبی کی لڑائی سے بیشتر ہی اسکا انتقال ہوگیا۔ خود اسکی تصانیف میں اسنے لکھا ہے کہ ۲۸۶ اسنے ایشیاء میں اشور، افریقہ میں مصر و سرنہ اور یورپ میں یونتوس تک کی سیاحت کی مگر اسکے "یونان عظمے" (اطالیہ) اور سسلی جانے کا ثبوت محض "اندرونی شہادت" سے ہم پہنچ سکتا ہے۔ اسکی عظیم الشان تاریخ اسکی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے اور یہ اسکے عقائد، اسکے مطالعے اور ذاتی تحقیقات کے نتائج سے ملو ہے۔ گو اس کا اکثر حصہ جنگ پیلوپونیز سے بیشتر ہی کا لکھا ہوا ہے مگر اسکی تکمیل کے بعد بھی ہیروڈوٹس اس میں برابر

اضافے کرتا رہا۔ اسلیئے اسمیں اس جنگ کے ابتدائی واقعات کا بھی ذکر ہے۔
اسکا ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ اسکی کتاب اسکی زندگی میں ہی شائع ہوگئی ہو
مگر اسکی موت سے پہلے ہی ہر شخص کو معلوم تھا کہ ہیروڈوٹس کوئی کتاب
لکھ رہا ہے اور اس کتاب کا ایک خاص مقصد ہے۔ بلکہ خود مصنف ہی نے
اسکے چند اجزا یونانیوں کے سامنے پیش کیئے تھے مثلاً اولمپیہ کے چہار سالہ
میلے میں اسنے اپنی تاریخ کے چند حصے یونانیوں اور خاصکر ایتھنز یوں
کے سامنے پڑھکر سنائے اور ایتھنز یوں نے اسکے لیئے دس تالینت انعام
تجویز کیا + ان تمام امور کے باوجود بھی چونکہ اسے دور و دراز ممالک کی سیاحت
کا ذوق تھا اسلیئے اسکو کبھی ایتھنز میں مستقلانہ قیام کی خواہش نہ ہوئی +

خاکے اور ترتیب مضامین، خیالات اور طرز تحریر سب میں ہیروڈوٹس
کی تاریخ اپنی قسم کی بہترین کتابوں میں شمار کی جاتی ہے اور اسمیں نفس مضمون
اور خارجی شکل کی یکسانی، بیکار پیچیدگیوں اور نامناسب اختصار سے گریز
۲۸۷ غرض فنی تصانیف کی جملہ خوبیاں موجود ہیں۔ جہانتک ہم کو معلوم ہے یہ کتاب
ہیروڈوٹس کے پیشرو واقعہ نگاروں اور اسکے بعد کے قدیم مورخوں دونوں
کی تصانیف سے ممتاز ہے اور اسمیں اور طوسی دیدش کی تصنیف میں
تقریباً ہر تفصیل میں فرق ہے + اسکے ابتدا میں ہی ہیروڈوٹس کتاب کا
نام ہستوری الیس اپودی کسس "یعنی "تحقیق واقعات" تجویز کرتا ہے۔
اور اسی زمانے سے یونانی لفظ "ہستوریا" (یعنی تحقیقات) فن تاریخ پر دلالت
کرنے لگا ہے + واقعہ یہ ہے کہ ہیروڈوٹس نے دائرہ زندگی اور دائرہ
عمل کی ہر چیز کی تحقیقات کی جسکا تعلق صنف انسانی سے ہو اور ہر مادی شئے
کی اصلیت کا راز دریافت کرنے کی کوشش کی اور چونکہ اسے ایسے مضامین
(جیسے مسئلۂ مبدا کائنات) سے مطلق رغبت نہ تھی جنھوں نے الیونیائی
فلسفیوں کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا اسلیئے ان سے قطعی کنارہ کشی اختیار کر لی +
ماسوا ان مسائل کے اسکی نظر میں ماضی اور حال دونوں کا ایک ہی پایہ ہے۔
اسکی کتاب میں تاریخی بیان اور جغرافی حالات دونوں موجود ہیں اور نفس مضمون کا

تقاضا بھی یہی ہے اسلیئے کہ اسمیں جغرافی اور تاریخی معلومات یورپ اور ایشیا یونانی وغیر یونانی اقوام کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ یہ تضاد زرکشنر اور داریوش کے معرکوں سے نہایت بدیہی طرز سے ظاہر ہوتا ہے اور یہی وہ واقعات تھے جنکے بیان کرنے کیلیئے ہیروڈوٹس نے قلم اٹھایا۔ مگر یہ تنازعات بیان کرنے کیلیئے اسنے اپنے مقصد کو زیادہ وسعت دی اور ابتدائی واقعات سے قصہ شروع کیا + اسنے اپنی کتاب آیندہ نسلوں یا صنف انسانی کے فائدے کیلیئے نہیں لکھی بلکہ اسکا مقصد یہ تھا کہ اپنے ہمعصر یونانیوں کو مزید معلومات حاصل ہوں اور ہیروڈوٹس میں جو خصوصیت ہے یعنی غیر یونانیوں اور مشرقی ممالک کے حالات اور واقعات بیان کرنا اسکی اصل وجہ یہی ہے کہ وہ چاہتا تھا کہ اسکے ہمقوم ہمعصر مشرقی ممالک کی حالت سے واقف ہو جائیں۔ ظاہر ہے کہ یونانی خود اپنے عادات و اطوار سے بخوبی واقف تھے اور ہیروڈوٹس کو اسکے حالات تفصیل سے بیان کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی اسی لیئے جو کچھ حال یونانی طرز معاشرت کا اس تصنیف سے اخذ کیا جا سکتا ہے وہ صرف استدلال اور اس تضاد سے ظاہر ہوتا ہے جو مشرقی اور یونانی رسوم میں تھا +

اس کتاب کی ترتیب عجیب و غریب ہے اور مصنف نے محض اعادۂ واقعات اور تذکرے کو نہایت صنعت کے ساتھ ایک دوسرے میں پرو دیا ہے وہ اپنے ٣٨٨
مقصد میں پورے طور پہ کامیاب ہوا ہے اور لطف یہ ہے کہ انسان واقعات یا تذکرہ پڑھنے سے ہرگز نہیں تھکتا۔ ابتدا میں لدوی قوم نے ساحلی یونانی بلدیات کو فتح کیا تھا اسی لیئے ہیروڈوٹس انکا بیان اپنی کتاب کی ابتدا میں کرتا ہے اور لڈوی تاریخ پر تبصرہ کرتا ہے اور چونکہ ایرانی لدویوں کو مغلوب کر لیتے ہیں اسلیئے تاریخ ایران بیان کی جاتی ہے + جب کبھی ایسے ملک کا بیان آتا ہے جسے ایرانیوں نے مغلوب کیا ہو اور جسکی خصوصیات بھی قابل لحاظ ہوں فوراً ہیروڈوٹس اس موقع کو غنیمت جانکر اسکی تاریخ بیان کرنے لگتا ہے۔ اسکی کتاب کے پہلے مقالے میں بابل اور دوسرے میں مصر کا حال ہے اور تیسری جلد بھی تاریخ ہی کیلیئے وقف ہے اور اسمیں گیکاڈس اور

دروغ گو اسمرڈیس کا ذکر ہے اور داریوش کی تخت نشینی کے ذکر کے ساتھ
سلطنت ایران کے صوبوں کی تقسیم بتائی گئی ہے + ایرانی محض ارض ایشیا پر ہی
اکتفا نہیں کرتے بلکہ جزائر کی طرف پیشقدمی کرکے ساموس پر قبضہ کر لیتے ہیں +
اب داریوش شمال اور مغرب کا رخ کرتا ہے اور اسکیتیون کے خلاف
ایک مہم تیار کرتا ہے جنکے رسوم و رواج اور ملک کے خصوصیات کا ہیروڈوٹس
اپنی کتاب کے چوتھے مقالے میں ذکر کرتا ہے + داریوش کو تو اسکتیہ سے
بے نیل مرام واپس آنا پڑتا ہے مگر اسکے سپہ سالار تھریس کو فتح کر لیتے ہیں اور
مقدونیہ اور سیرنہ کو مطیع کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں + ہیروڈوٹس سیرنہ
کا تو نہایت مفصل ذکر کرتا ہے مگر مقدونیہ کا حال بالکل نہیں لکھتا اسلیئے کہ اسکے
نزدیک مقدونوی قوم اور یونانیوں میں کوئی امتیاز نہ تھا اور جن لوگوں کے فائدے
کیلئے وہ لکھ رہا تھا انھیں مقدونیوں کے متعلق مکمل معلومات حاصل تھیں + پانچویں
اور چھٹے مقالے میں ایونیہ کی بغاوت کا ذکر ہے اور جب مصنف ارسطاغورس
کی اپیل کا حال لکھنے لگتا ہے اور اسپارٹا اور ایتھنز کے باہمی تعلقات پر بھی
بحث کرتا ہے مگر صرف اسی قدر کہ اس زمانے کے سیاسیات پر روشنی پڑ سکے +
اب ایرانی ارض یونان کو مطیع کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر مہر نوش اپنی ابتدائی
مہم میں ناکام ہوتا ہے اور اسی ضمن میں ہیروڈوٹس اسپارٹی دیماراتوس
۲۸۹ اور کلیومینیس کے باہمی تنازعات کا ذکر کرتا ہے۔ اور داتیس اور ارتافرنز
کے حملوں کے بعد ماراتھون کے عظیم الشان معرکے کا حال لکھتا ہے + تخت ایران
پر زرکسیز جلوہ گر ہوتا ہے اور بہ نفس نفیس اس جلیل القدر مہم کا سامان کرتا ہے
اس جنگ کا ذکر آخری مقالوں ہی تک کیا گیا ہے + بہت سے مورخوں کی رائے
ہے کہ ہیروڈوٹس کی تاریخ غیر مکمل حالت میں ہے مگر ہم اس سے متفق نہیں ہیں
محض الفاظ "ختم شد" کے نہ ہونے سے یہ نتیجہ ہرگز اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ تاریخ
غیر مکمل حالت میں ہے۔ ہیروڈوٹس نے صرف زرکسیز کے حملوں تک کا حال
بیان کیا ہے اسلیئے کہ دونوں سلطنتوں کے درمیان کسی صلحنامے پر دستخط نہیں
ہوئے اور اگر ماراتھون پر جنگ ختم نہیں ہوتی تو پھر اسکے بعد کوئی اور واقعہ

ایسا نہیں ملتا جیسی جنگ ختم ہوئی ہو۔ اگر ہیروڈوٹس اسکے بعد کے واقعات لکھتا تو یقیناً اسے یونانیوں کی جارحانہ کارروائی کا ذکر کرنا پڑتا جسکے حالات بالکل مختلف النوع ہیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جنگ مارا تھون پر کتاب ہی ختم ہوگئی۔

ہیروڈوٹس کی تاریخ کا ہومری نظموں سے عموماً اور اوڈیسی سے خصوصاً بطور ایک تصنیف کے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ دونوں کتابوں میں اول تو ہمیں بحر و بر کی سیر کرائی جاتی ہے اور پھر ایک عظیم الشان جنگ کے بعد بدکردار حملہ آوروں کو مغلوب کیا جاتا ہے۔ تمسطاکلیس اور چالاک اوڈیسیوس دونوں قریب قریب ہم شکل ہیں اور اوڈیسیوس بھی یونانی خصوصیات کے ایک ممتاز رخ کا کوئی برا قائم مقام نہیں۔ ہیروڈوٹس کی کتاب بھی سستوس کی فتح پر ہی ختم ہوتی ہے جہاں ایک مغرور ایرانی کو حسب حال سزا دیجاتی ہے۔

ابھی ہیروڈوٹس اور ایتھنز کے تعلقات کی بابت کچھ کہنا باقی ہے۔ چھٹے مقالے کے ایک فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فارقلیس کو نہایت قابل سمجھتا تھا۔ مگر یہ فرض کرنے کی کوئی خاص وجہ نہیں کہ وہ عام طور پر الکمونیوں کو بھی پسند کرتا تھا جنکے روایتی جد امجد کو اسنے تاریخ میں ایک نہایت خراب حصہ دیا ہے۔ جس قدر عام طور پر مورخوں کا خیال ہے وہ اس سے زیادہ غیر جانبدار تھا مگر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسنے ایتھنز کی بہت خدمت کی اور اس خدمت کا اب اعتراف نہیں کیا جاتا۔ کم از کم مفصلہ ذیل واقعات کی اہمیت پیش نظر رکھنی چاہیئے:- ۲۹۰

اسمیں شبہ نہیں کہ ہیروڈوٹس کی تاریخ ایتھنز یوں کی نظر میں نہایت اہم اور مفید مطلب ہوگی۔ یہ تاریخ سی سالہ صلحنامے کے بعد لکھی گئی تھی جو ۴۴۵ ق م میں ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان ہوا تھا اور ہمیں اسی دور کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ ان یونانیوں کیلیئے جنھیں ایرانیوں کی دشمنی کا احساس تھا ایتھنز گویا نقطۂ اجتماع تھا۔ جنگ پیلوپونیز کے زمانے میں تو اسکے لیئے سب سے اہم مسئلہ خود اپنی حفاظت اور بچاؤ کا مسئلہ تھا مگر قبل اسکے کہ اس جنگ میں شدت کی صورت پیدا ہو ایتھنزی مشرق کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتے تھے اور اسکے لیئے

یہ از بس ضروری تھا کہ مشرقی ممالک کے حالات اور اسکے باشندوں کی طرز معاشرت اور رسم ورواج کی معلومات انکو ہوجائے اور سلطنت ایران کی پیداوار اور طرز حکومت اور ادارات سے ایتھنزی خوب اچھی طرح سے واقف ہوجائیں۔ اس اہم کام کے پورا کرنے کیلئے ہیروڈوٹس سے بہتر آدمی ملنا ممکن نہ تھا اور وہ ایتھنزیوں کو جملہ امور کے متعلق نہایت قابل اطمینان اطلاعیں بہم پہنچاتا ہے اور جن حصہ جات ایران سے ایتھنزیوں کو خاص لگاؤ تھا انکے مفصل حالات بیان کر دیتا ہے۔ انھیں مصری امور سے بہت دلچسپی تھی بلکہ ہزاروں ایتھنزیوں نے مصر میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہ سچ ہے کہ کیمون کے انتقال کے بعد ایتھنزیوں نے مصری معاملات سے براہ راست کنارہ کشی اختیار کر لی تھی مگر ممکن تھا کہ انکی پالیسی پھر پلٹ جائے اور مصریوں کی طرز معاشرت کے متعلق جو اطلاع ہیروڈوٹس نے منضبط کی وہ یقیناً نہایت کارآمد تھی۔ مصر کے سوائے ایک اور خطہ شمال کی جانب تھا جہاں سے ایتھنز کو غلہ اور مچھلی آتی تھی اور ایتھنزی ہر طرح سے متمتع ہوتے رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایتھنزیوں کیلئے ایسے خطے کے حالات معلوم کرنا خالی از دلچسپی وسودمندی نہ تھا اور اس مسئلے پر ہیروڈوٹس نہایت عمدگی سے روشنی ڈالتا ہے اگر وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر پونٹوس کی یونانی نوآبادیوں کا بھی مفصل حال بتاتا اور انکی تاریخ اور عام خصوصیات کا ذکر کرتا تو یقیناً بہتر ہوتا۔ مگر وہ انکی طرف متوجہ نہیں ہوتا اسلیئے کہ اسکا مقصد یہ نہ تھا ۲۹۱
کہ جن امور سے یونانی کماحقہ واقف تھے انکا اعادہ کرے۔ دس ٹالنٹ کا جو انعام اسے دیا گیا تھا وہ اس تعریف وتوصیف کا انعام نہ تھا جو اسنے ایتھنز اور ایتھنزیوں کی کی تھی۔ اسکے لیئے تو حسب معمول محض پتوں کا حلقہ کافی ہوتا۔ بلکہ دراصل یہ اس رقم کے معاوضے میں ایک تحفہ تھا جو ہیروڈوٹس نے ایتھنزیوں کی خاطر سیر وسیاحت میں خرچ کی ہوگی۔ اس میں شبہ نہیں کہ بہت سے مقامات کو وہ محض ایتھنز کی خاطر گیا ہوگا اور ان امور کے سوا جنکا اسنے اپنی کتاب میں اعادہ کیا ہے اور بہت سی باتیں پھر ایسی ہونگی جنسے ایتھنزیوں کو خاص دلچسپی ہوگی اور بہت سے امور سے واقفیت حاصل ہوگئی ہوگی جنکے بیان کرنے کیلئے وہی

خاص طور پر موزوں تھا اور جنگی ایتھنز یوں کیلئے خاص قدر و قیمت تھی۔ جب رسل و رسائل کا سلسلہ قائم رکھنا اس درجہ مشکل تھا تو ہمیں یہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ ایتھنز نے اپنی سلطنت کے دور و دراز اجزا کو کسطرح اپنے قابو میں رکھا اور اگر کسی ایسے شخص کا پتہ مل جائے جس نے اس مشکل کام میں ایتھنز کی مدد کی ہو تو یقیناً ہمیں اس سے بہت نفع ہوگا۔ غالباً فارقلیس کی ہی کوشش سے ایتھنز یوں نے ہیروڈوٹس کو دس تالنت نذر کیئے اور الخ اور اس روپے کی نوعیت جو فارقلیس بلاحساب دیئے ہوئے خرچ کیا کرتا تھا اہم شکل تھی۔

ہیروڈوٹس نے غالباً اسوجہ سے ایتھنز میں آکر سکونت اختیار نہیں کی کہ اسے سیر و سیاحت کا شوق تھا۔ اسکے ساتھ ہی ممکن ہے کہ اسے یہ احساس ہوا ہو کہ ایتھنز یوں کو تمدن ایونیہ سے کوئی خاص ہمدردی نہیں۔ ہم انکساغورس کے انجام سے واقف ہیں اور خود حکیم بقراط نے بھی جسکا حال عنقریب بیان کیا ٢٩٢
جائیگا ایتھنز میں رہنا پسند نہ کیا۔ اور دیمقراطیس نے جو اپنے زمانے کے مشہور آفاق فلسفیوں میں سے تھا اور ہیروڈوٹس کی طرح سیر و سیاحت کا بھی شائق تھا ایتھنز میں محض آمد و رفت ہی کافی سمجھی۔[۲۰]

[۲۰] دیمقراطیس کے حالات کی جو آخری تحقیقات ہوئی ہے اسکا بوسولٹ (۲ ، ۳۰۸) میں ملخص دیا ہوا ہے۔

بہت سے مورخوں نے ممتاز یونانیوں کے مشرقی ممالک کی سیاحت کے حالات کو محض استخراجی وجوہ سے مشکوک سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ مملکت ایران میں غیر ملکیوں کے ساتھ سختی یا تشدد کا برتاؤ نہ ہوتا تھا اور جو یونانی چھٹی یا پانچویں صدی ق م میں بابل یا مصر جانا چاہتے تھے انھیں کوئی امر مانع نہ تھا اور وہ شوق سے جا سکتے تھے۔ اور جب تاریخ یونان پڑھنے سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یونانیوں میں تفتیش اور تحقیقات کا مادہ تھا تو پھر کوئی وجہ شک و شبہ کی باقی ہی نہیں رہتی۔ اصل وجہ اس ظاہری شک و شبہ کی جو مورخوں کی تحریرات سے یونانیوں کی سیاحتوں وغیرہ کی بابت ظاہر ہوتا ہے یہ معلوم ہوتی ہے کہ انکی یہ خواہش نہ تھی کہ اسکا شائبہ اظہار بھی ہو کہ یونانی فلسفہ مشرقی فلسفے کا کسی طرح بھی مرہون منت تھا۔ مگر اب

دیمقراطیس ساکن ابدیرا نہایت مرفہ الحال تھا اور اپنا روپیہ سیر و سیاحت میں صرف کیا کرتا تھا۔ اسنے منجملہ دیگر ممالک کے ان ملکوں کی بھی سیر کی جہاں ہیروڈوٹس گیا تھا مثلاً وہ بابل گیا اور روایت ہے کہ اسنے مصر میں پانچ سال تک قیام کیا اور وہاں سے واپس آکر اسنے وطن مالوف میں آکر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اسے عام طور پر "حکیم ضاحک" کا لقب دیا جاتا ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو تمام دنیوی اشیاء اور ان اشخاص سے جنسے وہ ملتا تھا افضل اور اعلیٰ تصور کرتا تھا۔ اپنے دوست لیوکیپس کی مدد سے جو غالباً اسکا استاد بھی تھا اسنے "نظریہ سالمات" دریافت کیا اور چونکہ ابدیرا تیوس کی نوآبادی تھی اسلئے یہ نظریہ گویا الیونیہ کے فلسفہ طبیعی کی چوٹی کی دریافت تھی۔ اسکا ٹھیک پتہ نہیں لگ سکا کہ دیمقراطیس کو کس دور میں رکھا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ چوتھی صدی ق م کے ابتدائی سنین میں زندہ تھا اور اس سے پیشتر ہی ایونیائی فلسفی ان عناصر اولین کی تحقیقات کر چکے تھے جو انکے نزدیک جملہ کائنات کا مبدء و منبع تھے اور اناکساغورس اس قوت پر بحث کر چکا تھا جسمیں ان عناصر کی ہیئت میں تغیر و تبدل کرنے کی قابلیت تھی۔ اب صرف ایک مسئلہ باقی رہ گیا تھا اور وہ یہ کہ یہ عمل تغیر کیونکر ممکن ہے۔ دیمقراطیس اور لیوکیپس نے یہ جواب دیا کہ کائنات در اصل نہایت باریک اجزا یا سالمات سے مرکب ہے جنکا مزید تجزیہ نہیں ہو سکتا اور جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور فضائے محیط میں چکر لگاتے ہوئے اپنی باہمی مشابہت یا غیر مشابہت کی وجہ سے ایک دوسرے سے ملتے رہتے یا علیحدہ ہوتے رہتے ہیں اور اکثر محض اتفاق کی ہی بدولت ہر منفرد شئے کے حدوث کا باعث ہوتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مورخوں کے خیالات میں گونہ تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔

دیمقراطیس اور اسکے بھائی مسمی ہیروڈوٹس کا نام پانچویں صدی میں ابدیرا کے سکوں پر جہاں وہ حاکم تھا اور نمفودوروس کے سکوں پر کندہ ہے (طوسی دیدش ۲۹۲) [ہیڈ: تاریخ سکہ جات صـ۲۲۱ وندل بانڈ (۱) میولرہ، ا۱ا صـ۲۰۷ وغیرہ]

اور ان سالمات میں سے جو نفیس ترین ہیں انسے روح کی ترکیب ہوتی ہے + اس نظریئے میں عنصر اوّلین یا کسی خاص مادّی یا ذہنی قوت فرض کر لینے کی مطلق ضرورت نہ تھی اور یہی وہ مشہور ہندسی نظریۂ کائنات تھا جسکی چار دانگ عالم میں اشاعت ۲۹۳
ہوئی + ایک طرف تو دیمقراطیس محض علم ہندسہ کے اصول پر حقیقت کائنات دریافت کرنے کا خواہشمند تھا اور دوسری جانب اسکی تصانیف کے اجزاء سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اسکو بھی اپنے فلسفے سے اطمینان نصیب نہیں ہوا۔ اور ہم اسے اس خیال میں غرق دیکھتے ہیں کہ وہ علم جسکا دار و مدار محض حواس انسانی کے ادراک پر ہو ہمیشہ غیر مکمل رہیگا اور لطف یہ ہے کہ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ بہترین خوشی وہ ہے جو خوبصورتی کے تخیّل سے پیدا ہو + ظاہر ہے کہ ان مختلف نظریوں میں کسی قسم کا تطابق پیدا کرنا کوئی آسان کام نہیں +

غرض یہ ہے کہ ایتھنز نے اناکساغورس کو تو جلا وطن کر دیا، دیمقراطیس کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکا، زمانہ مابعد میں سقراط کو الحاد کے الزام پر سزائے موت دی اور ارسطاطالیس کو ایتھنز سے چلا جانا پڑا[21]+ مستغیثوں نے جو الزامات اناکساغورس، سقراط اور ارسطاطالیس پر لگائے تھے وہ سب دراصل محض بہانہ سازی تھی اور انکا اصل مقصد صرف یہ تھا کہ انھیں ان حکما سے چھٹکارا ملے مگر ان مقدموں کا فیصلہ کرنے کا اختیار عموم ایتھنز ہی کو تھا اور وہ ان معاملات پر نہایت سنجیدگی سے غور کرتے تھے + دور شباب میں آزادانہ تحقیقات کے ارتقا کا جولانگاہ بننے کی ایتھنز کو قابلیت نہ تھی اور اس خصوصیت کا صرف فلسفی ہی شکار نہیں ہوئے جنمیں سے بعض غیر ملکی تھے اور جنکے ساتھ مراعات کرنے کی کوئی خاص وجہ نہ تھی بلکہ خود شعرا کی بھی جنمیں اکثر ایتھنز ہی کے باشندے تھے مخالفت کی گئی + اگر کوئی ہردلعزیز شاعر بھی اپنی پرانی لکیر سے نکل آیا (جو

---

[21] ایتھنز کے ذہنی رجحان کی کمزوریوں کو شوارکس اپنی کتاب "عمومیت" (جلد ۱۔ لائپزگ ۱۹۰۸ء) میں خوب واضح کرتا ہے۔ مگر فارقلیس کے مفید منصوبوں پر کافی زور نہیں دیتا۔ اور اسکے لیئے پلوٹارک: فارقلیس (۳۵ و ۳۸) دیکھنا چاہیئے +

محض توصیف اعتدال اور کائنات کے جمالی تخیل تک محدود تھی تو لوگ اس سے منہ موڑ لیتے۔ اور اگر وہ خود رائے اور اپنی ذاتی قابلیت سے آگاہ بھی تھا تو اسکے لیئے ایتھنز کو خیرباد کہنا ہی مناسب تھا۔ السخیلوس اور یوریپدیس کے حالات بظاہر بالکل متضاد تھے مگر دونوں میں ایک خصوصیت تھی اور وہ یہ کہ دونوں اپنے خیالات تو دوسروں کے خیالات سے ممتاز سمجھتے تھے۔ اور بالآخر دونوں کو اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنا عزیز وطن چھوڑ دینا پڑا۔ فصاحت و بلاغت اور فنون لطیفہ یہی دو شعبے تھے جو ایتھنز میں پسند کیئے جاتے تھے۔ ان میں سے فصاحت و بلاغت پر تو حملہ ہی ناممکن تھا اسلیئے کہ اس میں کمال حاصل کرنے کیلیئے ذہانت کی مطلق ضرورت نہ تھی۔ اسکے برعکس حقیقی فنون لطیفہ کا دار و مدار عقلیات پر تھا اور اگر اسکا کوئی ماہر ہر دلعزیز نہ ہو تو اس پر حملہ کرنا خلاف امکان نہ تھا۔ کسی نے ایتھنزیوں
سے کہہ دیا کہ فدیاس نے اتھینا دیبی کی ڈھال پر اپنی تصویر کندہ کر کے مذہب ۲۹۴
کی بے حرمتی کی ہے تو وہ سب اسکے خلاف متفق الرائے ہو گئے۔ اسی طرح انھیں الزامات کا یقین ہو گیا جو ارسطاطالیس پر لگائے گئے جب انکو معلوم ہوا کہ اسنے بجائے دیوتاؤں کے ایک قصیدہ کسی شخص فانی کی توصیف میں لکھا۔ یہ سب مظاہرے در اصل یونانیوں کا مذہب، حب وطن اور قدامت پسندی کا کرشمہ تھے جو انکی فطری خصوصیات سے تھیں۔ اسی وجہ سے وہ اپنے مذہب میں کسی جدت یا بدعت کے روادار نہ تھے اور ہمیشہ اپنے کان ان الزاموں کی طرف لگائے بیٹھے رہتے تھے جنکا تعلق مذہب سے ہو۔

فارقلیس کو اپنے ہم وطنوں کی ان کمزوریوں کا خوب احساس تھا اور اسنے حتی المقدور انھیں ایک دوسرے راستے کی طرف مائل کرنا چاہا۔ وہ اپنی اس کوشش میں کہ تمدن ایونیہ کو تقویت پہنچائی جائے کامیاب نہیں ہوا اور اسے معلوم ہو گیا کہ ایتھنزیوں میں جو قدامت پسندی کا احساس تھا اسکی بنیاد کس درجے مستحکم تھی۔ یہ سچ ہے کہ اس مشہور تقریر میں جو طوسی دیدس اسکی طرف منسوب کرتا ہے ان خیالات کے اظہار کیلیئے ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ مگر اس تقریر میں فارقلیس نے ایتھنزیوں کو وہ جامہ نہیں پہنایا جسمیں

وہ ملبوس تھے بلکہ وہ جامہ پہنایا ہے جبکا وہ خود خواہشمند تھا ۔ وہ کہتا ہے کہ ایتھنز میں ہر شخص جو چاہے کر سکتا ہے ۔ مگر واقعہ اسکے بالکل برعکس تھا اور ایتھنز یوں میں مطلق رواداری نہ تھی ۔ اگر ایتھنز اور یونان ہم معنے ہوتے تو حکمت کا آزادانہ ارتقا بالکل ناممکن ہو جاتا ۔ اور یہ یونان کیلیئے عین خوش قسمتی تھی کہ وہاں بہت سی جمہوریتیں ایسی بھی تھیں جنمیں اہم معاملات پر نہایت آزادانہ رائے زنی ہوتی تھی اور خود ایتھنز کے حلیف بھی اسکے مذہبی اور سیاسی اصولوں کو اپنے لیئے قابل اتباع نہ سمجھتے تھے یہی سبب تھا کہ اناکساغورس نے اپنی جلاوطنی کے بعد نہایت اطمینان سے بلاخوف مزاحمت لیمپساکوس میں بود و باش اختیار کر لی اور حکمت کے میدان میں ایتھنز کی جگہ یونانی تہذیب کے دوسرے مرکزوں نے لے لی ؀

محض مادی نقطۂ نظر سے دور فارقلیس کے ایتھنزی شہری کی حیثیت نہایت ممتاز تھی اور فنون لطیفہ سے خاص حظ حاصل ہوتا تھا ۔ شہر ایتھنز ایک عظیم الشان سلطنت کا دارالحکومت ہو گیا تھا ۔ تھریس اسوقت تک قدیم تہذیب کا جولانگاہ بنا ہوا تھا ۔ ہیلیسپونٹ ایسی بحری شاہ راہ تھا جسمیں ہو کر دولتمند پونٹوس ۲۹۵
کا تجارتی مال و اسباب نکلتا تھا ۔ ایونیہ بے شمار بلدیات سے بھرا ہوا تھا جن میں ملطہ اور ایفیسوس سب سے مشہور تھے ، کاریہ کی تہذیب خصوصیت کے ساتھ اسلیئے ممتاز تھی کہ اسمیں یونانی اور غیر یونانی عنصر مخلوط تھا اور جزائر مقدس جزیرہ دیلوس کے ہر چہار طرف پھیلے ہوئے تھے ، غرض اس سلطنت میں مشرقی یونان کے سب سے خوبصورت دولتمند اور مہذب حصے شامل تھے ۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان تمام بلدیات کی حیثیت محض غلامی کی تھی ۔ بلاشبہ چند معاملات میں وہ ضرور ایتھنز کے تابع تھے مگر اکثر امور میں انھیں حکومت خود اختیاری حاصل تھی اور مقامی دستور اور مذہبی معاملات میں وہ مختار کلی تھے ۔ وہ ایتھنز کو روپے کی ایک قلیل تعداد بطور خراج ادا کرتے تھے اور قانوناً وہ ایتھنز کے صرف اسقدر دست نگر تھے کہ چند مقامات کے فیصلے کیلیئے انھیں ایتھنز کا سفر کرنا پڑتا تھا ۔ بایں ہمہ ایتھنزی شہری کو اپنی سلطنت میں ایک خاص قسم کا امتیاز حاصل تھا ۔ اگر وہ چاہتا تو سال کے کسی مہینے میں سہ طبقہ جہازہ میں بیٹھکر جزیرہ ایجین

ہیلیسپونٹ اور پونتوس میں گشت لگاتا اور دیکھتا کہ سمندر پر لوٹ مار کا بازار تو گرم نہیں ہے اور ایتھنز کے حلیف اپنا فرض منصبی ادا کر رہے ہیں یا نہیں۔ ہر حلیف کو یہ خیال تھا کہ مبادا ایسی ایتھنزی کسی روز انکے مقدمات طے کرنے پر مامور ہو جائیں اسلیئے جہاں کہیں وہ جاتا اسکی بہت خاطر و مدارات ہوتی اور اس کے لیئے ہر طرح کا سامان تفریح مہیا کیا جاتا + ایسے ایتھنزیوں میں سے اکثر مرفہ الحال نہ ہوتے تھے اور مملکت کے سر اس حصۂ دنیا میں سفر کرنا بسا غنیمت سمجھتے تھے + خود ایتھنز میں رہ کر بھی انھیں خدمت مملکت کا صلہ ملتا تھا۔ اوّل تو جیوری کے اراکین کی حیثیت سے ہینے میں کئی مرتبہ انھیں اس خدمت کا معاوضہ دیا جاتا اور بہت سے ایتھنزی مجلس خاص کے بھی رکن تھے اور اس حیثیت سے علیحدہ مشاہرہ پاتے اسکے علاوہ شہریوں کے تفریح کا انتظام متعدد میلوں اور تیوہاروں کے ذریعے سے کیا جاتا تھا اور ان میلوں میں وہ باطمینان کلّی شامل ہو سکتے تھے اسلیئے کہ جو مالی نقصان انھیں ہوتا تھا اسکا معاوضہ حکومت کی طرف سے انھیں مل جاتا تھا + بہت سے ایسے تھے جو سرکاری کاروبار پر زراعت کو ترجیح دیتے تھے اور جب کبھی کوئی فوج مغلوب ہوتی تھی اور اسکی اراضی ایتھنزی شہریوں میں تقسیم ہوتی تھی اسوقت انھیں اپنا استحقاق جتانے کا موقع رہتا۔ مگر اس قسم کی تقسیم کے متعلق ہماری معلومات کا دائرہ بہت تنگ ہے اور یہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ کتنی اراضی اسطرح انھیں حاصل ہوئی تھی۔ قصہ مختصر اگر کوئی شہری عسرت کیساتھ اپنی زندگی بسر کرتا تو یہ اسکا ذاتی فعل تھا اسلیئے کہ اگر وہ ریاست کو اپنے حال سے آگاہ کر دیتا تو یہ ریاست اسکے سامان خور و نوش کا انتظام کر دیتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ایتھنزی ایک عظیم الشان سلطنت پر حکمراں تھے جسپر نہایت خوشگوار اور ملائم طرز سے حکومت کی جاتی تھی اور اسکا انتظام دراصل اشتراکیت کی ایک مرتبہ صورت تھی + ۲۹۶

یہ ایسی باتیں ہیں جنسے کسی امیر یا حاکم کی بھی آرزوئیں پوری ہو سکتی تھیں مگر فارقلیس سے حوصلہ مند شخص کی پیاس نہ بجھتی تھی۔ اور ایتھنز کی مادی مرفہ الحالی ایتھنزیوں کی بحیرۂ روم میں سیادت، انکا فنون لطیفہ سے مسرور و محظوظ ہونا، غرض یہ سب باتیں فارقلیس کیلیئے بالکل ناکافی تھیں وہ اسکا خواہشمند نہ تھا کہ ایتھنزی صرف

حکومت ہی کریں بلکہ وہ انھیں عالی دماغ اور قابل ترین حاکم بنانا چاہتا تھا تاکہ وہ اپنے کاروبار کیلیئے ہر طرح سے موزوں ہو جائیں + جمیل کے تخیلیہ کی تلاش جسکی ایتھنز ہی نہایت قدر کرتے تھے یونانی قدیمیات کے مستحکم بنا پر قایم تھی اسلیئے کہ فنون لطیفہ خود مذہب کے زر خرید غلام سمجھے جاتے تھے۔ فارقلیس مذہب اور فنون لطیفہ دونوں کی دل سے قدر کرتا تھا مگر اسکو یہ ڈر تھا کہ اگر لوگ ان ہی کی طرف توجہ کرنے لگینگے تو کاروبار مملکت کو سخت صدمہ پہنچیگا اور وہ چاہتا تھا کہ انکے لیئے دماغی غذا بھی بہم پہنچائی جائے تاکہ علم و حکمت کے ذریعے سے ان میں روشنی پیدا ہو + وہ اسے محسوس کرتا تھا کہ اسکے اور اسکے ہم وطنوں کے زاویۂ نگاہ میں گونہ اختلاف ہے اور یہ اختلاف اسقدر وسیع تھا کہ درآنحالیکہ خلاف عادت قدرتی واقعات کو ایتھنز فال نیک یا فال بد سمجھتے تھے وہ ان کو محض واقعات سے ہی تعبیر کرتا تھا + ان تمام یونانیوں کا اندازہ لگا کر اسنے کوشش کی کہ ایتھنز میں علم کے ہر ایک شعبے کا نشو و نما ہو +

فارقلیس کو اپنے مقصد کے حصول کیں کامیابی نہیں ہوئی۔ ایتھنزیوں کو اسکے کسی فلسفے کی خواہش نہ تھی۔ ایتھنز کے قدامت پسندوں کو پرانے پیشگوؤں کی بنی بنائی فراست نئی فطرت کے فلاسفہ کی عجیب و غریب نظریوں سے زیادہ پسند تھی۔ اور بہت سے عمومیت پسند تو عوام الناس کی تعلیم و تربیت سے بالکل ہی بے پروا تھے + حق تو یہ ہے کہ ایتھنز کی سی قدیم قوم کسی نئی تہذیب کو بہ آسانی اختیار کرنے کیلیئے مطلق تیار نہ تھی + فارقلیس کے پاس یقیناً اس قسم کے ذرایع ہونگے جنسے وہ اس اختلاف کا اندازہ لگا سکے مگر اسنے ہرگز یہ پیش بندی نہ کی ہوگی کہ اسکے خیالات کا اس شدت سے اختلاف کیا جائیگا + ہم بائیسویں باب میں اس بحث کی طرف پھر رجوع کرینگے اور دیکھینگے اس مدبر کے آخری ایام انا کساغورس، فدیاس اور اسپازیہ کے تصدیعہ سے کسدرجہ تلخ ہو گئے۔ اور اسمیں شبہ نہیں کہ جو رنج اور ملال اسے ہوا ہوگا وہ اس خیال سے نہیں کہ یہ سب اسکے دوست تھے بلکہ جس بات سے اسے سب سے زیادہ صدمہ پہنچا وہ یہ تھی کہ اسنے جو طریقے ایتھنزیوں کی بہتری کیلیئے اختیار کیئے انسے انھوں نے منہ موڑ لیا[۲۳] +

[۲۳] ہم باب ۱۲ کے آخر میں لکھ چکے ہیں کہ کیمون کے دور کے اواخر میں تمدن ایتھنز میں جولانی پر تھی

اکیسواں باب

کورکائرا، پوتی دیہ، پلاٹیہ

اس مادی ترقی میں جو ایتھنز کے رتبے اور حیثیت میں ہو رہی تھی ایتھنز اور اسپارٹا میں تنازعات برپا ہونے کی وجہ سے سخت ہرج واقع ہوا جن کی ابتدا اور اصل کورنتھ اور ان دونوں مملکتوں کے باہمی تعلقات سے ہوئی کورنتھ کا بحری اور تجارتی دنیا میں خاص رتبہ تھا اور اس میدان میں اسکے اور ایتھنز کے درمیان جھگڑے پیدا ہونا نہایت آسان تھا۔ اسکے برعکس پیلوپونیز ہی کو اسپارٹا "اپنی دنیا اور اپنا عالم" سمجھتا تھا اور اسکے اور کورنتھ کے درمیان بہت گہرے دیرینہ تعلقات تھے۔

جب کورکائرا نے اپی دامنوس کی آبادکاری کی تھی تو اتفاقاً وہاں کے آبادکار و لنکا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اور جملہ فنون لطیفہ کے موضوع جنگ آزادی کے کارنامے ہی قرار دیئے جاتے تھے مثلاً ائس خیلوس اور پولیگنوٹس نے اسی خیال کے مطابق اپنی تصانیف تصاویر ترتیب دیں۔ مگر دور فارقلیس کے مقاصد بالکل جداگانہ تھے۔ اور اس زمانے کے ماہران فن قومی اور تاریخی میدان کو چھوڑ کر محض تخیلے کی طرف رجوع ہوئے اور سوفوکلیس اور فدیاس نے محض قدیم روایتوں ہی کو پیش نظر رکھنا کافی سمجھا + غالباً ایتھنز کے ناٹک کیلیئے یہ باعث منفعت نہ تھا کہ درویہ نویس بجائے قومی مقاصد اور قومی حوصلوں پر زور دینے اور لوگوں کی ذہنی سطح بلند کرنے کے محض قدیم روایتوں اور رزمیہ قصوں پر اکتفا کریں اور حقیقی رزمیہ حالات کو سرور یہ نویسوں پر چھوڑ دیں جنھوں نے جو تھوڑا بہت اثر ماراتھون کے سپاہیوں کی تعریف و توصیف کر کے پیدا کیا وہ امن پسند کمزور طرز عمل کی حمایت کر کے بالکل کھو دیا۔

پیشوا ایک کورنتھی تھا۔ اب اپی دامنوس کے شرفا اور عوام الناس کے درمیان کسی بات پر مناقشہ برپا ہوا اور عوام نے شرفا کو شہر سے نکال دیا۔ مگر جب شرفا کی باری آئی تو انھوں نے ساحل بر اعظم کے غیر یونانی باشندوں کی مدد سے عوام کو شکست دیدی اور عوام کو اسکے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا کہ اپنے مادر بلدیعنی کورکائرا سے امداد کے خواستگار ہوں۔ مگر مشکل یہ پڑی کہ کورکائرا والوں نے کسی قسم کی مدد دینے سے انکار کر دیا اور انھوں نے ڈیلفی سے استفسار کیا کہ آیا وہ کورنتھ کے سامنے دستِ استدعا پھیلا سکتے ہیں یا نہیں۔ وہاں سے جواب ملا کہ اپی دامنوس والے یقیناً کورنتھ سے مدد مانگ سکتے ہیں+ کورکائرا ہمیشہ اپنے مادر بلد کورنتھ کی مخالفت پر کمر بستہ رہتا تھا اسی لیئے اپی دامنوس کے سفرا کا کورنتھ میں نہایت جوش و خروش سے استقبال ہوا+ اس سفارت کے جواب میں کورنتھیوں نے چند نئے آبادکار اپی دامنوس روانہ کئے اور چونکہ کورکائرا نے رفتہ رفتہ اپنی بحری قوت کو اعلیٰ ترین مدارج پر پہنچا دیا تھا اور بہ آسانی سوا سو سہ طبقہ جہاز میدان کارزار میں پہنچا سکتا تھا اسلیئے یہ آبادکار بجائے بحری راستے کے بری راستے یعنی اپولونیا ہوکر اپی دامنوس گئے تاکہ کورکائرا کے چنگل سے بچ سکیں+ اب کورکائرا والوں نے اپی دامنوس شرفا کی نہایت سرگرمی سے پشت پناہی کرنی شروع کی اور وہاں کے عوام کو حکم بھیجا کہ وہ فوراً شرفا کو واپس بلالیں اور جب عوام نے اس حکم کی تعمیل سے گریز کیا تو انھوں نے فوراً شہر کا محاصرہ کر لیا[1]+ کورکائرا کی طرح کورنتھ نے بھی اس معاملے میں سنجیدگی کے ساتھ دلچسپی لینا شروع کی اور نئے آبادکاروں کی تعداد جنھیں اپی دامنوس روانہ کرنے کا قصد تھا بڑھا دی+ کورنتھ کا میدان عمل بھی وسیع ہو گیا اسلیئے کہ نہ صرف مگارا، اپی دوروس، ہرمیونے اور ترو یزن بلکہ

[1] اب گویا کورنتھ تو اسپارٹا کی دوستی کا دم بھر کر عومیوں کی پشت پناہی کر رہا ہے اور کورکائرا ایتھنز کا حلیف بھی ہے اور شرفا کا بھی ساتھ دیتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختلف مخالفوں کی بنا محض اشرافیت پسندی یا عمومیت پسندی ہی نہ تھی بلکہ ایسے مخالفوں میں زیادہ تر بلدیہ کا انفرادی مفاد بھی ملحوظ رہتا تھا+

لیوکاس، امبریسیہ اور پالیے (کیفالے نیا) بھی کورنتھ کا ساتھ دینے پر کمربستہ ہو گئے۔ اسکے علاوہ اسنے تھبز اور فلیوس سے روپے کا اور ایلس سے خالی جہازوں کا مطالبہ کیا۔ مگر کورکائرا والے جنگ آزمائی پر کمربستہ نہ تھے۔ انھوں نے تصفیے کی غرض سے چند تحریکات پیش کیں اور کہا کہ اگر کورنتھ اپی دامنوس سے اپنی فوج ہٹالے تو پھر وہ جملہ معاملات پنچایت کے سپرد کر دینگے اور یہ بھی وعدہ کیا کہ اگر فریقین میں باضابطہ جنگ شروع ہو کر وقتی طور پر بند ہو گئی پھر بھی وہ ان ہی شرائط پر قائم رہینگے۔ کورنتھیوں کی یہ خواہش تھی کہ انکے مطالبات کلیتاً پورے ہو جائیں اور کسی قسم کا فیصلہ ثالثی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر قسمت نے انکی یاوری نہ کی اور انکے پچھتر جہازوں کو کورکائرا کے اسّی جہازوں نے شکست دیدی اور جس روز یہ واقعہ ہوا ہے اسی دن اپی دامنوس نے کورکائرا کی فوج کے سامنے ہتیار رکھہ دئیے اور کورکائرا نے اپنی فتوحات اور مغربی سمندروں کی سیاوت سے فائدہ اٹھاکر لیوکاس کو تاراج کر دیا اور کلّینے میں جو ایلس والوں کا بحری اسلحہ سازی کا کارخانہ تھا اسے جلا دیا۔ اب کورنتھ نے یہ چاہا کہ اس نواح میں اپنی قوت حتی المقدور مستحکم کر دے اور کورکائرا کے مقابل والے ساحل پر اکتیوم اور کیمیریوم کی قلعہ بندی کر لی جسکے جواب میں کورکائرا والوں نے بھی جزیرہ نمائے لیوکمنے پر جہاں انھوں نے اپنی فتح کی ایک یادگار قائم کی تھی ایک قلعہ تعمیر کر لیا۔ غرض یہ ہے کہ کورنتھ ہی کا پلہ بھاری رہا۔ جب کبھی انکا جی چاہتا وہ نہایت آزادی سے کورکائرا پر براہ راست حملہ کر سکتے تھے اور اسکے برعکس کورنتھ کے بندرگاہوں کو کورکائرا سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

اب کورکائرا والوں نے ایک طاقتور حلیف کی ضرورت کو محسوس کیا اور ایتھنز سے گفت و شنید شروع کی۔ جب کورنتھیوں کو اسکا علم ہوا تو انھوں نے بھی ایتھنز سفرا روانہ کیئے تاکہ کورکائرا کے سفرا کا جواب دے سکیں۔ طوسی دیدش کا بیان ہے کہ دونوں ملکتوں کے سفرا نے ایتھنز کی جمعیت عوام میں یکے بعد دیگرے تقریریں کیں اور اسنے اپنی کتاب میں

ان تقریروں کا ملخّص دیا ہے[۲]۔ اس مورخ کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ ان تقریروں کی صحت کیلیئے جو اسکی تاریخ میں درج ہیں صرف اپنی ہی سند کافی سمجھتا ہے اور یہ ایک ۰۸
کلیہ ہے کہ ان تقریروں کے دلائل و استدلال میں ذاتی رنگ آمیزی کا بھی دخل ہوتا ہے۔ اس کلیئے سے کورنتھ اور کورکائرا کے سفرا کی تقریریں بھی مستثنے نہیں ہیں بظاہر ایسا معلوم یہ ہوتا ہے کہ فریقین میں گفت و شنود زمانہ مدید تک جاری رہی ہوگی جسے طوسی دیدش نے ایک ہی جگہ بیان کر دیا ہے۔ بدیں وجوہ ہم محض ان دلائل کے اعادے پر اکتفا کرتے ہیں جو فریقین نے ایتھنزیوں کے سامنے پیش کیئے۔

اپنی استدعا کی تمہید کی طور پر کورکائرا والوں نے کہا کہ اسوقت تک جو وہ الگ تھلگ رہے اسکا انھیں نہایت افسوس ہے اور وہ محسوس کرتے ہیں کہ انھیں کہیں نہ کہیں سے مدد کی ضرورت ہے۔ اگر ایتھنز نے ان سے محالفہ کر لیا تو یہ خود اسی کیلیئے مفید ہوگا۔ کورکائرا خالی ہاتھ نہیں آیا بلکہ وہ ان دو یونانی بیڑوں میں سے ایک کا مالک ہے جو ایتھنز کے اثر سے آزاد ہیں۔ اور اگر دونوں دولتوں میں محالفہ ہوگیا تو ایتھنز کیلیئے یہ نہایت سودمند ہوگا اسلیئے کہ جنگ کی ابتدا کے بعد پیلوپونیزیوں کا پہلا وار ایتھنز ہی پر ہوگا۔ ایک اور امر بھی قابل لحاظ ہے اگر ایتھنز نے کورکائرا کو اپنے حلیفوں میں شامل کر لیا تو اس فعل سے کسی قانونی حق کی خلاف ورزی نہ ہوگی اسلیئے کہ پنچایت کورنتھ نے قبول نہیں کی تھی اور وہی قصوروار تھا بلکہ کورنتھ نے تو اتنی جراُت کی بھی کہ ایتھنز کے حلیف بلدیات تک سے فوج مہیا کرنے کی کوشش کی اور اسطرح گویا ایتھنز کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ طوسی دیدش کا بیان ہے کہ ان دلائل کا کورنتھیوں نے یہ جواب دیا کہ انکے اور کورکائرا کے آپس کے

---

[۲] جنگ پیلوپونیز کے اسباب کیلیئے پلاس کی کتاب "اسباب جنگ" آر کی داموس ۱۸۸۱ء صفحہ ۱۶ دیکھنا چاہیئے۔ کورکائرا کی مہم کے حالات کے نوشتے (مجموعہ نوشتہائے قدیمہ ۱، ۱۷۹) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گلاوکون کا ساتھی اندوکی دیس نہ تھا بلکہ دراکونتی دیس تھا۔ طوسی دیدش کا بیان اس کے مخالف ہے۔

تعلقات سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کور کائرا والے بالکل بغو ہیں۔ انھوں نے پنچایت کی تحریک اسوقت پیش کی تھی جب کور کائرا ایک بالکل خلاف قانون حرکت کا مرتکب ہو چکا تھا اسلیئے یہ تحریک لغو اور بیکار محض تھی + کورنتھ کے خلاف یوں بھی ایتھنز کور کائرا والوں سے محالفہ نہیں کر سکتا اسلیئے کہ ایتھنز اور کورنتھ کے درمیان عہد نامے موجود ہیں اور چونکہ کورنتھ نے ایتھنز کے ساتھ اسوقت دوستانہ سلوک کیا تھا جب اسکے اور ساموس اور آئی گینا کے درمیان مناقشے برپا تھے اسلیئے ایتھنز ہی کورنتھ کے مرہون منت بھی ہیں + دوسرے یہ ہرگز یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ ایتھنز اور پیلوپونیز کے درمیان لڑائی چھڑ ہی جائیگی۔ کورنتھ اور ایتھنز کی دوستی امن اور صلح کیلئے بہترین شاہراہ ہے اور ایمانداری سے بہتر کوئی حکمت عملی نہیں ؛

۳۰۵ غرض یہ ہے کہ دو روز کی گفت وشنود کے بعد ایتھنز نے کور کائرا کی استدعا اس حد تک منظور کی کہ اسکے ساتھ ایک دفاعی محالفہ کر لے مگر انھیں اپنی مشارکت میں شامل کرنیسے انکار کر دیا ؛

یہ قطعی طور پر طے کرنا کہ کورنتھ برسر حق تھا یا کور کائرا بالکل ناممکن ہے اور یہ ہمارا کام بھی نہیں کہ جو دلائل طوسیڈیڈس نے بیان کیئے ہیں انکی جانچ پرتال کریں + کورنتھ نے ہی پنچایت کی تحریک مسترد کر دی تھی اور کوئی شخص ایتھنز کو اسپر ملامت نہ کر سکتا تھا کہ اسنے کور کائرا کی پشت پناہی کی۔ کورنتھ کا یہ کہنا کہ وہ کسی زمانے میں ایتھنز کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا تھا مطلق بے سود تھا اسلیئے جب اسنے یہ حکمت عملی اختیار کی تھی اس زمانے میں غالبًا ہی کورنتھ کیلیئے مفید مطلب ہوگی + اگر کور کائرا کی پشت پناہی کرنے میں ایتھنز نے بےانصافی کی تو وہ ایسی بے انصافی تھی کہ اگر وہ ہمیشہ ایسی ہی حکمت عملی پر کاربند ہوا کرتا تو وہ یقینًا عدل وانصاف کا نمونہ بن جاتا + ایتھنز کی حکمت عملی کا جزو لاینفک یہ تھا کہ کور کائرا کی بحری قوت کو کسی اور سلطنت کے قبضۂ قدرت میں نہ جانے دے۔ اور کور کائرا سے محالفہ کرنے میں اسے کسی کے قانونی استحقاق کی خلاف ورزی کرنے کی ضرورت نہ تھی اور چونکہ یہ محض دفاعی تھا اسلیئے کوئی شخص اس کی

ظاہری شکل وصورت پر اعتراض نہ کرسکتا تھا +

ابتدا میں تو ایتھنز نے کورنتھ کو ڈرانے اور دھمکانے کیلئے صرف دس جہاز کورکائرا روانہ کئے مگر کورنتھ ایسا ڈرنے والا آسامی نہ تھا اور اس نے اسی جوش و خروش سے کورکائرا کا مقابلہ کیا جس سے خود فاریقلیس سامیوں کے ساتھ لڑ چکا تھا + کورنتھ کے ڈیڑھ سو جہازوں میں بارہ میگارہ کے دس لیوکاس کے، ستائیس امبریسیہ کے اور ایک اناکتوریوں کا تھا اور ان سب جہازوں نے کیمیریوم پر لنگر ڈال دیا۔ اسکے جواب میں کورکائرا والے ایکسو دس جہازوں کو لیکر راس لیوکیمنے کے قریب جزیرہ سی بوتا پر لنگر انداز ہوئے جہاں انکی فوج اور زاکنتھوس کے ایک ہزار سپاہی خیمہ زن تھے + ایتھنزیوں کو حکم تھا کہ لڑائی میں محض اشد ضرورت کے وقت دخل دیں اور انھوں نے کورکائرا کے بیڑے کے داہنے جانب اپنے جہاز لا کھڑے کئے۔ ان کے مقابل کورنتھی بیڑا تھا جنھوں نے کورکائرا کی طرح اپنے حلیفوں کو داہنے ہی بازو پر رکھا تھا + لڑائی کے دوران میں دونوں فریقوں میں سے کسی نے فن حرب کے جوہر نہیں دکھائے اور بالآخر دونوں کے داہنے بازوؤں کو شکست ہوئی یہانتک کہ ایتھنز ہی اس خطرے کو محسوس کرکے کہ مبادا کورکائرا والے بالکل مغلوب ہو جائیں جنگ میں کود پڑے + یہ دیکھکر کورنتھیوں نے اپنے مردوں اور تباہ شدہ کشتیوں کو تو میدان جنگ سے علیحدہ کر دیا اور ایک مرتبہ اور قسمت آزمائی کرنے ہی کو تھے کہ یکایک انھوں نے بیس اور ایتھنز ہی جہاز جنوب کی طرف سے آتے ہوئے دیکھے اور چونکہ اب انمیں اتنی جان باقی نہ رہی تھی کہ وہ ان تازہ دم جہازوں سے پھر برسر پیکار ہوں اسلیئے وہ فوراً رک گئے جس سے کورکائرا والے اور انکے ساتھیوں کو بہت تعجب و تحیر ہوا اور دوسرے دن جب انھوں نے لڑنا چاہا تو کورنتھیوں نے لڑنے سے گریز کیا۔ اصل میں انھوں نے دشمن کے ایک ہزار سپاہی گرفتار کرلئے تھے اور انکی یہ خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرح وہ ان قیدیوں کو کورنتھ پہنچا دیں۔ کورنتھی سپاہی یہ بھی محسوس کرتے تھے کہ اگر کورنتھ اور ایتھنز میں مسلسل مڈبھیڑ ہوئی تو انپر ایک سپاہی ذمہ داری عائد ہو جائیگی جسکے وہ اسوقت تک

اہل نہ تھے جب تک کورنتھی شہریوں سے امتزاج نہ کیا جائے + اسی لیئے انھوں نے صرف اسپر قناعت کی کہ ایتھنزی سپاہیوں کو برا بھلا کہیں اور ان سے دریافت کیا کہ اگر کورنتھی میدان جنگ چھوڑ کر چلے جائیں تو وہ مزاحم تو نہ ہونگے۔ اس کا ایتھنزیوں نے یہ جواب دیا کہ اگر کورنتھی کورکائرا پر حملے کی غرض سے جانا چاہتے ہیں تو وہ ضرور سدراہ ہونگے ورنہ انکا یہ قصد نہیں کہ انکی راہ میں حائل ہوں + جب کورنتھیوں کو اطمینان کلی ہوگیا تو وہ سبی بوتا میں اپنی "فتح" کی یادگار قائم کر کے روانہ ہوگئے اسکے جواب میں کورکائرا والوں نے بھی اپنی فتح کی یادگار نصب کی اسلیئے کہ انھوں نے کورنتھ کے صرف تیس جہاز برباد کیئے تھے (درآنحالیکہ خود انھیں ستّر جہازوں کا نقصان ہوا تھا) مگر یونانیوں کے نزدیک چونکہ کورنتھیوں نے لڑنے سے گریز کیا تھا اسلیئے گویا انھوں نے کورکائرا کی اعلیٰ قوت کو تسلیم کرلیا بہرحال گو واپسی میں کورنتھیوں نے شہر انکتوریوں پر دھوکے سے قبضہ کرلیا مگر اسمیں شبہ نہیں کہ کورنتھ نے جو مہم سر کی تھی اسمیں انھیں محض ایتھنز کی مداخلت کی وجہ سے ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا +

ان دونوں مملکتوں کے باہمی تنازعات کو ان واقعات سے اور بھی قوت پہنچی جو مشرق میں رونما ہورہے تھے + پوتی دیہ خاکنائے پالینے پر ایتھنز کا ایک باجگزار شہر تھا۔ مگر اپنی مادر بلد کورنتھ کے ساتھ اسکے نہایت گہرے تعلقات تھے اور کورنتھ ہی سے ہر سال ایک عامل (ایپی دمیورگوس) پوتی دیہ آتا تھا + اب ایتھنز نے اس سے ڈر کر کہ مبادا کورنتھ کے متسلسل اثر کی وجہ سے پوتی دیہ ایتھنز سے بغاوت کر بیٹھے اس شہر کو یہ حکم دیا کہ آئندہ سے ایپی دمیورگوس کورنتھ سے نہ آنے پائے اور شہر پالینے کی طرف کی فصیل جو سمندر کی جانب شہرپناہ کا کام دیتی تھی مسمار کردی جائے تاکہ جب ایتھنزیوں کی خوشی ہو وہ شہر میں داخل ہوسکیں + اسمیں شبہ نہیں کہ اگر پوتی دیہ کے ہمسائے یعنی مقدونوی اسے بغاوت پر آمادہ نہ کرتے تو محض دوروراز کورنتھ کے کہنے سے وہ ہرگز بغاوت پر آمادہ نہ ہوتا + گو پردکاس اور ایتھنز میں دوستی تھی مگر ایتھنز کی یہ خواہش تھی کہ انکی قوت حد سے زیادہ تجاوز نہ کرجائے اسی لیئے بعض مرتبہ

ایتھنز پروکاس کے مخالف دوداس اور فیلقوس کی طرفداری کرنے لگتا۔ بہرحال یہ تو ایتھنز ہرگز نہ چاہتا تھا کہ پوتی دیہ اور مقدونوی شاہزادونمیں زیادہ ربط ضبط ہو۔ اسکے جواب میں پروکاس نے کالکدلسیوں، بوتیوں اور پوتی دلیوں کو ورغلانا بلکہ خود انکے لیئے مدد طلب کرنے کیلیئے اسپارٹا کو سفارت بھیجی - جب ایتھنز کو اسکی خبر ہوئی تو اسنے فوراً انتیس جہاز اور ایک ہزار ہوپ لیت مقدونیہ روانہ کیئے تاکہ وہاں سے وہ پوتی دیہ جاکر یرغمال حاصل کریں اور شہر کی فصیل مسمار کردیں۔ اسی دوران میں پوتی دیہ والوں نے ایتھنز اور اسپارٹا دونوں جگہ اپنے سفیر روانہ کئے تاکہ ایتھنز سے تو یہ استدعا کریں کہ وہ اسکی موجودہ حیثیت کو حسب حال رکھے اور اسپارٹا سے یہ کہیں کہ اگر ایتھنز پوتی دیہ پر زیادتی کرے تو وہ اسکی مدد کرے۔ مگر قبل اسکے کہ ایتھنز کی فوج پوتی دیہ پہنچے اس نے اور کالکدیس کے باشندوں اور بوتیوں نے علم بغاوت بلند کردیا اور کالکدلسیوں نے جو ساحل پر آباد تھے پردکاس کے کہنے سے یہ طے کیا کہ اپنے قدیم مساکن کو خیرباد کہدیں اور اولنتھوس میں جاکر آباد ہو جائیں۔ مگر اولنتھوس نے اونکو خوشی سے قبول نہ کیا اور وہ بولبے جھیل پر مقدونیہ کے زیر سایہ آکر آباد ہوگئے ؛

بجائے اسکے کہ باغی شہروں کے خلاف ایتھنز ہی کوئی مہم سر کریں انھوں نے اپنی فوج ان باغیوں کے پشت پناہ پردِکاس کے طرف روانہ کی۔ دوسری طرف کورنتھ نے ارتیوس ولد اڈیمانتوس کی کمان میں ۱۶۰۰ ہوپلیت اور ۴۰۰ ہلکے ہتیار والے رضاکار اور اجیر سپاہی بھیجے۔ جب ایتھنز کو پوتی دیہ کی بغاوت کی خبر ہوئی تو اسنے دو ہزار ہوپلیت اور چار جنگی جہاز کالیاس اور چار اور افسروں کی ماتحتی میں کالکدیس روانہ کئے اور انھیں یہ معلوم ہوا کہ ایتھنزیوں نے تھرمے پر (جسکا بعد میں تھسالونیکا نام پڑگیا) قبضہ کرکے خود مقدونوی پایہ تخت پیدنا کو محصور کر لیا ہے۔ جب افسروں کو ان نمایاں کامیابیوں کا علم ہوا تو انھوں نے مشورہ کرکے یہ تصفیہ کیا کہ ایتھنز کے لیئے سیاسی بساط میں کچھ تبدیلی پیدا ہو جانا ہی بہتر ہے اور یہ سوچکر پردِکاس کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا۔ اور چند سو مقدونوی

سوار اور تین ہزار ہوپلیت لیکر پوتی دیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر قبل اسکے کہ اس مہم میں کچھ کیا جاسکے پردِکاس دفعتہً پوتیدیہ کا طرفدار ہوگیا اور وہاں کے سواروں کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔ حکمت عملی کے اس تبدیلی کی دو ہی وجوہ ہوسکتے ہیں۔ یا تو پردِکاس فیلقوس اور ایتھنز کی باہمی دوستی کو اپنے لیئے خطرے سے خالی نہ سمجھتا تھا ورنہ ممکن ہے کہ ابتدا ہی میں اسکا مقصد صرف یہ ہو کہ کسی نہ کسی طرح سے وہ اثر زائل کردے جو ایتھنزیوں کا پیدنا میں تھا۔ وجہ خواہ کچھ ہی ہو اب اسکا اور اسکے حلیفوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ ایتھنزیوں پر دو طرف یعنی اولنتھوس اور پوتیدیہ کی سمتوں سے حملہ کریں اور انکی فوج کو تباہ کردیں مگر جو جوش وخروش ابتدا میں انکی صفوں میں تھا وہ بہت جلد ٹھنڈا ہوگیا اور جس فوج کو اولنتھوس کی طرف سے حملہ کرنے پر مقرر کیا تھا اسنے صرف اسی پر کفایت کی کہ ایک ٹیلے پر سے لڑائی کا معائنہ کرے تاکہ عین وقت پر آکر جنگ میں شریک ہوکر سستی شہرت مول لے۔ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ پوتیدیہ کے حملہ آور تنہا رہ گئے اور انھیں ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا اور ارسٹیوس کو شہر پوتیدیہ بھاگ جانے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ واضح ہو کہ یہی وہ معرکہ تھا جسمیں خود ایتھنزی سپہ سالار کالیاس کام آیا اور جسمیں حکیم سقراط نے الکبیادیس کی جان بچائی[۳]۔ اب ایتھنز سے کمک بھی آپہنچی اور ایتھنزیوں نے پوتیدیہ کو چاروں طرف سے محصور کرلیا۔ ارسٹیوس پیلوپونیز سے فوج لانے کے بہانے یہاں سے چلا گیا اور پھر واپس نہ آیا اور اسوقت تک برابر کالکدیس ہی میں رہا جب فورمیوں کی پیشوائی میں ایتھنزی اس ضلع میں لڑ رہے تھے۔ اب کورنتھی یہ محسوس کرنے لگے کہ وہ ایتھنزیوں کی برابری نہیں کرسکتے اور کسی مددگار کو چاروں طرف اس خیال سے ڈھونڈنے لگے کہ ایتھنز کے خلاف تمام پیلوپونیزی لیگ کو کھڑا کردیں۔ ایک طرف تو آئی گینا کے باشندے

۳؎ مجموعہ کتبہائے قدیمہ ۱ ، ۴۴۲ میں اس منظوم کتبے کی نقل ہے جو مقتول ایتھنزیوں کی قبر پر لگایا گیا تھا۔

محض مجبوراً ایتھنز کا ساتھ دیرہے تھے اور پوتیدیہ کی آگ بھڑکانے میں خفیہ طور سے مدد کر رہے تھا اور دوسری طرف غالباً موسم گرما ۴۳۲ ق م میں ایتھنز نے مگارا کے باشندوں کو ایک تجویز عوام سے ایتھنز کی بازاروں اور بندرگاہوں سے نکال دیا تھا اور اب مگاری علی الاعلان ایتھنز کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے۔ یوں تو ایتھنز اور مگارا میں زمانہ قدیم ہی سے مناقشے برپا رہتے تھے مگر وہ قعر جو دونوں ریاستوں کے درمیان تھا اسوقت سے اور بھی وسیع ہو گیا جب سیبوتا کی لڑائی میں مگاریوں نے شرکت کی۔ اور اگر ایتھنزیوں نے اپنے دشمنوں کا اپنی سلطنت کے بازاروں سے اخراج کر دیا تو یقیناً وہ مورد الزام نہیں ہو سکتے تھے۔ مگر

لے الرخ کی کتاب "مگاری پسے فزما" (ہامبرگ ۱۸۳۸ء) کا مقابلہ ڈنکر (۹، ۳۲۹) سے کیا جائے۔
گ، ہرتسبرگ ("تاریخ یونان وروما" برلن ۱۸۷۹ء - ۱، ۲۹۵) کہتا ہے کہ حریف کی تجارت کو تباہ کرنا ان طاقتور اسلحہ میں سے تھا جو جمہوریہ ایشیں اپنے حکومت یونان کے دور میں استعمال کیا کرتی تھی۔

ارسطوفانیس اپنے ناٹک موسومہ "اکارنیان" (۵۲۰) میں اسپازیہ کی بدکاری کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مگاری اسپازیہ کو لیکر بھاگ گئے۔ مگر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسی قسم کے بہت سے قصے جنکے صدق وکذب کا ہمیں مطلق علم نہیں باشندگان ایتھنز کی تفریح کیلئے مرتب کئے جاتے تھے۔ اور اس جگہ مثال کی طور پر ایسے افسانوں کا ذکر بے موقع نہ ہوگا۔
کہا جاتا ہے کہ پی ستراتوس یا سولن کے زمانے کے لڑائیوں میں مگاری چند ایتھنزی عورتوں کو اپنے ساتھ بھگالے گئے تھے اور اسی طرح اس واقعے کے بہت عرصے کے بعد پیلاسگی قوم نے براؤرون کی چند عورتوں کو اپنے ساتھ فرار کر دیا اور ایک روایت کے بموجب براؤرون کی دیونیسیا کے میلے کے موقع پر اکثر مہتیہ لوگ شراب پی پی کر عورتوں کو بھگانے جاتے تھے اور ایسے بدکاری کرتے تھے۔ بدیں وجہ عورتوں کے بھگائے جانے کے الزامات اور ان افسانوں کا تماشہ گاہ پر لایا جانا ایکا کیلئے کوئی نئی بات نہ تھی اور ایسے سوانگوں کے سلسلے میں اسپازیہ کا نام بھی شامل کر لیا جاتا تو حاضرین یقیناً محظوظ ہوتے۔ اب علمائے قدیم آئے اور انھوں نے اس افسانے کو تاریخی جامہ پہنا دیا۔

یونانی خیال کے مطابق جو شرکت مگاریوں نے سیبوتا کی لڑائی میں کی تھی وہ صرف یہ تھی کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد کریں اور محض اس امداد سے ایتھنزیوں کا یہ استدلال کہ مگاری انکے دشمن تھے صریح غلطی تھی - بدیں وجہ ایتھنز کو کوئی اور بہانہ تلاش کرنا ضروری تھا۔ اور اب انھوں نے یہ معلوم کیا کہ مگاریوں نے نہ صرف ایسی اراضی کی کاشت کی تھی جو ایلیوسس کے دیوتا کی ملک تھی بلکہ کچھ متنازعہ فیہ سرحدی اراضی پر بھی قبضہ کر لیا تھا اور ایتھنز کے مفرور غلاموں کو اپنی حمایت میں لے لیا تھا - یہ الزامات لگانے سے ایتھنزیوں کا مقصد یہ تھا کہ یونانیوں کی نظر میں دونوں کی باہمی عداوت پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے + ممکن ہے کہ یہ واقعات ایک حد تک صحیح بھی ہوں مگر ایتھنزی احکام سے مگارا کی تجارت کو سخت صدمہ پہنچا تھا اور اب اسکا غصہ اور بھی بڑھ گیا تھا +

چونکہ چند ایتھنزی ایلچی اسپارٹا میں موجود تھے اور انھیں اسپارٹی کونسلیوں کی تقریریں سننے اور انکا جواب دینے کی اجازت دیتے تھے اسلئے جسقدر امید تھی اس سے زیادہ مدلل ومفصل طور سے اسپارٹا میں ایتھنز کے خلاف شکایتوں اور الزاموں کے متعلق گفت وشنود ہوتی رہی + طوسی دیدیس کہتا ہے کہ یہ ایلچی محض اتفاقاً اسپارٹا میں موجود تھے اور انھیں کسی اہم مسئلے پر رائے زنی کی اجازت نہ تھی + مگر اس موقع پر بھی گفت وشنود غالباً اتنے سیدھے سادھے طریقے سے نہ ہوئی ہوگی جیسا وہ فرض کر لیتا ہے بلکہ گفتگو سے قبل خفیہ بات چیت بھی ضرور ہوئی ہوگی اور ایتھنزیوں نے اپنے قائم مقاموں کو ان مسائل کے متعلق پوری ہدایتیں کر دی ہونگی جنکے پیش ہونے کی انھیں امید تھی - اسمیں بھی شبہ نہیں کہ جو تقریریں طوسی دیدیس سفیروں کی طرف منسوب کرتا ہے ان میں وہ الفاظ استعمال نہ کئے گئے ہونگے جو اسکی کتاب میں دیئے ہوئے ہیں - بلکہ دراصل اسکا بیان ان تمام خفیہ اور علانیہ دلائل واستدلال کا ملخص ہے جو فریقین کیجانب سے پیش کی گئیں [۵] +

[۵] اس موقع پر ایتھنزی ایلچیوں نے یہ اعلان کیا کہ ایتھنز جملہ امور کے متعلق پنچایت کرنے پر آمادہ ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انھیں ضرور مملکت کی جانب سے یہ ہدایت ہوگی +

کورنتھی اسکے ثبوت کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ ایتھنزیوں نے بین قومی قانون کی خلاف ورزی کی ہے بلکہ صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ کورکائرا اور پوتیدیہ کی طرف ایتھنز کی دست درازی سے آئندہ کیلئے بہت بڑا خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ اسپارٹا کا جوش بڑھانے کیلئے وہ اسکی تعویقانہ کارروائیوں پر اسے مطعون کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسکے مقابلے میں ایتھنزی کیا پھر بھی بھاری بھرکم ہیں اور انہیں چلت پھرت کی ممتاز خصوصیت ہے۔ اس امتیاز کو نمایاں کرنے کی غرض سے وہ دونوں اقوام کے عام خصوصیات کا تجزیہ اور تفصیل بیان کرتے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یا تو اسپارٹا ایتھنز پر حملہ کرے ورنہ کورنتھ اسپارٹی لیگ سے علٰحدہ ہوجانے پر مجبور ہوجائیگا۔ اسکے جواب میں ایتھنزی ایلچی بھی قانونی مسائل کا اعادہ کرنے سے گریز کرتے ہیں بلکہ ابتدا ہی میں وہ ایتھنز کی تعریف و توصیف کرکے ایتھنزی کارنامہائے جنگ ایران پر زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نازک زمانے میں اسپارٹا نے ہرگز ایتھنز کے برابر یونان کی خدمتیں انجام نہیں دیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایتھنز سے لوگ صرف اسلیئے متنفر ہیں کہ اسنے اپنی لیگ کے اراکین میں سیادت کا مرتبہ حاصل کرلیا ہے مگر یہ سیادت تو خود اسپارٹا نے اپنی ہی خواہش سے ایتھنز کے سپرد کی ہے اور اگر دونوں کی صورت حال یکساں ہو تو یقیناً اسپارٹا کو بھی اسی قسم کے اتہام کیلئے تیار ہونا پڑیگا اسلیئے کہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ طاقتور اپنے احکام میں حق و ناحق کا خیال نہیں کرتا اور فطرت اسی کی متقاضی ہے کہ انسان اپنے برابر والوںکے دعوے ماننے کیلئے اتنی آسانی سے تیار نہیں ہوتا جتنی ایک قوی دشمن کی اطاعت کرنے کیلئے ۶؎ اسپارٹا کو خوب سوچ سمجھ کر ایسے جھگڑوں میں شریک ہونا چاہیئے جنمیں امور تنقیح طلب کا پتا ہی نہو۔ بہرحال ایتھنز گفت و شنود کرنے اور پنچایت کے اصول کو تسلیم کرنے کیلئے تیار ہے۔

اکثر اسپارٹی اصولاً جنگ کے مؤید تھے مگر شاہ آرکی داموس کے خیال میں

۶؎ طوسی دیدیش ۱، ۶۷ - معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اور اسکے بعد ساموسی گفت و شنود کے موقع پر طوسی دیدیش نے فارقلیس پر اظہار ناراضی کیا ہے۔

موجودہ موقعہ ایتھنز سے لڑنے کیلئے مناسب نہ تھا۔ اسنے کہا کہ ایتھنز کی قوت واقتدار کادارومدار اس کے بیڑے اور اسکے روپیہ پر ہے اور ان دونوں کے مہیا کرنے میں یقیناً اسپارٹا کو زمانہ دراز درکار ہوگا جسکے بغیر اسپارٹی کسی طرح ایتھنزیوں کو ہتیار ڈالنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ اس لیئے بہتر ہے کہ وہ آہستہ آہستہ جنگ کی تیاری میں مشغول ہوجائیں۔ اور اسمیں شبہ نہیں کہ اگر جنگ دو تین سال تک ملتوی رہی تو وہ اتنی تیاری کر لینگے کہ اسکے بعد جنگ کا نتیجہ بالکل مختلف ہوگا چونکہ جنگ کا دارومدار مادی سرمائے پر ہے اسلیئے ہمیں محض التوائے جنگ سے ہرگز شرمانا نہ چاہیئے۔ دراصل وہی حزم واحتیاط جسکا الزام کورنتھی ہم پر رکھتے ہیں ہماری قوت کا حقیقی راز ہے۔ ان وجوہ سے مناسب ہے کہ بالفعل ہم ایتھنزیوں کو یہ کہہ کے ٹال دیں کہ وہ ہمارے حلیفوں کے ساتھ انصاف سے پیش آئیں ؛

آرکی داموس کے بعد ایفور ستھینے لائداس کھڑا ہوا اور اسنے نہایت اسپانداری اور بیباکی سے آرکیداموس کے دلائل کا جواب دیا۔ اسنے کہا کہ ایتھنزیوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش تک نہیں کی کہ انپر غلط الزام لگایا گیا ہے اسپارٹا کی عزت ووقار کو ملحوظ رکھکر صرف ایک بات باقی رہ جاتی ہے اور وہ جنگ ہے۔ اس تقریر کے بعد اس نے حاضرین سے بہ آواز بلند رائے لی کہ لڑائی کا اعلان کیا جائے یا نہیں۔ جو واقعات اس رائے زنی کے بعد پیش آئے اسکا ہمیں پوری طور پر علم نہیں ہے اسلیئے کہ طوسی دیدیش کا بیان بالکل ناکافی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ محض آواز سے کوئی بات قطعی طور پر طے نہیں ہوئی۔ بہرحال ایفور مذکور الصدر نے تمام بقیہ کارروائی کو نظرانداز کر دیا اور لوگوں سے نام بہ نام رائے دینے کیلیئے درخواست کی۔ مگر بجائے مسئلہ جنگ پیش کرنے کے اب سوال کا پیرایہ بدل دیا اور جو سوال پیش کیا گیا وہ صرف یہ تھا کہ آیا ایتھنز نے صلحناموں کی خلاف ورزی کی ہے یا نہیں اور وہ برسر ناحق ہے یا نہیں۔ ایسے سوال کا جواب نفی میں دینے کیلیئے جس سادگی کی ضرورت تھی وہ ہرگز اسپارٹیوں میں موجود نہ تھی اسلیئے ستھینے لائداس کو کثرت رائے کا گویا پہلے ہی سے یقین تھا۔ اور جب اکثریتہ یہ قرار پا گیا کہ ایتھنز غلط راستے پر تھا تو پھر جب اسپارٹا کی تیاریاں تکمیل کو پہنچ جائیں

اسی وقت لڑائی چھیڑ دینے میں کسی قسم کی قباحت نہو گی رائے دینے کے وقت اسپارٹیوں نے یہ نہیں سوچا کہ انسے جنگ و صلح کے متعلق پوچھا ہی نہیں گیا اور قرار داد صرف یہ تھی کہ اتھینز نے صلحناموں کے خلاف ورزی کی ہے۔ اب ایفوروں نے یہ حکم دیا کہ اسپارٹا کے حلیف بھی اپنی رائے اسپارٹا ہی میں ظاہر کریں۔ اور اس سے جنگ کی امید میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ اس یقین کو اور بھی قوی کرنے کی غرض سے دیلفی کے دیوتا سے تفاول کیا گیا اور وہاں سے وہی جواب ملا جکی تمام اسپارٹیوں کو قوی امید تھی یعنی یہ کہ خواہ اس سے مدد طلب کیجائے یا نہیں وہ اسپارٹا کا ضرور ہی ساتھ دیگا۔ اگر یہ ہی دیوتا ہومر کے عہد کا کوئی دیوتا ہوتا اور تفاول ۴۳۰ ق م سے پیشتر کیا جاتا تو یقیناً ہر شخص اتھینز کے طاعون کو اسی دیوتا کے غیض و غضب کی طرف منسوب کرتا۔ مگر اب وہ زمانہ ہی نہ رہا تھا اور سوال یہ تھا کہ آخر اتھینز سے ایسا کونسا گناہ سرزد ہوا تھا جو اس دیوتا کو اسدرجہ ناپسند ہوا۔

مجلس حلفا اسپارٹا ہی میں منعقد ہوئی اور اسمیں کورنتھی ہی جنگ کے سب سے زیادہ خواہاں نظر آئے اسلیئے کہ اس سے انھیں کو دیگر حلفا سے زیادہ فائدہ پہنچتا تھا۔ انکو یہ خوف دامنگیر ہوا کہ کہیں انکی چال کھل نہ جائے۔ اسلیئے انھوں نے یہ دلیل پیش کی کہ اندرون ملک (یعنی اسپارٹا) کے باشندوں کو یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ان پر اتھینز کی حکمت عملی کا کوئی اثر نہ پڑیگا۔ اسلیئے کہ اگر ساحلی شہروں (مثلاً کورنتھ) پر دشمن کا قبضہ ہو گیا اور تجارت درآمد و برآمد دونوں مسدود ہو جائیگی (یعنی ملک کو قحط اور افلاس کا سامنا کرنا پڑیگا)۔ اور بالآخر اتھینز کے ساتھ جنگ آزمائی اسدرجہ مایوس کن بھی نہیں جیسا لوگوں کا خیال ہے۔ ہم بہ آسانی تمام جہاز تعمیر کر سکتے ہیں اور اولمپیا اور دیلفی کے مقدس خزانوں سے روپیہ لے سکتے ہیں (جب فوکس کے باشندے اس خیال کو عمل میں لائے تو انکے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا گیا!!)۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اتھینز کی قوت و جبروت کا دار و مدار صرف انکے جہازوں اور روپیے پر ہے۔ کورنتھیوں نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ ہم اتھینزیوں سے بہادر بھی ہیں (کورنتھی اور اتھینزیوں سے بہادر!!)۔ اور جب ہمارے ہی باپ داداؤں نے یونان کو آزاد کیا تھا تو کیا اب ہم

کسی شہر کو خودسری کی اجازت دینگے؟ اور اگر ہم ایسے شہر سے لڑنے کیلئے آپس میں اتحاد نہ کرلیں تو یقیناً ہم کہیں کے نہ رہینگے اسلیئے کہ بلاشبہ ایتھنز ہم میں سے ہر ایک سے (خود اسپارٹا سے بھی) زیادہ طاقتور ہے۔ کورنتھیوں کے اس مظاہرے کے بعد جنگ کے مسئلے پر رائے لی گئی اور حلیفوں کی کثرت رائے اسکے موافق نکلی۔ مگر چونکہ وہ فی الفور جنگ کیلئے تیار نہ تھے اسلیئے اٹیکا پر پہلا پیلوپونیزی حملہ اس قرارداد سے ٹھیک چھ مہینے بعد ہوا۔

اب فوری تدبیریں کیا اختیار کی جائیں؟ یہ سوال اس لیئے اہم تھا کہ اگر پیلوپونیزی قرارداد کے بعد ہی ایتھنز لڑائی چھیڑ دیتا تو پیلوپونیز کے ساحلی شہر کسی حالت میں اسکی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکتے تھے اور ایتھنز کا یہ فعل قانوناً نہیں تو عملاً بالکل درست ہوتا۔ اس سے محفوظ رہنے کیلیئے یہ ضروری تھا کہ ایتھنز کے ساتھ گفت و شنود کا سلسلہ فوراً شروع کردیا جائے۔ یونانی محض ضابطہ پر کاربند ہونے اور الفاظ قانون کے تتبع کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ اور اسی اصول کو ملحوظ رکھکر پیلوپونیزیوں کی طرف سے یہ دلیل پیش کی گئی کہ جنگ کی قرارداد ان کا اپنا خانگی معاملہ تھا اور جب تک اسکی باضابطہ اطلاع ایتھنز کو روانہ نہ کی جائے اسوقت تک انھیں اس سے انکار کرنے کا پورا حق تھا۔ نظر بر صورت حال مفصلہ بالا ایتھنز کی بہتری اس میں تھی کہ جنگ فوراً شروع کردی جائے تاکہ دشمن کو جنگی تیاریوں کی فرصت ہی نہ ملے اور اسے یہ چاہیئے تھا کہ فوراً اسپارٹا کو ایک پیغام آخری روانہ کردیتا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ فاقلیس میں فریڈرک اعظم شاہ پروشیہ کی سی تنومندی نہ تھی۔ اسنے دشمن کے مطالبات کا انتظار کیا۔ اور باہمی گفت و شنود میں جو وقت ضائع ہوا اس سے دشمن کو گونہ فائدہ پہنچا اور اسے جنگ کی تیاریاں کرنے کا وقت مل گیا۔

جو مطالبات اسپارٹیوں نے ایتھنز روانہ کئے وہ اسقدر جبہ خلاف انصاف تھے کہ ایتھنز انھیں کسی حالت میں منظور نہیں کرسکتا تھا۔ مگر چونکہ وہ روانہ کردیئے گئے تھے اسلیئے ایتھنز کو اسکا جواب دینا لازم تھا اور اس پیام رسانی میں جو وقت صرف ہوا وہ اسپارٹا کی تیاری کیلئے نہایت کار آمد ثابت ہوا۔ پہلا مطالبہ

تو یہ تھا کہ ایتھنزی کیلون کے ساتھیوں کے قتل عام کا کفارہ دیں جسکے وہ مرتکب ہوئے تھے۔ اس مطالبے کا اصل مقصد یہ تھا کہ ایتھنزی کیلون کے مخالفوں یعنی الکمیونی فارقلیس کو جلاوطن کر دیں! یونان کے عام رواج کے مطابق دشمن کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ مکروفریب میں اپنے مخالف سے بڑھ جائے اور اس مطالبے کا ایتھنزیوں نے یہ جواب دیا کہ پہلے اسپارٹی تیناروس اور اتھینے خالکیوئکس کے دو گناہوں کا کفارہ تو دے لیں جو ہلیوٹوں کے قتل عام اور پوسانیاس کی موت سے انپر واجب ہوا تھا۔ ان جوابوں سے بظاہر تو اسپارٹیوں کو خود اپنے ہی اسلحہ سے شکست ہو گئی مگر در اصل اس بیکار گفتگو سے انھیں جنگی تیاریوں کیلئے بہت وقت مل گیا۔ اب اسپارٹی نفس مطلب پر آ گئے اور پوتی دیہ اور ائی گینا کی آزادی اور مگاری تجویز عوام کے استرداد کا مطالبہ کرنے لگے۔ ظاہر ہے کہ ایتھنز نے اس مطالبے کو بھی نامنظور کر دیا۔ مگر ابھی اپنی تیاریاں مکمل کرنے کیلئے اسپارٹا کو تھوڑا سا وقت اور درکار تھا اسلیئے اسنے ایک اور سفارت بسر کردگی رامفیوس ملی سپوس اور اگے سانڈر ایتھنز روانہ کی تا کہ ایتھنز سے اسکی لیگ کی برخاستگی کیلئے کہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ مطالبہ پوتیدیہ اور آئی گینا والے مطالبے سے بھی کہیں زیادہ سخت تھا۔ اسپر ایتھنز میں عوام کا ایک جلسہ ہوا جسمیں مختلف شہریوں نے مختلف جذبات کا اظہار کیا اور بعض نے کہا کہ اسپارٹیوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اگر مگاری تجویز واپس لے لی گئی تو وہ راضی ہو جائینگے اس لیئے بہتر ہے کہ یہ تجویز مسترد کر دیجائے۔ مگر مشکل یہ پیش آئی کہ فارقلیس کسی قسم کی اطاعت کے قطعاً مخالف تھا۔ اسنے کہا کہ اسپارٹا کے مطالبات میں روزافزوں ترقی ہو رہی ہے اور اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایتھنز کی توہین و تذلیل ہی اسکا تنہا مقصد ہے۔ اور اسمیں مطلق شبہ نہیں کہ اگر ایتھنز نے مگارا کے معاملے میں سر خم کیا تو اسکے سوا اور مطالبات پیش کئے جائینگے۔ بوجوہات متذکرہ یہ ظاہر ہے کہ اسپارٹا کے ساتھ جنگ ضرور ہونی ہے اور ایتھنز کو اس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ انھیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اسپارٹا کے حلیف خود مختار ہیں اور انکے اور اسپارٹا کے حقوق بالکل برابر کے ہیں اسلیئے وہ اسپارٹا کو اپنا اتالیق تسلیم

۵ کرنے کیلیئے تیار نہیں ہے٭ اس کے برعکس اتھنز کے پاس روپیہ اور جہاز ہیں۔ بدیں وجوہ پیلوپونیزیوں کی حالت کچھ اچھی نہیں ہے+ یہ سچ ہے کہ پیلوپونیزی اٹیکا پر چھاپہ ماریں گے مگر ہم کم از کم اسیقدر آسانی سے خود دشمن کے سواحل پر اپنے جہازوں سے حملہ کرسکتے ہیں۔ اور چونکہ پیلوپونیزی اتنی جلد بیڑا تعمیر نہیں کرسکتے اسلیئے انھیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا+ یہاں طوسی دیدیش ان دلائل کا جواب دیتا ہے جو اسکے نزدیک کورنتھ کی جانب سے اسپارٹی مجلس میں پیش کئے گئے تھے اور فار علیس کی زبانی کہتا ہے کہ اگر پیلوپونیزی اولمپیا اور دیلفی کے خزانوں پر بھی قبضہ کرلیں پھر بھی وہ اس روپے کو کسی مفید کام میں خرچ نہیں کرسکتے اسلیئے کہ اول تو انھیں ملاحوں کی ضرورت ہوگی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہم میں سے وہ بہت سے افراد کو اپنا طرفدار اسلیئے نہیں بنا سکتے کہ ہمارے حلیف شہروں کے باشندے خود اپنے ہی شہروں کے خلاف لڑنا پسند نہ کرینگے۔ دوسرے ہمارے جہازوں کے جتنے ناخدا ہیں وہ سب اتھنزی ہی ہیں اور وہ کسی حالت میں دشمن سے میل گوارا نہ کرینگے+ (یہاں طوسی دیدیش یہ بھول جاتا ہے کہ خود کورنتھ ہی میں نہایت آسانی سے ملاح اور ناخدا مہیا ہوسکتے تھے) بالفرض اگر اٹیکا بھی تاراج کردیا جائے پھر بھی اتھنز کے قبضے میں بہت سے جزیرے اور ساحلی اراضی رہ جاتی ہے اور اگر خود اٹیکا جزیرہ ہی ہوتا تو یقیناً وہ ناقابل تسخیر ہوتا اور بہتر تو یہ ہے کہ تمام اٹیکا خالی کردیا جائے اور اتھنز کی حیثیت بالکل ایک جزیرے کی سی کردیجائے+ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی صورت اور حالت میں ہمیں بری لڑائی نہ لڑنا چاہیئے اسلیئے اگر ہم ایسا کرینگے تو جو کچھ ہمارے پاس ہے اسکے بھی ہاتھ سے چلے جانے کا خطرہ ہے+ آدمی ملک اور اراضی کیلیئے نہیں پیدا کیئے گئے بلکہ ملک اور اراضی انسانوں کیلیئے ہے۔ اور اگر آپ لوگ

٭ طوسی دیدیش ۱، ۱۴۱ "مساوی آلاراء" جن حلیفوں کے حقوق اور حیثیت ایک ہی ہوتی تھی وہ زمانہ قدیم میں زیادہ کارآمد ہوتے تھے+ اسلیئے کہ جب چاہتے وہ مخالفے سے علیحدگی اختیار کرلیتے۔ اور اتھنزیوں کی خودسری ایک حد تک عام مفاد کے مطابق تھی+

میرا کہنا مانیں تو میری تو خواہش یہ ہے کہ آپ خود اپنا ملک تاراج کر دیں۔ لہٰذا ہمیں جنگ کیلئے تیار رہنا چاہیئے مگر اپنی عزت و وقار قائم رکھنے کیلئے ہمیں پنچایت کا اصول بھی مان لینا بہتر ہوگا۔ ایک بات یاد رکھنا نہایت ضروری ہے کہ اس جنگ میں ہمیں اپنے مقبوضات وسیع کرنے کا خیال بھی نہ کرنا چاہیئے اور ہمیشہ اپنے آباؤ اجداد کی یاد تازہ رکھنی چاہیئے جنھوں نے اس سے بھی زیادہ مشکلات کا سامنا کر کے ایرانیوں کا مقابلہ کیا۔ ان ہی امور کو مدنظر رکھکر جواب لکھا گیا اور جوابی تحریکات کو منسلک کر کے اسپارٹی سفراء کے حوالے کر دیا گیا۔ اب گفت و شنود ختم ہو گئی اور فریقین جنگ کی تیاری میں کلیتہً مصروف ہو گئے۔

اسپارٹی جنگ پر تلے ہوئے تھے اور جنگ لابد تھی۔ ان کے تازہ مطالبات میں ایتھنز کے کسی مفروضہ گناہ کا ذکر نہ تھا بلکہ اس سے سیدھی سادی درخواست کی گئی تھی اپنی لیگ کو برخاست کر دے۔ اور ایتھنز کے لئے فوجی عمل کے سوا اب کیا چارہ کار باقی تھا۔ اسکے سوا یہ باور کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ جنگ میں اسپارٹیوں کو کامیابی ہوگی۔ اسلیئے کہ اس سے قبل بھی انھیں دونوں میں میدان کارزار گرم رہ چکا تھا۔ اور حق تو یہ ہے کہ اسکی جو حالت سی سالہ امن سے پیشتر تھی اس سے یقیناً اسکی موجودہ حالت بہتر ہی تھی اسلیئے کہ اول تو اب اسکا دست نگر کوئی بری مقبوضہ نہ تھا اور دوسرے انکی مدد کیلیئے اب کورکائرا کا بیڑا موجود تھا ان تمام امور کو مدنظر رکھکر ایتھنز کو کیا ضرورت تھی کہ اگر عزت کے ساتھ جنگ سے نہ بچ سکے تو اسمیں شامل ہونے سے بے کار خوفزدہ ہو۔

جنگ کی ابتدا میں فریقین کی حالت کا نہایت عمدگی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے ایک طرف نہایت طاقتور فوج اور دوسرے جانب ایک با اثر بیڑہ تھا۔ اسپارٹا کی ماتحت ایک بڑی بری لیگ اور ایتھنز کی ایک عظیم الشان بحری سلطنت تھی جو سواحل اور جزائر پر مشتمل تھی۔ قریباً سب اسپارٹی مزارعین اور قریباً تمام ایتھنزی تجار اور اہل معاملہ تھے۔ اسپارٹی دیہات اور ایتھنزی بلدیات کے باشندے تھے۔ اگر (پچھلی صدی کے آخری دور میں) روس اور انگلستان کے درمیان لڑائی ہوتی تو صورتِ حال قریب قریب ویسی ہی ہوتی جو جنگ پیلوپونیز کی ابتدا میں تھی

مگر فرق صرف اتنا ہے کہ اٹیکا انگلستان کی طرح پانی سے گھرا ہوا نہ تھا اور بہ نسبت انگلستان کے اسکی حالت ہالینڈ سے زیادہ مشابہ تھی جب موخر الذکر ملک کو پہلے اسپین سے اور پھر فرانس سے لڑنا پڑا۔ یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ ابتدا ہی سے فارقلیس کی امید تھی کہ اگر پیلوپونیزیوں نے اٹیکا پر حملہ کیا تو یقیناً انھیں ناکامی ہوگی۔ یہ امید اس حد تک پوری ہوتی نظر آتی تھی کہ کبھی نہ کبھی پیلوپونیزیوں کو یہ معلوم ہونا لابد تھا کہ وہ شہر ایتھنز کو کسی حالت میں نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اور اس میں بھی شبہ نہ تھا کہ اگر دوران جنگ میں کسی غیر مرئی وجوہ سے ایتھنز بالکل ہی زیر نہ ہو گیا تو ایتھنز کی کامیابی کے مادی اسباب یقیناً بار آور ہوتے۔ؔ اسکے علاوہ

ؔ اصولاً تاریخ کا دارومدار واقعات کی فہرستوں پر ہونا چاہیئے۔ مگر مورخ اگر وقتاً فوقتاً اس دلچسپی کا اظہار بھی کرے جو اسے اپنے مضمون میں ہے تو یقیناً اسمیں کوئی مادی حرج نہیں ہوسکتا۔ اسپارٹا کی روایات اور اسکی فطری خصوصیات کے مطابق جب وہ ایتھنز پر غالب ہوگیا پھر بھی اسے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اسپارٹا کی فتح کی وجہ سے دنیا کو گونہ نقصان ہی پہنچا۔ ایتھنز کبھی اسپارٹا کے اقتدار کو نیست و نابود کیا توڑ بھی نہیں کرسکتا تھا۔ پھر اسپارٹا کو جنگ آزمائی کی صرف یہ حاجت تھی کہ کورنتھ کی مادی ضروریات پوری ہوسکیں الیونیائیوں اور دوریانیوں میں جو نسلی امتیاز تھا وہ ضرور اس جنگ میں ممد و معاون ہوا ہوگا۔ مگر محض یہی وجہ جنگ کیلیئے کافی نہ تھی اسلیئے کہ یونان میں بہ نسبت غیروں کے ہم نسل ہمسایوں میں ایک دوسرے سے زیادہ دشمنی اور رقابت تھی۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ تھیبز اور کورنتھ کے باشندے ایتھنز کے سب سے سخت دشمن تھے۔ انمیں تھیبزی تو دوریانی النسل تھے ہی نہیں اور اگر اسپارٹا کو دوریانی خصوصیات کا نمونہ قرار دیا جائے تو کورنتھیوں کی خصوصیتیں ہرگز دوریانی نہ تھیں۔ در اصل تجارتی بغض و حسد ہی ایتھنز کی بربادی کا باعث ہوا۔ کورنتھ کی یہ خواہش کہ وہ اپنی تجارت دیار مغرب میں آزادی کیساتھ جاری نہ رکھ سکے اصل میں اسپارٹا کے زوال کا باعث تھا۔
کرٹیس نے سچ کہا ہے کہ کورنتھ کی نوآبادیوں کا چھٹی صدی ق م تک پتا چلتا ہے اور اسکے اس اقتدار میں کورکائرا ہمیشہ رخنہ انداز رہتا تھا۔ مگر جب کورکائرا اور

دو اور امر کامیابی کیلئے لازمی تھے۔ یعنی ایتھنزیوں کی قابلیت اور انکی قسمت کی یاوری آ اسلئے کہ ایتھنز کے شہری بیرونی حملوں سے اسقدر محفوظ نہ تھے جتنا فارقلیس نے سمجھ رکھا تھا۔ اور خود پیلوپونیزیوں میں فن ملاحی کی قابلیت موجود تھی اور انکے لیئے ایک نفیس بیڑا تیار کرنے میں کوئی امر مانع نہ تھا۔ اسکے برعکس طوسی دیدیس کی روایت کے بموجب فارقلیس نے ایتھنز کی جمعیت عوام کے سامنے یہ اظہار کیا کہ ایسا بیڑا نہایت مشکل سے تیار ہوگا اسلئے کہ خود ایتھنز کو اپنا بیڑا تیار کرنے میں پچاس سال کا عرصہ لگ گیا + ایتھنز کی جمعیت عوام کے اراکین کو فارقلیس کا یہ خیال یقیناً دلخوش کن معلوم ہوا ہوگا مگر افسوس ہے کہ اسکا مدار واقعات اور حالات پر نہ تھا۔ جب سیراکیوز کو ایتھنزیوں نے چاروں طرف سے محصور کر لیا تو اسنے اسی حالت میں دو سال کی قلیل مدت میں اپنا بیڑا آراستہ کیا جسنے ایتھنز کے حملہ آوروں کو شکست دی۔ اور جنگ پیلوپونیز میں جب بالآخر ایتھنزیوں کے اعدا نے انھیں مغلوب کیا تو وہ بھی اس نو ساختہ بیڑے ہی کا کرشمہ تھا جسکا فارقلیس بطلان کر رہا تھا + لہذا ایک بری اور ایک بحری دولت کا مقابلہ اور بحری دولت ایسی جو ناقابل تسخیر ہو اور ہمیشہ اپنے دشمن کے چنگل سے نکل جائے ضرور ہو سکتا تھا مگر یہ صورت حال مستقل نہ تھی۔ مگر اسکے قیام میں یہ شرط تھی کہ کوئی ایسی آفت ارضی و سماوی نہ آئے جس سے اسکی قوت کو صدمہ پہنچے + یہ نازک زمانہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - ایتھنز میں اتفاق ہوگیا تو پھر کورنتھ میں قوت برداشت مطلق نہ رہی + اگر ہم نام نہاد جنگ پیلوپونیز کو ایتھنز اور کورنتھ کا خانگی تنازعہ تصور کریں تو اس جنگ کے واقعات میں گونہ مطابقت نظر آئیگی + یہ امر ملحوظ رہنا چاہئے کہ سوا کورنتھ کے ایتھنز ہر فریق سے فیصلے کیلئے آمادہ تھا + جنگ ایران تک کورنتھ اور اِگینا میں تجارتی رقابت تھی اسیوجہ سے کورنتھ نے ایتھنز کو اگینا کے خلاف مدد دی تھی۔ مگر جب ایتھنز کی قوت و اقتدار میں اضافہ ہوا تو دونوں کے درمیان بغض و حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور رفتہ رفتہ یہ حسد صریح دشمنی کی صورت میں تبدیل ہوگیا + کورنتھ کو اسوقت تک امن و آرام نصیب نہیں ہوا جبتک لیسانڈر نے ایتھنز کو بالکل پست نہ کر دیا +

اسوقت آپہنچا جب ایتھنز میں طاعون کی وجہ سے وہاں کی آبادی کا بیشتر حصہ فنا ہوگیا اور وہ شخص بھی وبا کی بھینٹ چڑھ گیا جس کے بعد ایسا کوئی نہ تھا جو ایتھنز کو اس نازک حالت سے چھڑا سکے + کامیابی کی دوسری شرط یہ تھی کہ ایتھنز یوں کا جوش اسی حالت پر قائم رہے جیسا ابتدا میں تھا اور جنگ میں جو نقصانات پہنچیں انھیں برداشت کرنے کی قوت برابر قائم رہے + ایسے صحیح قسم کے جوش نے جس سے لوگ اپنے پیشوا کا ہر حالت میں ساتھ دیتے ہیں اور ہر قسم کی قربانی پر آمادہ ہو جاتے ہیں سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی میں ولندیزی آزادی کو بچالیا۔ مگر افسوس ہے کہ جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اسمیں ایتھنز میں یہ جوش موجود ہی نہ تھا اور خود فارقلیس نے بھی جنگ کی رہبری کما حقہ نہیں کی [۹] + اگر خاندان آرنج کے بہترین افراد ولندیزیوں کی رہبری نہ کرتے تو اس قوم کی بقا نہایت مشکل ہوجاتی۔ یہ عام کلیہ ہے کہ عظیم الشان خطرات کے موقع پر تھوڑے زمانے کیلئے مطلق العنان حاکم لابد ہوتے ہیں۔ اور فارقلیس کی موت کے بعد ایتھنز ی فوج کی حالت بالکل ایک غیر منظم انبوہ کی سی ہوگئی جسمیں فوری اثرات کی زد میں آجانے اور عین دوران جنگ میں خطرناک مہمات میں در آنے کی خاص قابلیت تھی + اس عام تبصرے کے بعد اب وقت آگیا ہے کہ ہم رفتہ رفتہ ان عناصر پر نظر ڈالیں جو دراصل یونانی تاریخ تمدن کے اجزا ہیں اور جنکے سبب سے آخرکار

[۹] اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ایتھنز کی بعض ابتدائی مہمات (مثلاً مگارا کے حملے) میں سنجیدگی اور پابندی قواعد سے کام نہیں لیا گیا بلکہ ایک حد تک محض سیاسی پہلو لئے ہوئے تھیں اسکے ساتھ ہی اسمیں بھی شبہ نہیں کہ پیلوپونیزی اٹیکا کے حملوں کا رتبہ بھی کچھ اس سے برتر نہ تھا اور دونوں فریق یہ چاہتے تھے کہ وہ اسوقت تک باضابطہ جنگ میں شریک نہوں جبتک وہ دشمن سے بہتر فوج میدان جنگ میں نہ لاسکیں + مگر ان سب باتوں کا لحاظ کرنے کے بعد بھی ہم اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ فارقلیس کو اسوقت کارہائے نمایاں دکھانے تھے جب وہ خاص ارض پیلوپونیز پر حملہ آور ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسے میدان جنگ میں ضرورت وقت سے زیادہ انسانوں کی جانوں کا خیال تھا +

ایتھنز کو زوال ہو گیا۔

آغاز جنگ میں دونوں فریقوں سے غلطیاں سرزد ہوئیں۔ اوّل تو محض کورنتھ کے تجارتی بغض و حسد کی وجہ سے پیلو پونیزیوں کو ایتھنزیوں پر حملہ آور نہ ہونا چاہئیے تھا اور جب وہ میدان میں آ گئے تو انھیں یہ معلوم ہونا چاہئیے تھا کہ ایتھنز اسپارٹا کو مستقل طور سے نقصان پہنچانے پر قادر نہیں۔ اسی طرح جنگ میں ایتھنز ہی مجبوراً شامل ہوئے تھے اسلئے انھیں اسمیں نہایت ہوشیاری اور دوراندیشی سے شریک ہونا چاہئیے تھا۔ ظاہری صورت حال کا نتیجہ تو یہ ہوتا کہ آیندہ چوتھی صدی ق م کی طرح بالآخر ایتھنز اور اسپارٹا دونوں کی حیثیت بالکل مساویانہ رہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اکثر متنبہ مملکتیں محض فوری اور وقتی جذبے کے اثر میں آجاتی ہیں اور عقل سے کام نہیں لیتیں۔

لڑائی جس سرعت کیساتھ شروع ہوئی اسکا اصل سبب فریقین کا غیظ وغضب تھا۔ مارچ ۴۳۱ ق م میں تھبز کے تین سو سپاہیوں نے یوریمخوس کی سرکردگی میں ایتھنز کے حلیف پلاٹیہ پر اسلئے حملہ کیا کہ وہ اس شہر کی وفاداری کو گزند پہنچائیں۔ حملہ آوروں کو پلاٹیہ کے چند باشندوں نے جو ایتھنز ہی اقتدار کے مخالف تھے شہر میں داخل کر لیا اور انھوں نے شہر کے چوک کو اپنا مستقر قرار دیا۔ اب اگر تھبز ہی فوراً ایتھنز ہی خیر خواہوں کو گرفتار کر لیتے تو غالباً انکا پلاٹیہ پر قبضہ ہو جاتا۔ مگر بجائے اسکے انھوں نے یہ کوشش کی کہ اس مداخلت کو قانونی حیثیت بخشیں اور ایک اعلان شایع کیا جسمیں انھوں نے پلاٹیہ کے باشندوں کو اپنے ساتھ ملا لینے کی ترغیب دی۔ پلاٹیہ والے اس اعلان سے نہایت متعجب ہوئے اور جب انھیں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حملہ آوروں کی تعداد زیادہ نہیں تو انھوں نے اپنے مکانوں کی درمیانی دیواریں توڑ ڈالیں اور تھبزیوں پر چہار طرف سے یعنی راستوں سے مکانوں سے اور چھتوں سے رات کے وقت حملہ کیا۔ اسوقت بارش کیوجہ سے راستوں میں پھسلن تھی اور تھبزی شہر کے مضافات سے قطعی ناواقف تھے۔ اور جب خود انکے دوستوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تو اسکے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا کہ بے تحاشا پلاٹیہ سے

فرار ہو جائیں + بعض شہر پناہ سے کود پڑے، بعض کو وہ دروازہ ملگیا جس میں
سے وہ ابتدا میں داخل ہوئے تھے اور اسے توڑکر وہ شہر سے نکل بھاگے
کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے غلطی سے مکانات کے دروازوں کو شہر کے دروازے
تصور کیا اور انھیں توڑکر بجائے شہر سے باہر نکلنے کے مکانات میں داخل ہو گئے
اور آخرکار اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ جو بھاگ نہ سکتے تھے ہتیار رکھ دیئے۔
ایتھنز نے اپنے حلیفوں کی مدد کیلئے کمک روانہ کی تھی جو دریائے اسوپوس کی
طغیانی کے سبب سے پیچھے رہ گئی تھی۔ اور جب یہ سب کچھ ہو چکا تو یہ کمک
پلاٹیہ پہنچی اور اسکی وجہ سے پلاٹیہ کے باشندوں کی کمر ہمت مضبوط ہو گئی + اہل پلاٹیہ
کی ایک تعداد کثیر اسوقت شہر پناہ سے باہر تھی اور یہ خطرہ تھا کہ تھبز والے انھیں
گرفتار کر کے بطور یرغمال لیجائینگے۔ اسلیئے فریقین کے درمیان گفت وشنود کا
سلسلہ شروع ہوا اور بظاہر یہ قرار پایا کہ پلاٹیہ تھبزی قیدیوں کے ساتھ کوئی
بدسلوکی نہ کرے۔ اور اسکے معاوضے میں پلاٹیہ کے شہری جو فصیل سے باہر تھے وہ
محفوظ و مامون ہو گئے۔ مگر پلاٹیہ والوں نے ان شرائط پر عمل نہیں کیا اور ان ایک سو
اسی قیدیوں کو جنھیں انھوں نے گرفتار کر لیا تھا قتل کر دیا + اسطرح محض جوش
حیوانی سے پلاٹیہ والوں کی انسانیت بھی کالعدم ہو گئی اور چشم تدبر بھی بند ہو گئی
اور ان بے دست و پا قیدیوں کے قتل سے انھوں نے تھبز کے ساتھ گفت وشنود
اور اپنے دشمن پر دباؤ ڈالنے کا دروازہ گویا بند کر دیا + جب تھبزی حملے اور انکے
قیدیوں کی گرفتاری کا ایتھنز میں علم ہوا تو ایتھنزیوں نے فوراً ایک پیامبر روانہ
کیا مگر اسکے پلاٹیہ پہنچنے سے پہلے ہی تھبزی قیدیوں کا قتل عام ہو چکا تھا + اسکے
بعد ایتھنزی افواج پلاٹیہ روانہ کر دی گئیں اور عورتیں اور بچے اور وہ لوگ
جنمیں لڑنے کی اہلیت نہ تھی پلاٹیہ سے ایتھنز بلوا لیئے گئے +

اب فریقین نے نہایت زور و شور سے تیاریاں شروع کر دیں اور دونوں
اپنے حلیفوں کی تعداد میں اضافے کی کوشش کرنے لگے + اسپارٹی چاہتے تھے کہ شہنشاہ
ایران انکا طرفدار ہو جائے اور اٹلی اور سسلی کے یونانی روپے اور پانچسو طبقہ جہاز
انکے حوالے کر دیں + مگر مشکل یہ پیش آئی کہ ایران اسوقت بھی ایتھنزیوں کو

عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور اسنے اسپارٹا کی استدعا منظور کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اٹلی اور سسلی سے بھی روپیہ اور جہازات آنے کی امید نہ تھی اسلیئے کہ وہاں کے یونانیوں کو اپنے ہی گھر کے معاملات سلجھانے سے فرصت نہ تھی اور محض کورنتھ کے تجارتی حوصلوں کی وجہ سے اپنا نقصان کرنا نہ چاہتے تھے + اسکے برعکس ایتھنز یوں کو امید تھی کہ کورکائرا کیفالے نیہ اکارنانیہ اور زاکنتھوس کی مدد سے ہر چہار طرف سے پیلوپونیز پر حملہ ہو سکے گا اور اسپارٹا اور اسکے حلیف مشکلات میں گرفتار ہو جائینگے۔ مگر بہت جلد ایتھنز کو یہ معلوم ہو گیا کہ اسمیں علیحدہ علیحدہ حصص ملک کو نقصان پہنچانے کی بہت کم قابلیت ہے + جو عجیب و غریب علامات ظہور پذیر ہوئے اور جن شگونوں کا اظہار ہوا انسے ظاہر ہوتا ہے کہ ایتھنز کو اپنی کامیابی کی امید نہایت مبالغہ آمیز تھی + عام یونانیوں کی یہ حالت تھی کہ وہ چاہتے تھے کہ لڑائی تو ضرور ہو مگر وہ الگ تھلگ رہیں۔ اگر وہ کسی کے طرفدار تھے تو اسپارٹا کے اسلیئے کہ اسپارٹا تو ایک سیدھی سادی مملکت تھی جسمیں ہر شخص خصوصاً اسکے حلیف نہایت اطمینان سے زندگی بسر کرتے تھے اور اسکے برخلاف ایتھنز اپنی لیگ کے اراکین پر طرح طرح کے جبر و تشدد کو روا رکھتا تھا۔ اور عام یونانیوں کی یہ خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرح ایتھنز کو مغلوب کیا جائے مگر اس نصب العین کیلیئے وہ خود کوئی نقصان برداشت کرنے کیلیئے ہرگز تیار نہ تھے + طوسی دیدش ان اضلاع اور بلدیات کا شمار کرتا ہے جنھوں نے فریقین کا ساتھ دیا۔ اسپارٹا کے ساتھ سوائے آرگوس اور اکائیا کے تمام پیلوپونیز ی ریاستیں تھیں۔ آرگوس تو ہنوز ایتھنز کا حلیف رہا۔ اکائیائی بلدیات میں سے شہر پیلینے جو سکیون کا ہمسایہ تھا ابتدا ہی سے دوربائی لیگ کارکن ہو گیا۔ اور دوسرے بلدیات رفتہ رفتہ اسپارٹا کے تابع ہو گئے۔ جزیرہ نما سے باہر مگارا، بیوتیہ، فوکس، لوکرس، امبریسیہ، لیوکاس، اور انکتوریون، اسپارٹا کے طرفدار تھے + کورنتھ، مگارا، سکیون، پیلینے، ایلس، امبریسیہ اور لیوکاس سے جہاز۔ بیوتیہ، فوکس اور لوکرس سے سوار اور دوسرے حلیف بلدیات سے پیدل سپاہی

مہیا ہوئے تھے + خیوس، لسبوس، پلاٹیہ، نوپاکتوس، بیشتر حصہ اکارنانیہ، کورکائرا، زاکنتھوس اور ایتھنز کی جملہ باجگزار ریاستیں ایتھنز کا حکم مانتی تھیں اور انہیں سے خیوس، لسبوس اور کورکائرا سے جہاز اور باقی شہروں اور جزیروں سے روپیہ اور سپاہی آتے تھے[۱]

[۱] جنگ لیوکمنے سے ابتدائی حملہ اٹیکا تک کے سنوبت کے لئے ل، ہولتسا پفل کا بسیط رسالہ "تحقیقات متعلق تاریخ یونان (برلن ۱۸۸۶ء) دیکھنا چاہیئے + اسکے نزدیک مختلف واقعات کی تاریخیں مفصلہ ذیل ہیں:-

جنگ لیوکمنے - ۴۳۳ء ق م -

جنگ سی بوتا - مئی ۴۳۲ء ق م -

بغاوت پوتیدیہ - جولائی ۴۳۲ء ق م +

مگاری تجویز عوام - موسم گرما ۴۳۲ء ق م +

انعقاد مجلس عوام اسپارٹا - اوائل اکتوبر ۴۳۲ء ق م -

انعقاد مجلس مشارکت اسپارٹا - نومبر ۴۳۲ء ق م -

حملہ پلاٹیہ - ۵ و ۶ مارچ ۴۳۱ء ق م -

حملہ اٹیکا - ۲۵ مئی ۴۳۱ء ق م -

ہولتسا پفل طوسی دیدش ۲، ۲ میں "پانچ مہینے" کی بجائے "دو مہینے" پڑھتا ہے + یہ مسئلہ کہ جنگ کے اولین ایام میں ایتھنز کی فوجی قوت کیا تھی اسوقت تک متنازعہ فیہ ہے اور اسکا دارو مدار کلیتہً طوسی دیدش ۲، ۳ پر ہے + بیلوخ اپنی کتاب "آبادی دنیائے یونان و روما" (لائپزگ ۱۸۸۶ء) میں ایتھنز میں صرف چالیس ہزار غلاموں کا اندازہ کرتا ہے - مگر اس کی تردید کچھ مشکل نہیں + اسکا بیلوخ صفحہ ۶۰ - ۶۶ اور ھ، لانڈویہر کے مضمون "تحقیقات متعلق تاریخ یونان" حصہ ۲ (رسالہ فلولوگوس جلد ۴۷ - صفحہ ۱) سے مقابلہ کیا جائے +

نوٹ

طوسی ویدیڈس کی کتاب میں سنہ ۴۱۱ ق م تک کے حالات دیئے ہوئے ہیں اور اس باب اور آیندہ ابواب کا دار و مدار زیادہ تر اسی پر ہے + اس زمانے کے ایسے نوشتے بہت کم ہیں جو طوسی ویدیڈس کی برابری کر سکیں اور انہیں جو سب سے اہم ہیں ان کے اقتباس ہم نے دیدیئے ہیں + زمانہ دراز سے مورخ طوسی ویدیڈس کی کتاب کا نہایت غور سے مطالعہ کر رہے ہیں - اس کے بارے میں جو کچھ تحقیقات ہوئی ہے اسکے متعلق کلیات طوسی ویدیڈس کی تمہید جو کلاسن نے لکھی ہے اور سٹیل کی تاریخ ادبیات یونان" ۲ ' ۱۰۴ کا مطالعہ کرنا چاہیئے + یہ سوال اسوقت تک زیر بحث ہے کہ طوسی ویدیڈس نے اپنی تاریخ کب تصنیف کی - آیا یہ کتاب اسوقت لکھی گئی جب جنگ پیلوپونیز چند روزہ وقفے کے بعد دوبارہ شروع ہوئی یا (جیسا الرخ کی رائے ہے) طوسی ویدیڈس نے اپنے پہلے مقالے میں مہم آرکی داموس کا ذکر اس جنگ کے بعد ہی کیا جب اسے دیکیلیا کی لڑائی کا علم نہ تھا - مگر یہ مسائل ایسے ہیں جن سے طوسی ویدیڈس کی تاریخی قدر و قیمت دریافت کرنے میں زیادہ مدد مل سکے + زمانہ حال تک طوسی ویدیڈس سے استناد کرنے میں کسی شخص کو چون و چرا کی گنجایش نہ تھی - مگر اب بہت سے مورخ ایسے ہیں جنکے خیال میں طوسی ویدیڈس اسقدر اہم نہیں ہے + جو لوگ یہ باور کرتے ہیں کہ نہ صرف آٹھواں مقالہ بلکہ تمام کتاب غیر مکمل حالت میں ہے تو اسکی قدر ایک حد تک کم ہو جاتی ہے اگر یہ رائے قائم ہو جائے کہ اس کتاب میں تحریف کی گئی ہے اور متن کی حالت نہایت ابتر ہے تو اس کی قیمت اور بھی گھٹ جاتی ہے - مگر جب مورخ اور محقق یہ کہنے پر تیار ہوں کہ خود طوسی ویدیڈس میں ایسے نقائص موجود ہیں جو کسی تاریخی استناد کے ناقص کرنے کیلیئے کافی ہیں مثلاً سچی بات کو چھپانا یا جان بوجھ کر افترا پردازی کرنا تو طوسی ویدیڈس بالکل ہی بیکار معلوم ہوتا ہے + مورخ بلا شبہ ہم آواز ہیں کہ اس کتاب میں

متعدد غلط بیانیاں موجود ہیں ۔ مگر ہمارا مقولہ ہے کہ ان غلط بیانیوں سے واقعات کی اصلیت پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا ۔ مولر اشٹریو بنگ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ طوسی دیدش پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے ۔ مگر ا' باؤر اپنی کتاب "طوسی دیدش و میولر اشٹریو بنگ" (نورڈ لنگن ۔ ۱۸۷۸ء) میں یہ ثابت کرتا ہے کہ میولر اشٹریو بنگ کو اپنے مقاصد میں مطلق کامیابی نہیں ہوئی ۔ م' اشٹریو بنگ کے طرز تنقید پر رائے زنی کرتے ہوئے باؤر کہتا ہے کہ رفتہ رفتہ اسکے خیالات بالکل متضاد ہو جاتے ہیں ۔ اپنے پہلے مضمون "ارسطوفانیس و تنقید تاریخی" (۱۸۷۳ء) میں اشٹریو بنگ صرف اس رائے پر اکتفا کرتا ہے کہ یہ مورخ ہمیشہ غیر جانبدار نہیں اسکے بعد اپنے رسالے "تحقیقات متعلق طوسی دیدیاس" (۱۸۸۱ء) میں وہ ذرا آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ طوسی دیدش نے واقعات کا تمام سلسلہ ایک فن کی حیثیت سے جمع کر دیا ہے ۔ لیکن اگر کوئی بات اس کے پسند خاطر نہیں ہوتی (مثلاً ایک ہزار باشندگان میتی لنہ کا قتل عام) اسکے متعلق وہ یہ رائے قائم کرتا ہے کہ وہ بعد میں اضافہ کر دی گئی ہے ۔ ظاہر ہے کہ اس تنقید سے خود طوسی دیدش کی قدر و قیمت میں کوئی خاص فرق پیدا نہیں ہوتا ۔ پلاٹیہ کے محاصروں و کورکائرا پر نظر ڈالتے ہوئے (روئداد سالانہ ۱۸۸۵ء و ۱۸۸۶ء) وہ کہتا ہے کہ طوسی دیدش نے ایسے شاعر کا رنگ اختیار کیا ہے جو یا تو یہ سمجھانے کیلئے کہ مختلف امور کیونکر پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں واقعات اختراع کرتا ہے (مثلاً کسی شہر کا محاصرہ) یا لوگوں کے سامنے ہولناک مناظر پیش کرنے میں اسے خاص لطف آتا ہے (مثلاً کورکائرا کے واقعات) ۔ انمیں سے پہلی اور دوسری تنقید میں اصولاً صحیح اور واقعات کے لحاظ سے ایک حد تک درست ہیں ۔ مگر تیسری کا کوئی ثبوت نہیں ۔ اور ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اصول یا طرز کے اعتبار سے میولر اشٹریو بنگ کی تنقید بے کار محض ہے اور اسمیں چند ایسے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے جو خود قابل تنقید ہیں ۔ کرسٹ اپنی کتاب "تاریخ ادبیات یونان" (ا' میولر ، ۷ ، ۲۶۴) میں میولر اشٹریو بنگ کا تتبع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ طوسی دیدش کی تصویر واقعات

تخیل محض اور نیم وہمی ہے"۔ مگر یہ خیال اشٹرٹو بنگ کی اس رائے سے جو وہ پلاٹیہ کے باب میں ظاہر کرتا ہے مختلف ہے اور جہاں تک کور کائرا کے واقعات کا تعلق ہے ناقابل ثبوت ہے + غرض یہ ہے کہ میرے اس خیال کی کہ طوسی دیدش راست گو ہے اسوقت تک تردید نہیں ہوئی ہے + اسمیں شبہ نہیں کہ وہ بہت سے مضامین محض واقعات کے اعتبار سے یکجا نہیں کرتا بلکہ انھیں محض فن کے اعتبار سے ایک ہی قسم کے ہونے کی وجہ سے جمع کر دیتا ہے۔ مثلاً اس نے تقریروں اور موعظوں کو بالکل اسی لحاظ سے مجتمع کیا ہے جس سے خود ہیرو ڈوٹس نے واقعات کو طوسی دیدش نے بہت سے اہم واقعات کو بھی نظر انداز کر دیا ہے اور اسکی شخصی خصوصیات کی تنقید صرف اسی حالت میں قابل تسلیم ہو سکتی ہے جب واقعات اور حالات سے بھی اسکی تائید ممکن ہو۔ (مثلاً اس نے جو رائے کلیون اور نکیاس کے بارے میں قائم کی ہے وہ غالباً درست نہیں) + یہ بھی ممکن ہے کہ اسنے اپنے مخالفوں کے بہت سے ایسے واقعات کو چھپایا ہو جنسے انکی ذاتی خصوصیات کے اندازہ کرنے میں ہمیں یقیناً مدد ملتی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو کچھ اس سے کہا گیا اسنے بلا چون و چرا تسلیم کر لیا خصوصاً جب اسے ایسے واقعات حسب حال اور دلپسند نظر آئیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اسے اشراف کی سختیوں اور عموم کے مظالم کی مبالغہ آمیز داستانیں پہنچی ہوں اور اس نے ان واقعات کی بالکل غلط تصویر کھینچی ہو۔ مگر ان تمام امور کو باور کرنے کے بعد بھی اسکا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ اسنے محض اپنے تخیل کی بنا پر ہی اس تصویر کی تفصیل پوری کی ہے۔ اور ان تمام اعتراضات کے ساتھ ہی طوسی دیدش کی تاریخی استنادی حیثیت اسوقت تک قائم ہے + اگر بلا کسی قطعی ثبوت کے ہم اسکی سند تسلیم کرنے سے انکار کریں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اسکی جگہ کسے دیجائے؟ ممکن ہے کہ اٹیکائی اخبار نویسوں نے زمانۂ مابعد کے مورخین کو اتیھنز کے متعلق واقعات بہم پہنچائے ہوں مگر طوسی دیدش کی تاریخ میں ایسے واقعات بہت کم ہیں۔ چونکہ وہ جنگ کے حالات لکھ رہا ہے اسلئے اگر کوئی مورخ بظاہر اس سے بہتر ہو سکتا ہے تو وہ الیفورس ہے۔ مگر ہم

باب ۶ کے نوٹ میں لکھ چکے ہیں کہ ایفورس دور "خمسینی" کے واقعات کے لیئے قابل استناد نہیں تسلیم کیا جاتا۔ اور جیسا میں اپنی "تاریخ سسلی" اور بیان آثار قدیمہ سیراکیوز" میں ثابت کر چکا ہوں محاصرۂ سیراکیوز کے متعلق بھی اسکی شہادت قابل وثوق نہیں + فولکوار ڈشن اپنی کتاب "تحقیقات ماخذ دیودوروس" (صفحہ ۳۹ و ضمیمہ جات ۲ و ۳) میں ثابت کرتا ہے کہ دیودورس نے جسپر ہماری جملہ معلومات متعلقہ ایفورس کا دار و مدار ہے ان واقعات کا جو اسنے ایفورس سے نقل کئے ہیں بالکل بیجا استعمال کیا ہے + پھر ایفورس میں کیا باقی رہجاتا ہے جسے طوسی ویدیش پر ترجیح دیجا سکے؟ اب رہا پلوٹارک۔ وہ بھی بجائے جنگ کی تاریخ کے محض ممتاز اشخاص کی خصوصیات کا خاکہ پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہے اسلیئے ان واقعات کے باب میں جنکا تعلق مملکتوں کی اندرونی تاریخ سے نہیں بلکہ حالات جنگ سے ہے معتبر نہیں مانا جاتا + پلوٹارک کیلیئے فریکے "تحقیقات ماخذ پلوٹارک وتذکرہائے نکیاس و الکبیادیس" (لائپزگ سنہ ۱۸۶۹ء) دیکھنا چاہیئے + بدیں وجوہ اس دور کے اسناد کے استعمال کا طریقہ جسکے واقعات کا طوسی ویدیش میں ذکر ہے بالکل صاف ہے۔ سوا چند خاص خاص مواقع کے جب مضمونی Subjective یا ظہوری Objective اسباب کی بنا پر اسکا کلی متبع نہیں ہونا چاہیئے باقی جملہ امور میں دیگر اسناد کا اعتبار صرف اس حالت میں کیا جائے جب انمیں اور طوسی ویدیش میں تطابق ہو +

جنگ پیلوپونیز کے دور کے اہم ترین کتبے ہکس نے اپنے مجموعہ "کتابہ نوشتہ جات تاریخ یونان" (سنہ ۱۸۸۲ء) میں جمع کر دیئے ہیں۔ مگر اسوقت سے اور بھی کتبے برآمد ہوئے ہیں + ظاہر ہے کہ ہمعصر اور زمانہ مابعد کی تصانیف بھی معلومات سے پر ہیں مگر یہاں انکی فہرست نہیں دیجا سکتی + مجموعہ حکایات پر (جو در اصل بعد کی تالیف ہیں) شک و شبہ کیا جاتا ہے اور ارسطوفانیس میں جو گپ شپ بھری ہوئی ہے وہ اسوقت تک صرف اسوجہ سے باور کیجاتی ہے کہ مشکلات و دقائق کے حل میں فراست و فہم درکار ہے + ظاہر ہے کہ اس دور کے مفصل حالات لکھنے کیلیئے یہ تمام مواد استعمال کرنا ہوگا +

بائیسواں باب

جنگ پیلو پونیز کا بیان فاریقلیس کی وفات تک سنہ ۴۳۱ ق م تا سنہ ۴۲۹ ق م

اسپارٹیوں نے اپنی فوج کا دو تہائی حصہ خاکنائے کورنتھ کو روانہ کیا اور وہاں پہنچکر سپہ سالار شاہ آرکی داموس نے مختلف رسالوں کے افسروں کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ ایک سپاہی کی مخصوص خوبیاں یہ ہیں کہ وہ دور اندیش بھی ہو اور ساتھ ہی اپنے افسروں کی فرمانبرداری کرے۔ مگر اسنے لڑائی چھیڑنے سے پہلے اتمام حجت کیلئے اپنے ایلچی ایتھنز روانہ کئے اور دریافت کیا کہ اب بھی اہل ایتھنز راہ راست پر آنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ مگر ایتھنزیوں نے ان ایلچیوں کا پیغام تک سننا گوارا نہ کیا اور جب انھیں سرحد پار کیا گیا تو انکے سرگروہ میلیسپوس نے باآواز بلند کہا کہ آج یونان کی مصیبتوں کا دور شروع ہوگیا +

آرکی داموس کی تقریر سے ذرا پہلے فاریقلیس نے ایتھنزی شہریوں کے روبرو ایک تقریر کی اور صورت حال انکے ذہن نشین کردی اور نصیحت آمیز پیرائے میں اپنی تجاویز انکے سامنے پیش کیں + اسنے کہا کہ ایتھنزیوں کو اپنے مالی وسائل پر کلیۃً تکیہ کرنا چاہیئے اور میدان جنگ میں کود پڑنے کا خیال بھی نہ کرنا چاہیئے بلکہ انکے لیئے یہی مناسب ہے کہ دیہات خالی کرکے ایتھنز کی شہرپناہ کے اندر آجائیں + ایتھنز کی مالی حالت بھی کچھ بری نہیں ہے۔ چھ سو تالنت سالانہ تو خراج کی مدمیں آمدنی ہوتی ہے اور گو دو ہزار سات سو تالنت اکروپولیس کی عمارتوں اور پوتی دیہ کے محاصرے میں صرف ہوچکے ہیں تاہم اسوقت چھ ہزار تالنت خزانے میں موجود ہیں اور ان رقوم کے علاوہ قلعے سے بہت سے قیمتی چڑھاوے مل سکتے ہیں اور صرف اتھینا دیبی کا بالاپوش ہی چالیس تالنت کا ہے اور بہ آسانی مجسمے سے اتارا جاسکتا ہے[1] + فوج میں

[1] سنہ جنگ کی ابتدا میں "فتح" کے دس سونے کے مجسمے تھے جنمیں ۲۲۵ کلو گرام (قریب ۱۳ من)

بظاہر تو تیرہ ہزار ہوپ لیت ہیں مگر انکے ماسوا سولہ ہزار ایسے سپاہی بھی ہیں جو اپنی عمر کے اعتبار سے فوج باقاعدہ میں شامل نہیں مگر شہر پناہ اور پرئی اوس کی بہ آسانی حفاظت کر سکتے ہیں ۔ فوج میں ایک ہزار دو سو سوار اور تیر انداز سولہ سو پیدل تیر انداز اور تین سو سہ طبقہ جہاز بھی ہیں جن سے فوراً کام لیا جا سکتا ہے + بہر حال سپہ سالار کی ہدایات پر لفظاً اور معناً عمل ہوا اور دیہات سے ہر نقل و حمل کی چیز ایتھنز کو منتقل کر دی گئی ۔ دیہات کے باشندے تو شہر ایتھنز میں آگئے اور مویشی یوبیہ اور دوسرے جزیروں میں بھیج دیئے گئے + اٹیکا کے باشندوں کیلئے اپنے آبائی مکانات چھوڑنا جہاں کی بود و باش سے وہ ابتدا سے ہی عادی تھے اور جہاں انھوں نے ایرانیوں کی واپسی کے بعد بہ اطمینان کلی سکونت اختیار کر لی تھی نہایت مشکل کا سامنا کرنا تھا ۔ شہر ایتھنز میں ہرگز اتنی گنجایش نہ تھی کہ سب کیلئے مکان مہیا کر سکیں ۔ اور اکثر ایسے بیچارے تھے جنکے لیئے کسی گھر میں جگہ نہ نکل سکی بلکہ جنھوں نے ہیکلوں اور مندروں کے ہر چہار طرف پڑاو ڈال لیئے تھے + اسی طرح میلارگی کون اور طویل دیواروں کا درمیانی حصہ عارضی مکانات سے بالکل بھر گیا اور بعض بیچارے دیہاتیوں کو تو فصیل کے برجوں ہی پہ قناعت کرنی پڑی +

پہلے تو پیلوپونیزیوں نے شہر اونوئے کی طرف پیشقدمی کی مگر انھیں اس سرحدی قلعہ پر کئی روز رکنا پڑا جسکی وجہ سے عرصۂ دراز کے بعد مئی کے مہینے میں جب غلہ پک گیا تھا وہ تھریا کے میدان میں پہنچے + انھوں نے پہلے تو الیفسنا دیہی کے مملوکہ کھیتوں کو برباد کیا اور کوہ ائے گیلیوس کو دہنے ہاتھ پر چھوڑ کر راستے میں ملک ویران کرتے ہوئے اکارنائے کے دیہے پر رک گئے + شاہ آرکی داموس کا یہ خیال تھا کہ جب اکارنائے کے باشندے اپنی عزیز کاشت برباد ہوتے ہوئے دیکھینگے تو انھیں شہر پناہ کے اندر بند رہنا گوارا نہ ہوگا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ وزن تھا + اسکے لیئے فوکارٹ کی کتاب "محسبات فتح ادرا کرو پولیس" دیکھنی چاہیئے + (رسالہ معاملات یونان" جلد ۱۲ ص ۲۸۳ وغیرہ)

ایتھنز ی فوج کا بیشتر حصہ اکارنائے کے باشندوں کا ہے اور انھوں نے تین ہزار (؟) ہوپ لیت مہیا کئے ہیں اسلیئے انکے انتشار کی وجہ سے ایتھنزی فوج کو شکست دینے میں آسانی ہوگی + مگر آرکی داموس کا خیال غلط نکلا ۔ اکارنیوں نے چار دیواری سے نکلنے کی کوشش ہی نہیں کی اور چونکہ فارقلیس بیکار بحث و مباحثے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا اسلیئے اسنے مجلس عوام کو طلب بھی نہیں کیا + اسنے صرف یہ کیا کہ ایتھنزی اور تھسالوی سوار غنیم کے مقابلے کیلئے بھیج دیئے جنمیں سے موخر الذکر لارِسّا' فارسالوس' کرانون' پیر اسوس' گیرتون اور فیرائے کے باشندے تھے + جو چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ان سواروں اور پیلوپونیزیوں کے درمیان ہوئیں اس میں بہت کم خونریزی ہوئی اور آخر کار پیلوپونیزی اٹیکا کے اس حصے میں چلے گئے جو کوہ پارنیس اور بری لیسوس کے درمیان میں واقع ہے اور وہاں سے اور واپس ہوتے ہوئے بیوٹیہ کا راستہ لیا +

غنیم کے تخلیۂ ملک سے پہلے ایتھنزیوں نے خود ایک چھوٹی سی مہم سر کی انتہائی خطرے کے لیئے انھوں نے ایک ہزار تالنت اور ایک سو جنگی جہاز تیار رکھے تھے ۔ اسکے علاوہ جو روپیہ اور جہاز تھے انھیں کام میں لانیکی ان کو خواہش پیدا ہوئی اسلیئے وہ سو جہاز لیکر چلے اور راستے میں دم لیئے بغیر سیدھے لقونیہ کے شہر متھونے پر جا کر ٹھیرے + اس ضلع کا سپہ سالار براسی داس تھا ۔ اور اگر وہ ایتھنزی صفوں کو چیرتا ہوا شہر میں گھس نہ جاتا تو اغلب ہے کہ متھونے ضرور فتح ہو جاتا + اس شخص کا یہ پہلا معرکہ تھا اور اسکی قسمت میں یہ لکھا تھا کہ وہ ایتھنزیوں کو اس جنگ کے دوران میں چین و آرام سے نہ بیٹھنے دیگا + اب ایتھنزی پیلوپونیز کے مغربی ساحل کے متوازی شمال کی طرف چلے اور ایلیس کا شہر فی یا لیکر چھوڑ دیا اور اکارنانیہ کے چند مقامات فتح کرنے کے بعد جزیرہ کیفالینیا کو اپنی لیگ میں شامل ہونے پر آمادہ کیا + اسکے بعد وہ گویا ایک مہم کو سر کرنے میں کامیاب ہو کر ایتھنز واپس چلے آئے +

اب ایتھنزیوں نے ائی گینا کے سے اہم مقام پر اپنے قدم پوری طور سے جمانے کیلئے وہاں کے باشندوں کو جزیرے سے نکال دیا اور ان کی جگہ ایتھنزی

کلیروخیاں قائم کردیں۔ ان بیچارے آئی گینیوں کو اسپارٹا کے سامنے دست احتیاج پھیلانا پڑا اور آخر انھیں ضلع تھریا میں آباد ہونے کی اجازت مل گئی جو عرصہ دراز سے اسپارٹا اور آرگوس کے درمیان مابہ النزاع چلا آتا تھا۔ اسکے بعد ایتھنزیوں پر اثر ڈالنے کیلئے فارقلیس تیرہ ہزار ہوپ لیت مگارا لے گیا تاکہ ایتھنزی اس خیال سے مطمئن ہوجائیں کہ تمام جزیرہ نمائے پیلوپونیز کا کفارہ اسکے قابل نفرت ہمسایوں یعنی مگاریوں کو ہی دینا پڑیگا + اس مہم میں کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ اس سے زیادہ سودمند لوکرس اوپنتیا کی مہم تھی جس میں ایتھنزیوں نے جزیرہ اتالانتا پر قبضہ کرلیا + ان تمام طریقوں سے ایتھنز نے اپنے دشمنوں پر واضح کردیا کہ وہ ڈرنے والے آسامی نہیں ہیں اور دشمن کے کمزور مقبوضات پر حملہ کرنے کیلئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ کورنتھیوں نے بھی مغربی ساحل پر یہی طریقہ اختیار کیا۔ مگر انکا میدان عمل اتنا وسیع نہ تھا اور گو انھیں اکارنانیہ میں کچھ کامیابی ہوئی مگر کیفالے نیہ میں وہ کچھ نہ کرسکے + غرض یہ ہے کہ جنگ کے پہلے سال یعنی ۴۳۱ ق م کی مہموں کا نتیجہ علی العموم ایتھنز کیلئے مفید ہی نکلا +

جب فوجی مہمات کا سلسلہ ختم ہوا تو قدیم رواج کے مطابق ایتھنزیوں نے ان لوگوں کے جنازے کی آخری رسوم ادا کیں جو جنگ میں مارے گئے تھے۔ اس موقع پر ہر قبیلے کے مردوں کی ہڈیوں کیلئے دس تابوت اور ان مردوں کی یاد تازہ کرنے کیلئے جنکی ہڈیاں دستیاب نہیں ہوئی تھیں ایک تابوت بنایا گیا اور انھیں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ کیرامی کوس لے گئے جہاں حکومت کی فرمائش کے بموجب فارقلیس نے ایک تقریر کی +

اسمیں شبہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ طوسی دیدیس نے اس سلسلۂ خیالات کا صحت کیساتھ اعادہ نہیں کیا ہوگا جو فارقلیس کے اس خطبے میں تھا۔ اگر بالفرض اسکے بیان میں نقائص ہیں تو بھی اسمیں شک ہو ہی نہیں سکتا کہ اس تقریر کو دیگر واقعات اور حالات سے گہرا تعلق ہے اور یہ ان تقاریر کا گویا ایک تتمہ ہے جو ایتھنز کے موافق اور مخالف کی گئی تھیں اور ساتھ ہی آیندہ کیلئے نصیحتوں پر مشتمل ہے۔ اور بالکل ممکن ہے کہ اس تقریر سے خود فارقلیس کا بھی یہی مقصد ہو کہ

اس قسم کی دلائل پیش کرے اور حالات و واقعات کا اعادہ کرے ۔ اس میں ایک خاص زاویہ نگاہ کو مد نظر رکھ کر ایتھنز کے حالات کا ایک خیال دکھایا گیا ہے اور ایتھنز کے اس تخیل کی تجدید و تبریک کی گئی ہے جو ہر وقت فارقلیس کے پیش نظر رہتا تھا ۔ وہ کہتا ہے کہ بجائے افراد کی حمد و ستائش بیان کرنے کے وہ اس شہر کی مدح و ثنا بیان کریگا جسکی وجہ سے یہ افراد بڑھے ۔ فارقلیس نہایت دلیری اور جرأت سے یہ نظریہ بیان کرتا ہے کہ ایتھنز نے اپنے اداروں کی ترتیب میں دیگر مملکتوں کی نقل نہیں کی بلکہ اوروں کے سامنے گویا ایک نمونہ پیش کیا ۔ (اسمیں تو خود ہمیں بھی شبہ نہیں معلوم ہوتا کہ ایتھنز ی تمدن کے ارتقا میں ایک خاص بات ضرور پائی جاتی ہے) ۔ فارقلیس کہتا ہے کہ ہمارے یہاں محض افلاس کیوجہ سے کسی شخص کی نا قدری نہیں کی جاتی بلکہ اسکی قابلیت اور فراست ہی اسکے لیئے باعث عزت و وقعت ہوتی ہے ۔ کسی شخص کو اپنے ہم وطنوں کی خوشی اور آرام پر حسد نہیں ہو سکتا اور چونکہ حکام بالادست کے احکام کی تعمیل ہماری سرشت میں داخل ہو گئی ہے اسلیئے ہم قوانین کی خلاف ورزی نہیں کرتے ۔ اس کے علاوہ سال کے بارہ مہینے متواتر مذہبی قربانیوں اور میلوں کے ذریعے سے ایتھنز ی شہری کی تفریح طبع کیلیئے سامان مہیا ہوتا رہتا ہے اور ہماری عالم گیر تجارت کے باعث دنیا کی اشیا ہمارے قدموں پر پڑی رہتی ہیں ۔ اسپارٹا کی طرح ہم اپنے شہر سے غیر ملکیوں کو نکالتے نہیں تاکہ وہ دیکھیں کہ ایتھنز ی کس طرح ایک طرف تو اپنی زندگی بظاہر عیش و عشرت سے بسر کرتے ہیں اور دوسری جانب خطرے کے وقت اپنی جرأت اور ہمت کا ثبوت پیش کرتے ہیں ہمارے دشمنوں کا یہ بیان کہ وہ ایتھنز کی تلوار کا مقابلہ کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں یقیناً غلط ہے اسلیئے کہ انھوں نے کبھی ایتھنز کی متفقہ قوت کا سامنا نہیں کیا اور گو اسپارٹا میں لوگوں کی فوجی تعلیم میں ایتھنز سے زیادہ وقت صرف کیا جاتا ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اسپارٹی کسی حالت میں ایتھنز یوں سے زیادہ بہادر نہیں ۔ فارقلیس کہتا ہے کہ ایتھنز ی عیش پرست نہیں بلکہ انھیں ہمیشہ خوبصورتی کی تلاش رہتی ہے ۔ انکے لئے غربت باعث ذلت نہیں بلکہ اگر کوئی شخص امیر بننے کی خواہش نہ کرے تو

اسے ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک شخص سیاسی معاملات میں دخل رکھتا ہے۔ مگر ان معاملات کے سمجھنے سے پہلے ہم یہ مناسب خیال کرتے ہیں کہ اسکے متعلق ہم مختلف تقریروں کو سن لیں + جب ہم کسی بات پر غور کر لیتے ہیں تو اسکی تکمیل میں جرأت دکھلاتے ہیں۔ اور چونکہ ہم اپنے دوستوں کی خدمت کرتے ہیں اس لیئے ہمارے دوست ہماری خدمت کیلیئے ہر وقت تیار رہتے ہیں + اقوام عالم میں ہمیں ایسے ہیں جو اپنے دوستوں کے محض ذاتی مفاد کیلیئے ہی مدد نہیں کرتے بلکہ ہماری جبلت ہی میں کشادہ دلی کا مادہ بھرا ہوا ہے اور اسی لیئے ہمیں اپنے اوپر پورا اعتماد ہے + فارقلیس اپنی تقریر کے اختتام پر مردہ سپاہیوں کے درخشندہ کارناموں کا ذکر کرتا ہے اور انکے متعلقین کو نصیحت کرتا ہے +

چونکہ یہ تقریر قدیم زمانے کی ایک نہایت سربرآوردہ قوم کے حالات اور صفات سے بھری ہوئی ہے اور ان صفات کو اس قوم کے دو بہت بڑے قائم مقاموں یعنی فارقلیس اور طوسی دیدش نے بیان کیا ہے اسلیئے اس سے ہمیں تمدن کی تاریخ سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے + اگر ہم منصفانہ انداز سے اس زمانے کا خاکہ کھینچیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس تقریر میں حقیقت اور مبالغہ دونوں کے پہلو ہیں + فارقلیس کا یہ قول یقیناً مبالغے سے خالی نہیں کہ چونکہ ایتھنز کے دشمنوں نے کبھی میدان جنگ میں تمام ایتھنزیوں کا مقابلہ نہیں کیا اس وجہ سے وہ انکی برابری کا دم نہیں بھر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنگجو فریق کی تمام تر قوت ایک ہی مرکز پر کبھی مجتمع نہیں ہوتی بلکہ سپہ سالار کی جنگی قابلیت کا معیار یہی ہے کہ وہ اپنی فوج کے بیشتر حصے کا زور اس مرکز پر ڈالے جس پر فیصلہ ہو جانے کا مدار ہے + اسیطرح فارقلیس کا یہ کہنا کہ صرف ایتھنز ہی اپنے دوستوں سے مہربانی آمیز برتاؤ کرتا ہے ہرگز صحیح نہیں۔ یہ ایتھنز کی خصوصیات کا تذکرہ نہیں بلکہ محض خوشامد اور چاپلوسی ہے۔ فارقلیس یہ بھی کہتا ہے کہ گو ایتھنزیوں کو اسپارٹیوں کی سی تعلیم نہیں ملتی مگر وہ انسے زیادہ بہادر ہیں۔ یہاں بھی وہ مبالغہ سے کام لیتا ہے اسلیئے کہ زمانۂ جنگ میں سب سے عقلمند قوم بھی سخت ترین قواعد تادیب کے بغیر کامیاب نہیں رہ سکتی + غرض یہ ہے کہ یہ تقریر ایتھنزیوں کی یادہ گوئی کا نہایت حیرت انگیز ثبوت

دیتی ہے[۲]

جنگ کے دوسرے سال یعنی ۴۳۰ ق م میں پہلے سال کے واقعات کا گویا پھر اعادہ ہوا اور پلپونیزی اپنے لشکر کے سپاہیوں میں سے دو تہائی لیکر اٹیکا پر حملہ آور ہوئے۔ فی نفسہ اس حملے سے ہی نقصان عظیم کا خطرہ تھا۔ مگر ایتھنز پر ایک اور آفت ناگہانی آگئی وہ یہ کہ اول تو پرئی اس میں اور پھر خاص ایتھنز میں طاعون نمودار ہوا۔ اس وبائے شدید کے حالات طوسی دیدش نے بیان کئے ہیں جو خود اس مرض میں مبتلا ہوا تھا۔ مرض کا اثر پہلے سر میں ہوتا تھا اور آہستہ آہستہ تمام بدن ماؤف ہوجاتا تھا۔ مگر موت فوراً نہ آتی تھی بلکہ انسان قریب قریب ایک ہفتہ تک گھلتا رہتا تھا اور بدن میں اسقدر حدت پیدا ہوجاتی تھی کہ بعض تو محض گرمی کو دور کرنے کیلئے پانی میں کود پڑتے تھے۔ بہت سے ایسے بھی تھے جو طاعون سے تو بچ گئے مگر ان بیماریوں سے جانبر نہ ہو سکے جو طاعون کے بعد نمودار ہوئیں۔ مرض متعدی تھا اسلیئے لوگ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئے تھے اور بیچارے مریض بھیڑ بکریوں کی طرح بلا کسی دوا دارو یا پرسان حال کے پڑے رہے اور مر گئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کمبخت مرض کا استیصال نہ تو کسی دوا سے ہوگا اور نہ کسی غذا سے۔ ایتھنزی عام طور پر یہ خیال کرنے لگے کہ دشمن نے

---

[۲] فارقلیس کی یہ تقریر طوسی دیدش ۳۵۔۴۶ میں درج ہے۔ اسمیں بہت سی ایسی باتیں ہیں جنمیں کچھ کچھ اہل فرانس کی خصوصیات کی جھلک معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً فارقلیس کا یہ بیان کہ اسکی قوم ہی ایسی قوم ہے جو نہ صرف سیاسیات میں بلکہ دیگر امور میں بھی غیر جانبداری کو اپنا نصب العین بنائے رکھتی ہے یا یہ کہ ذکی الطبع ایتھنزی جنگ میں وہی کام قواعد کی بندشوں کے بغیر بھی انجام دیسکتے ہیں جو دیگر مملکتوں کے تادیب یافتہ لشکر۔ بعینہ یہ ہی خیال مضمون "جنگ سے پہلے فرانسیسی لشکر کی حالت" (۱۸۸۶ء) میں ظاہر کیا گیا ہے اور اسمیں مضمون نگار نے فرانسیسی فوج کی مدح سرائی کی ہے اور بتایا ہے کہ اسے صرف وقت مقررہ پر ہی حکم برداری کی ضرورت ہے اسکے بعد سپاہی آزاد رہتا ہے۔ مگر جنگ امفی پولس کے واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نظریہ کم از کم ایتھنزیوں پر صادق نہیں آتا۔

پانی کے چشموں کو زہر آلود کر دیا ہے۔ مگر ہمیں اسکی کوئی اطلاع نہیں پہنچی کہ ایتھنز یوں نے کسی ایسے شخص کو سزا دی ہو جو اس قبیح گناہ کا مرتکب ہوا ہو + طوسی دیدش ایک امر کو سب باتوں سے زیادہ ہولناک بیان کرتا ہے۔ وہ یہ کہ شہر والوں کا شیوہ ہو گیا تھا کہ جہاں کہیں انھوں نے کوئی چتا دیکھی بس اپنے مردے اسپر رکھے اور بھاگ گئے + بہت سے ایسے بھی تھے جنکا یہ خیال ہو گیا کہ اب موت تو آتی ہی ہے جو کچھ زندگی باقی ہے اسے خوب خوشی و خرمی عیش و عشرت سے گزار دو + ۳

ایتھنز تو اس بلا میں مبتلا تھا، پیلو پونیزیوں نے لاؤریون کی کانوں تک تمام اٹیکا برباد کر دیا۔ مگر وہ فوراً واپس چلے گئے اسلیئے کہ انھیں خوف تھا کہ مبادا انھیں بھی طاعون کا شکار بننا پڑے + انکے جانے سے پہلے ہی فارقلیس سو ایتھنزی جہاز اور پچاس خیوسی اور لسبوسی چار ہزار ہوپ لیٹ اور تین سو سوار لیکر اپی دورس

۳ طاعون کا حال طوسی دیدش ۲، ۴۸ میں درج ہے + طاعون کی ابتدا ملک حبش سے ہوئی اور وہاں سے مصر، طرابلس الغرب اور "دیگر بلاد مقبوضہ شہنشاہ ایران" میں پھیل گیا + بہت سے مورخ اس رائے پر متفق ہیں کہ لیوی (۴، ۲۱ و ۲۵) روما میں جس طاعون کا سنہ ۳۱۸ و سنہ ۳۱۹ و سنہ ۳۲۱ بنیادی (= سنہ ۴۳۶ و سنہ ۴۳۵ و سنہ ۴۳۳ و سنہ ۴۳۲ ق م) میں ہونا بیان کرتا ہے اسکی ابتدا بھی یہیں سے ہوئی ہوگی۔ ایتھنز میں یہ سنہ ۴۳۰ و سنہ ۴۲۹ و سنہ ۴۲۷ و سنہ ۴۲۶ ق م میں برابر رہا + ہولنسا پفل ("سنویت روما") یہ واقعہ اپنے مخصوص طریق سنویت کے ثبوت میں پیش کرتا ہے۔ اگر اسکا نظریہ درست ہے تو سنہ ۳۱۸ بنیادی اور سنہ ۴۳۶ ق م بالکل مطابق ہیں اور اسکے نزدیک طاعون روما اور ایتھنز دونوں جگہ قرطاجنہ ہی سے آیا + بہر حال اس سے ان تجارتی تعلقات کی جھلک نظر آتی ہے۔ جو زمانۂ قدیم کے عظیم ترین شہروں کے درمیان تھے + آجکل طاعون کے زمانے میں اکثر ممالک کی جو حالت ہوتی ہے اس سے ایتھنز کا طریقہ یقیناً مہذب اور متمدن تھا۔ اور سکے لیئے ملتان کے طاعون کی مثال جو منتسونی نے ہمارے سامنے پیش کی ہے اور ان اضلاع کی مثال جہاں ہیضہ نمودار ہوتا ہے بالکل کافی ہیں + یہ بھی ایتھنزیوں کی تہذیب اور شائستگی کی دلیل ہے کہ طوسی دیدش میں ایسے کسی شخص کا ذکر نہیں جسپر زہر پھیلانے کے شبہ میں مقدمہ قائم کیا گیا ہو۔

پہنچا۔ یہ شہر تو بال بال بچ گیا مگر فارقلیس نے ہرمیونے اور ترواَئیزن کا ملک ویران کر دیا اور پرازی اے پر قبضہ کر لیا + ساتھ ہی ساتھ ہاگنون اور کلیوپومپوس پوتیدیہ گئے مگر اسے تسخیر نہ کر سکے + جب ہاگنون اور فارقلیس کی فوجیں ایپی دوروش میں تھیں تو انمیں بھی طاعون پھیل گیا اور چالیس روز میں چار ہزار سپاہیوں میں سے کم سے کم پندرہ سو اسکی نذر ہو گئے +

اٹیکا پر دوسرا حملہ ہو چکا تھا' طاعون نے ایتھنزیوں کے خاندان کے خاندان برباد کر دیئے تھے' ایپی دوروس میں بھی کوئی خاطر خواہ کامیابی نظر نہ آتی تھی۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ ان واقعات کے بعد ایتھنزیوں میں سراسیمگی پھیل گئی اور ان ناکامیو کا مورد الزام فارقلیس ہی گردانا گیا + اسے بد دعائیں دی گئیں اور کوسا گیا' اور صورت حال اس درجہ دگرگوں ہو گئی کہ اسے ایک تقریر کرنی پڑی جو طوسی دیدش نے نقل کی ہے اور کوشش کی کہ اپنے ہم وطنوں کی ہمت بڑھائے اور انھیں تسکین دے مگر ایتھنزی اسقدر مایوس ہو گئے تھے کہ انھوں نے صلح کی غرض سے اسپارٹا ایلچی روانہ کیئے۔ مگر اسپارٹی تو یہ چاہتے تھے کہ ایتھنزیوں کو اور بھی زیادہ ذلیل کریں اور اس سفارت کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا اور ناچار لڑائی جاری رکھنی پڑی + مگر فارقلیس بھینٹ چڑھایا گیا اور اسپر جرمانہ کیا گیا + پلوٹارک کا بیان ہے کہ مختلف مورخوں نے مختلف شہریوں کو (مثلاً کلیون' سمیاس اور لکرائی داس کو) مستغیث بتایا ہے۔ اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ فارقلیس پر پندرہ یا پچاس تالنت جرمانہ کیا گیا اور اسے اپنے عہدے سے دست کش ہونا پڑا + مگر اسکے بغیر ایتھنزیوں کا کام چلنا ایک امر دشوار تھا اسلیئے سنہ ۴۳۰ تا سنہ ۴۲۹ ق م میں وہ پھر سپہ سالار مقرر ہوا طوسی دیدش کہتا ہے کہ اسی زمانے میں یعنی سنہ ۴۲۹ ق م میں ہی اسکا انتقال بھی ہو گیا + [۵]

---

[۴] طوسی دیدس ۲، ۶۰ و ۶۴ ۶ +

[۵] طوسی دیدش (۲، ۶۵)، گروٹ (۳، ۴۴۴) اور ا۔ شمٹ (فارقلیس ۱، ۱۷۴) سنہ ۴۳۰ ق م کا۔ اور گلبرٹ (اضافہ جات" ۱۲۱)، بیلوخ (سیاسیات اٹیکا" ۳۰)

زاکنتھوس کے باشندے اکائیائی نسل کے تھے اور ایتھنز کے حلیف تھے۔ اور جب موسم گرما سنہ ۴۳۰ ق م میں اسپارٹیوں نے انھیں اپنی طرف لانا چاہا تو اسمیں انھیں ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا + تھریس کے حکمران سادوکوس ولد ستالکیس نے جو ایتھنزیوں کا حلیف تھا چھ پیلوپونیزی ایلچیوں کو اُنکے حوالے کر دیا جو یونان سے ایران جا رہے تھے + ان ایلچیوں میں سے تین یعنی انیرِستوس، نکولاؤس اور استراتودیموس اور ایک کورنتھی ارستے اوس تھے + پیلوپونیزیوں نے یہ قاعدہ مقرر کر لیا تھا کہ اگر کوئی شخص کسی جہاز میں گرفتار کر لیا جائے اور وہ اسپارٹا کا طرفدار نہ ہو تو وہ جان سے مار ڈالا جائیگا + اب اس قاعدے کے جواب میں ایتھنزیوں نے ان چھ ایلچیوں میں سے ہر ایک کو جان سے مار ڈالا[۹] +

آیندہ موسم سرما میں ایتھنز نے فورمیون کو بیس جہاز لیکر نوپاکتوس روانہ کیا تاکہ وہ خلیج کورنتھ کے دہانے کی نگرانی کرتا رہے اور اسیطرح میلیسانڈر چھ جہاز لیکر کاریہ اور لسیہ چلا۔ اس مہم میں میلیسانڈر کو نہ صرف شکست ہوئی بلکہ وہ خود بھی جنگ میں کام آیا اور چونکہ اب خلیج کا دہانہ بالکل غیر محفوظ ہو گیا۔ اگر ایتھنزیوں کے قبضے میں اسکے میگاری ساحل پر کوئی بندرگاہ ہوتی تو یقیناً اونکو اطمینان ہوتا مگر اب ادھر کی طرف ایتھنزیوں کو دشمن سے بہت خطرہ پیدا ہو گیا +

فروری سنہ ۴۲۹ ق م میں قحط زدگی کی وجہ سے آخر کار پوتیدیہ نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اور ڈنکر (۹ ‘ ۸۸ ‘ ۱) سنہ ۴۲۹ ق م کا تعین کرتے ہیں + ایتھنزیوں نے اپنے کسی اور مدبر کیساتھ اتنی مہربانی کا برتاؤ نہیں کیا جتنا فارقلیس کے ساتھ + اسکا انتقال غالباً اکتوبر سنہ ۴۲۹ ق م میں ہوا ہوگا +

ع۶ سمندر کسی کی ذاتی ملک نہ تھا اسلیئے یہاں کسی قاعدہ و قانون پر عمل نہ ہوتا تھا + بلاشبہ ایتھنزی سمجھتے تھے کہ بحیرۂ ایجئین انکی ذاتی ملک ہے مگر اسپارٹیوں کے اس قول سے کہ سمندر دشمن کا ملک ہے ایتھنزیوں نے کام نکالا +

ہتیار ڈال دیئیے + ایتھنزی اس محاصرے کے طول سے عاجز آگئے تھے اور انکے دو ہزار تالنت خرچ ہوچکے تھے اسلیئے اب انھوں نے محصور شہر کے باشندوں کو اسباب کی اجازت دیدی کہ وہ سفر خرچ اور اپنے کپڑے لیکر بخوشی چلے جائیں اور خود محض ان اشیاء کے قبضے پر اکتفا کیا جو وہ شہر میں چھوڑ گئے - مگر ان پس ماندہ اشیاء کی قیمت سے اور اس عظیم الشان رقم سے جو ایتھنزیوں کو اس طول طویل محاصرے میں خرچ کرنی پڑی تھی کسی قسم کی مناسبت نہ تھی +

پلاٹیہ کی قسمت کا فیصلہ ایتھنز کے خلاف ہونے کو تھا + ایتھنز میں دور و دراز پوتیدیہ کو بہ آسانی تسخیر کرنے کی قابلیت تھی مگر قریب تر پلاٹیہ کو نہ تو وہ بچانا چاہتے تھے نہ انھیں اسکے بچانے کی قوت حاصل تھی + یہاں کھلے میدان میں لڑنے کا سوال تھا - اور باوجود فارقلیس کی لفاظی اور تقریر بازی کے اس فن میں ایتھنزی کسی طرح سے بھی پیلوپونیزیوں کی برابری نہ کرسکتے تھے + غرض یہ ہے کہ موسم گرما ۴۲۹ ق م کو آرکی داموس پلاٹیہ کی طرف چلا - اور وہاں پہنچکر اہالیان شہر سے گفت و شنود کا سلسلہ شروع کیا + اس گفتگو سے ہمیں اس زمانے کے حالات اور خیالات کا اچھی طرح سے پتہ چلتا ہے - پلاٹیہ والوں نے دعوی کیا کہ پوسانیاس نے انکے شہر کو غیر جانبدار ٹھیرایا تھا اسلیئے آرکی داموس انھیں بالکل الگ تھلگ اپنے حال پر چھوڑ دے + آرکی داموس نے جواب دیا کہ وہ شوق سے غیر جانبدار ہیں مگر اس غیر جانبداری کا ثبوت انھیں اسطرح دینا چاہیئے وہ ان بیچارے شہریوں کے آزاد کرنے میں مدد دیں جنھیں ایتھنز نے اپنا دست نگر بنالیا ہے - یا اگر وہ اس جنگ میں اتنا حصہ بھی لینا پسند نہ کرتے ہوں تو انھیں کم از کم پیلوپونیزیوں کو تو شہر میں داخل ہونے سے نہ روکنا چاہیئے + پلاٹیہ والوں نے یہ عذر پیش کیا کہ انکے بیوی بچے سب ایتھنز میں ہیں اور دوسرے اگر انھوں نے اسپارٹیوں کو اپنے شہر میں داخل ہونے دیا تو انھیں یقین ہے کہ ایتھنزی انکے ساتھ عمدہ سلوک نہ کرینگے + آخر الامر آرکی داموس نے یہ تحریک پیش کی کہ پلاٹیہ والے اپنے جملہ مملوکات اپنے درخت اور اپنی اشیاء شمار کرلیں اور جبتک جنگ جاری رہے اسوقت تک